فتاویٰ
برائے
خواتین

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو

فتاویٰ برائے خواتین

خواتین کے سوالات علمائے عرب کے جوابات

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین حفظہ اللہ — فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین حفظہ اللہ

وأراکین إدارة البحوث العلمیة والإفتاء

جمع وترتیب فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالعزیز المسند حفظہ اللہ

ترجمہ: الشیخ جاراللہ ضیاء حفظہ اللہ — فاضل مدینہ یونیورسٹی

نظرثانی: الشیخ عبدالجبار حفظہ اللہ — فاضل دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیروالا ملتان

DARUSSALAM

دارالسلام

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

الریاض ہیوسٹن لاہور

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

• الریاض العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01
• مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قصیم (بریدہ): فون/فیکس 3696124 06 موبائل: 0503417156
• مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
• جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
• ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 • خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ • ہوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

• 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7240024-7232400-7111023-7110081 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

لاہور غزنی سٹریٹ، اردو بازار فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0321-4439150
• موون مارکیٹ اقبال ٹاؤن فون: 7846714 موبائل: 0321-4156390
• Y-260 بلاک کمرشل ایریا فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174
اسلام آباد F-8 مرکز، فون/فیکس: 2281513 051 موبائل: 0321-5370378
کراچی (D.C.H.S / 110,111-Z) مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 4393936 021 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843
Darussalamkhi@darussalampk.com

فہرست مضامین

حیض اور نفاس

نماز

والدین سے حسن سلوک

دعاء

مختلف فتاوی جات

عرض ناشر

قارئین کرام! دارالسلام اس دفعہ آپ کے سامنے ایک بہت ہی اہم کتاب "فتاوی المرأۃ" کا (عربی اور انگریزی ایڈیشن کے بعد) اردو ترجمہ "خواتین کے سوالات علمائے عرب کے جوابات" کے نام سے پیش کر رہا ہے۔

آج کے معاشرتی ماحول اور عورتوں کے فطری حیا نے انہیں بہت سے ایسے اہم اور ضروری مسائل کی معرفت سے محروم کر رکھا ہے جن کا جاننا پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ پاکیزگی اور طہارت کسی بھی معزز قوم کا طرۂ امتیاز ہے جس کا نقطۂ آغاز ماں کی گود ہے۔ معاشرے اور خاندان میں عورت کی اہمیت اور مقام مسلمہ ہے اگر آپ مہذب قوم کا خواب دیکھتے ہیں تو عورت کو مہذب بنائیے آپ کو خوابوں کی تعبیر مل جائے گی۔

اس موضوع پر اس سے قبل اردو زبان میں کوئی مستند کتاب شائع نہیں ہوئی جس میں تمام مسائل پر آسان سیر حاصل گفتگو کی گئی ہو بایں وجہ ہم نے عورتوں کے مسائل کی طرف توجہ دی تاکہ اس کمی کو پورا کیا جا سکے۔ پیش کردہ کتاب میں خواتین کے تمام مسائل کو سوالاً جواباً جید علماء عرب نے خالصتاً قرآن و حدیث کی روشنی میں آسان اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا ہے اور مترجم نے بھی اس کا خوب حق ادا کیا ہے۔ اس کتاب کی خوبیوں سے تو اسے پڑھنے کے بعد ہی آشکار ہوا جا سکتا ہے۔ لیکن جس خوبی نے ہمیں سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ ہے کہ اس نازک موضوع پر لکھتے ہوئے علماء نے جس احتیاط سے کام لیتے ہوئے بے حجابی سے اجتناب کیا ہے' وہ قابل داد و دید ہے۔ جس بنا پر کوئی باپ یا بھائی اپنی بیٹی اور بہن کو شرح صدر سے اس کتاب کو تحفۃً پیش کر سکتا ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں یہ کتاب تمام مسلمان گھرانوں کی اہم ضرورت ہے۔

قارئین کرام! ہمارے دارالسلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ صرف اسلامی موضوعات پر عربی زبان میں لکھی گئی اہم کتب کے اردو زبان میں تراجم پیش کرتا ہے بلکہ زمانۂ حال کی جبیں پر لکھی ہوئی تحریروں کو پڑھ کر جید علماء و محققین سے

ان مسائل پر خصوصی تحریریں بھی قلم بند کروا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ چونکہ دارالسلام ایک ادارے کا نام ہی نہیں بلکہ ایک مشن کا نام ہے جس کا مقصود مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں خالص اسلام سے روشناس کرانا ہے۔ ہم حتی الوسع اس کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ وقت کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور سلفی عقائد کی ترویج کی جائے۔ آپ کی پذیرائی ہماری حوصلہ افزائی ہے۔ آپ کا تعاون ہماری قدر دانی ہے۔ لہٰذا ہماری کوششوں میں اگر کہیں آپ سقم محسوس کریں تو ہماری توجہ اس طرف مبذول کرانا آپ پر فرض ہے۔ تاکہ خوب سے خوب تر کا سفر جاری رکھا جا سکے۔ ہم آپ سے دعا کی استدعا کرتے ہیں۔ جزاکم اللہ خیرا

عبدالمالک مجاہد

مدیر مسئول

دارالسلام پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹر

مقدمہ

اسلام میں افتاء کی اہمیت

لغوی معنی:

اسلام میں افتاء کی اہمیت پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افتاء کے لغوی و شرعی معنی بیان کردیئے جائیں: اَلْفَتَاوٰی یا اَلْفَتَاوِیٰ کا واحد فَتْوٰی ہے۔ اس کا واحد فُتْوٰی اور فُتْیَا بھی آتا ہے۔ فتویٰ سے مراد ہے: مَااَفْتٰی بِهِ الْفَقِیْهُ یعنی فتویٰ وہ ہے جو کسی فقیہ کی جانب سے دیا جائے گویا یہ اَفْتَی الْعَالِمُ اِذَا بَیَّنَ الْحُکْمَ "عالم نے فتویٰ دیا یا حکم بیان کیا" سے اسم مشتق [1] ہے۔ یہ خالص عربی لفظ ہے جو بعض علماء لغت کے نزدیک اَلْفُتُوَّةُ سے ماخوذ ہے اور جس کے معنی ہیں: کرم، سخاوت، مروت اور زور آوری۔ فتویٰ کو بھی فتویٰ اسی لئے کہتے ہیں کہ فتویٰ دینے والا مفتی اپنی فتوت یعنی سخاوت و مروت اور عالمانہ قوت سے کام لیتے ہوئے کسی دینی مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے [2] علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ:

«اَلْفُتْیَاَ وَالْفَتْوٰی: اَلْجَوَابُ عَمَّا یُشْکَلُ مِنَ الأَحْکَامِ وَیُقَالُ اسْتَفْتَیْتَ فَأَفْتَانِيْ»

فتویٰ اور فتیا مشکل احکام کے بارے میں دیئے جانے والے جواب کو کہتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ میں نے اس سے فتویٰ دریافت کیا تو اس نے مجھے فتویٰ دیا۔"[3]

ابن الاثیر نے اسکے معنی کسی مسئلے کے بارے میں رخصت یا جواز پیش کرنے کے بتائے ہیں۔ [4]

---

[1] لسان العرب و تاج العروس، مادہ الفتی۔ [2] کشف الظنون ص ۱۲۱۸۔ [3] مفردات القرآن: ۲۰۷۳۔
[4] النہایہ فی غریب الحدیث ۱۹۹:۳

بعض کے نزدیک فتوی دراصل اَلْفَتٰی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں اَلثَّابِتُ الْقَوِیُّ چونکہ کسی حادثہ یا واقعہ کے جواب میں پیش کئے جانے والے دینی مسائل کو مفتی اپنے دلائل سے قوت اور ثبوت مہیا کرتا ہے' اس لئے فتویٰ گویا اپنے دلائل سے قوت اور ثبوت مہیا کرتا ہے' اس لئے فتویٰ گویا مدلل ثبوت والا جواب ہوا۔ [1]

قرآن مجید میں بھی اس لفظ کے بہت سے مشتقات استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ﴾ (النساء٤/ ١٢٧)

"(اے پیغمبر) لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔" [2]

﴿ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ﴾ (النساء٤/ ١٧٦)

"(اے پیغمبر) لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں یہ فتویٰ دیتا ہے۔" [3]

﴿ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ ﴾ (یوسف١٢/ ٤٣)

"تم مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔" [4]

﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم مَّنْ خَلَقْنَا ﴾ (الصافات٣٧/ ١١)

"ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی مخلوق ہم نے بنائی ہے ان کا؟" [5]

یہ چند آیات کریمہ بطور مثال ذکر کی ہیں' ان کے علاوہ اس لفظ کے اور بھی بہت سے مشتقات قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔ [6]

اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے' چنانچہ ایک مشہور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

«اَلإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ»

"گناہ وہ ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے خواہ لوگ تمہیں اس کے جواز کا فتویٰ دیں۔" [7]

صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ یہ ہیں:

---

[1] کشف الظنون ص:١٢١٨' دستور العلماء ٣:١٣' کتاب التعریفات ص:١٧١ [2] النساء:١٢٧ [3] النساء:١٧٦
[4] یوسف:٤٣ [5] الصافات:١١ [6] المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم ص:٥١٢ [7] مسند احمد

«الإثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ»

''گناہ وہ ہے جو تمہارے جی میں کھٹکے اور تم اس بات کو ناپسند کرو کہ لوگوں کو اسکی اطلاع ہو۔''[1]

مسند احمد کی ایک روایت میں الفاظ اس طرح آئے ہیں کہ:

«الإثْمُ مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ»

''گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینے میں اس کے بارے میں تردد پیدا ہو خواہ لوگ تمہیں اس کے جواز اور رخصت کا فتویٰ دیں۔''[2]

شرعی معنی:

علماء فقہ و اصول کے اقوال کے مطابق فتویٰ کے شرعی معنی ادلہ شرعیہ کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم کو بیان کرنا ہے' چنانچہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ:

«اَلْمُفْتِيْ قَائِمٌ فِي الأُمَّةِ مَقَامَ النَّبِيِّ ﷺ لأَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ»

''مفتی' امت میں نبی ﷺ کے قائم مقام ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں جیساکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور حضرات انبیاءؑ نے انہیں دینار یا درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا ہے۔''[3]

مفتی تبلیغ احکام میں نبی اکرم ﷺ کا نائب ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے:

«الاَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ»

''تم میں سے جو لوگ موجود ہیں ان لوگوں تک بھی یہ احکام پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔''[4]

«بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً»

''میری طرف سے آگے پہنچاؤ خواہ وہ ایک آیت ہی ہو۔''[5]

«تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ»

---

[1] صحیح مسلم' مع شرح النووی' تفسیر البر والاثم ج:۱۶' ص:۱۱۱' دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۷ء [2] مسند احمد [3] الموافقات ج:۴' ص:۲۴۴ [4] صحیح البخاری' کتاب العلم باب:۹' حدیث:۲۶' ص:۱۹' مکتبہ دار السلام [5] صحیح البخاری' مسند احمد' سنن ترمذی۔

"تم میری احادیث کو سنتے ہو، تم سے بھی انہیں سنا جائے گا اور ان سے بھی جنہوں نے تم سے سنا ہو گا۔" [1]

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ مفتی گویا رسول اللہ ﷺ کے نائب اور قائم مقام کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔

افتاء نویسی کی اہمیت:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ "افتاء ایک عظیم الشان، جلیل القدر اور بہت ہی شرف و فضل کا حامل عمل ہے کیونکہ مفتی درحقیقت وارث انبیاء ہے اور فرض کفایہ کو سرانجام دیتا ہے لیکن یہ الگ بات کہ اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ "فاسق مفتی نہیں بن سکتا کیونکہ فتویٰ امور دین میں سے ہے اور امور دین کے بارے میں فاسق کا قول ناقابل قبول ہے۔" [3] اسی طرح علامہ قرافی نے بھی لکھا ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "کسی عالم کو اس وقت تک فتویٰ نہیں دینا چاہیے جب تک لوگ اسے اور وہ خود بھی اپنے آپ کو فتویٰ کا اہل نہ سمجھے۔" امام مالکؒ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کی علماء کے نزدیک اہمیت ظاہر اور ثابت نہ ہو وہ منصب افتاء کا اپنے آپ کو اہل نہ سمجھے، چنانچہ مختلف مکاتب فکر کی کتب فقہ میں اس مفہوم کی بہت سی عبارتیں موجود ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ فتویٰ دینے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں۔ سلف صالح بھی اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سلف صالح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ فتویٰ میں جلد بازی کو ناپسند فرماتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کاش اس کے بجائے کوئی دوسرا شخص فتویٰ دے دے، لیکن ان میں سے جب کوئی یہ محسوس فرماتا کہ اب اس کے لئے فتویٰ دینا فرض ہے تو وہ کتاب و سنت یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے قول کی روشنی میں اس کے حکم کو معلوم کرنے کے لئے پورے پورے اجتہاد سے کام لے کر فتویٰ دیتا۔" [4]

حضرت عبداللہ بن مبارک نے عبدالرحمٰن بن ابی یعلیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے کہ:

---

[1] احمد، ابوداؤد، حاکم بروایت ابن عباس۔ [2] المجموع شرح المهذب ص:۴۰، طبع ادارة الطباعة المنیریہ ۱۳۴۴ھ۔ [3] ردالمحتار حاشیة الدر المختار ج:۴، ص:۴۱۸۔ [4] الفروق ج:۲، ص:۱۱۰۔

"میں نے ---مسجد نبوی میں--- ایک سو بیس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیدار کا شرف حاصل کیا اور دیکھا کہ ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے محدث کی یہ خواہش ہوتی تھی کاش اس کے بجائے اس کا کوئی دوسرا بھائی افتاء کے فرض سے عہدہ برآ ہو۔" [1]

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ابن ابی یعلیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے' بہرآئینہ اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ سلف صالح فتویٰ دینے میں کس قدر محتاط تھے لیکن اس پر بھی تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ طلبہ کو تعلیم دینا اور استفتاء کرنے والوں کو فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی مسئلہ یا واقعہ کے پیش آنے کے وقت صرف ایک ہی ایسا شخص ہو جو اس کا جواب دے سکتا ہو تو پھر اس کے لئے جواب دینا فرض عین ہے اور اگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور شخص بھی اس کا اہل ہو تو پھر یہ دونوں کے لئے فرض کفایہ ہو گا۔" [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مفتی اعظم:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تبلیغ و افتاء کے منصب پر جنہیں سب سے پہلے فائز ہونے کا شرف حاصل ہے' وہ خود سید المرسلین' امام المتقین' خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہیں۔ آپ وحی الٰہی کی روشنی میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور اللہ احکم الحاکمین کے اس ارشاد پر عمل پیرا تھے کہ:

﴿ قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٨٦﴾ ﴾ (صٓ ٣٨/ ٨٦)

"(اے پیغمبر) کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں۔" [3]

آپ کے فتاویٰ جامع احکام اور فصل خطاب پر مشتمل تھے اور وجوب اتباع میں ثانی کتاب تھے کہ کسی مسلمان کے لئے ان سے روگردانی کی کوئی گنجائش نہیں ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾ (النساء ٤/ ٥٩)

---

[1] اعلام الموقعین ج:۱ ص:۶۴' مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ۔ [2] فقہاء کرام کے اقوال کے لئے ملاحظہ فرمایئے: المجموع شرح المہذب ج:۱' ص:۴۵' البحرالرائق ج:۶' ص:۲۹۰' الفروق ج:۴' ص:۸۹' منتہی الارادات ج:۴' ص:۲۵۷۔ [3] ص:۸۶۔

"اور اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام (نتیجہ) بھی اچھا ہے۔" [1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جہاں تمام تنازعات اور معاملات میں اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے' وہاں یہ ادب بھی سکھایا ہے کہ وہ بے فائدہ سوال پوچھنے سے اجتناب کریں اور ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کریں کہ اگر ان کی حقیقتیں واضح کر دی جائیں تو بری لگیں' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ ﴾
(المائدة٥/ ١٠١)

"مومنو! ایسی چیزوں کے متعلق مت سوال کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی (اب تو) اللہ نے ایسی باتوں (کے پوچھنے) سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔" [2]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

«ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ»

"جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑ دو کہ تم سے پہلے لوگوں کو سوالات کی کثرت اور انبیاء کرام سے اختلاف نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔" [3]

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً بِكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَسْئَلُوْا عَنْهَا»

---

[1] النساء: ۵۹۔ [2] المائدۃ: ۱۰۱۔ [3] مسند امام احمد بن حنبل ج:۲' ص:۳۱۳۔

”بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں‘ تم انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر فرمائی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ اشیاء کو حرام قرار دیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور کچھ اشیاء سے اس نے سکوت فرمایا ہے اور یہ بھولنے کی وجہ سے نہیں بلکہ تم پر رحمت کے پیش نظر ہے‘ لہٰذا ان کے بارے میں سوال نہ کرو۔“ [1]

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

«أَعْظَمُ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْيءٍ لَمْ يُحَرَمْ فَحُرِمَ مِنْ أَجْلِ مَسْئَالَتِهِ»

”مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے اسے حرام قرار دے دیا گیا۔“ [2]

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر سختی سے عمل کیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف وہی سوالات پوچھے جو ناگزیر تھے اور جن کے پوچھنے کی انہیں واقعتاً ضرورت تھی‘ چنانچہ قرآن و سنت کے صفحات شاہد ہیں کہ انہوں نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اصحاب کی طرح نہ تو بے معنی سوالات پوچھے اور نہ کسی کٹ حجتی سے کام لیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل کے انتہائی پاکباز تھے‘ علم کے اعتبار سے بے حد گہرے‘ تکلف میں سب سے کم‘ بیان کے اعتبار سے سب سے حسین‘ ایمان میں سب سے پکے‘ بات کے سب سے سچے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تقرب الٰہی کے سب سے اونچے مقام پر فائز تھے۔ یہی لشکر ایمان‘ عسکر قرآن اور عبادالرحمٰن تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد افتاء کے بلند منصب پر فائز ہوئے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور افتاء

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض سے تو کثرت سے فتاویٰ منقول ہیں اور بعض کے فتاویٰ کی تعداد انتہائی قلیل ہے جب کہ ان میں سے بعض کے فتاویٰ کی تعداد کثرت و قلت کے درمیان ہے‘ بہرحال ان صحابہ کرام کی تعداد ایک سو تیس سے بھی کچھ زیادہ ہے جن کے فتاویٰ محفوظ ہیں۔

---

[1] رزین بحوالہ جمع الفوائد ج:۱‘ ص:۴۱‘ حدیث:۲۷۶‘ المکتبہ الاسلامیہ‘ سمندری۔ [2] مسند امام احمد بن حنبل ج:۱‘ ص:۱۷۹۔

جن حضرات سے بکثرت فتاویٰ منقول ہیں' ان میں حضرت عمر فاروق' حضرت علی مرتضیٰ' عبداللہ بن مسعود' ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ' زید بن ثابت' عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاوی کو اگر جمع کیا جائے تو ان سے ایک بہت ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے' چنانچہ ایک بہت بڑے امام و محدث ابو بکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب نے امیر المؤمنین مامون کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کو مرتب کیا تو وہ بیس کتابوں پر مشتمل تھے۔ امام ابو محمد بن حزم اور حافظ ابن قیمؒ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقاعدہ فہرست مرتب فرمائی ہے جو منصب افتاء پر فائز تھے نیز انہوں نے یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ فتویٰ نویسی میں کثرت' قلت یا توسط کے کس درجہ پر فائز تھے' [1] بلکہ امام ابن حزم نے تو ان تابعین' تبع تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ کی ایک مفصل فہرست بھی مرتب فرمادی ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' بصرہ' کوفہ' شام' مصر اور دیگر علاقوں میں منصب افتاء پر فائز تھے۔ [2]

فتویٰ کون دے سکتا ہے؟

دین کا معاملہ چونکہ بے حد اہمیت کا حامل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے علم کے بغیر دین کے بارے میں بات کرنے کو حرام قرار دیا ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَـٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾
(الأعراف۷/ ۳۳)

''کہہ دو کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔'' [3]

---

[1] جوامع السیرۃ' امام ابن حزم ص:۳۱۹-۳۳۵۔ ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ ضلع گوجرانوالہ' اعلام الموقعین' امام ابن قیم ج:۱' ص:۳۹-۴۲۔ [2] ملاحظہ فرمایئے۔ الرسالة الثالثة' اصحاب الفتيا من الصحابة ومن بعدهم على مراتبهم فى كثرة الفتيا' یہ رسالہ جوامع السیرۃ میں ۳۱۹-۳۳۵) شامل ہے۔ [3] الاعراف:۳۳

اس آیت کریمہ میں اللہ نے محرمات کو چار مراتب میں تقسیم فرمایا ہے اور ان میں سے سب سے پہلے کم درجہ کی محرمات کو ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں ظاہروپوشیدہ بے حیائی کی باتیں' اور ان کے بعد انہیں ذکر کیا ہے جن کی حرمت ان سے شدید ہے' اور وہ ہیں گناہ اور ناحق زیادتی کرنا اور پھر اسے ذکر کیا ہے جس کی حرمت ان سے بھی شدید ہے' اور وہ ہے اللہ کی ذات گرامی کے ساتھ شرک کرنا اور آخر میں اسے ذکر کیا ہے جس کی حرمت ان سب سے شدید تھی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر بات کہنا خواہ وہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اسماء' صفات اور افعال کے بارے میں کہی جائے یا اس کے دین و شریعت کے بارے میں' اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ ٱلْكَذِبَ هَٰذَا حَلَٰلٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾ مَتَٰعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١١٧﴾ ﴾ (النحل ١٦/ ١١٦-١١٧)

"اور یونہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہوگا (جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے' مگر (اس کے بدلے) ان کو عذاب الیم ہوگا۔" [1]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال و احکام کے بارے میں علم کے بغیر بات کرنا حرام ہے۔ مفتی چونکہ اللہ تعالیٰ یا اسکے دین کے بارے میں بات بتاتا ہے لہذا اگر اسکی بات شریعت کے مطابق نہ ہو تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر بات کی ہے۔

ہاں البتہ اگر اس نے اجتہاد سے کام لیا ہو اور حق بات معلوم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو اور اس کے باوجود اس سے غلطی ہو گئی ہو تو پھر وہ اس وعید کا مصداق نہیں ہوگا' اس کی خطا معاف ہوگی بلکہ اجتہاد کرنے کی وجہ سے اسے اجروثواب بھی ملے گا لیکن اسے یہ احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ جو بات وہ اپنے اجتہاد کی بنیاد پر کہہ رہا ہو اس کے بارے میں اسے کتاب و سنت سے کوئی نص نہ ملی ہو تو اس کے بارے میں اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کرے کہ:

- اللہ تعالیٰ نے یہ حلال قرار دیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے یہ حرام قرار دیا ہے۔

---

[1] النحل: ١١٦ - ١١٧

- اللہ تعالیٰ نے یہ واجب قرار دیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے یہ مباح قرار دیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے۔

اس مسئلہ میں ائمہ سلف کس قدر محتاط تھے' اس کا اندازہ اس بات سے فرمایئے کہ امام مالک رحمہ اللہ جب کوئی مسئلہ اپنے اجتہاد اور رائے کی بنیاد پر بیان کرتے تو ساتھ ہی یہ آیت کریمہ تلاوت فرما دیا کرتے تھے کہ:

﴿ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾ ﴾ (الجاثیۃ ۴۵ / ۳۲)

"ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں ہے۔" [1]

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "جو شخص اپنے آپ کو منصب افتاء پر فائز کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وجوہ قرآن' اسانید صحیحہ اور سنن کا عالم ہو" آپ سے مروی ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ "فتویٰ دینا صرف اس آدمی کے لئے جائز ہے' جو کتاب و سنت کا عالم ہو۔"

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کسی شخص کے لئے اس وقت تک فتویٰ دینا حلال نہیں ہے جب تک وہ کتاب اللہ اور اس کے ناسخ و منسوخ' محکم و متشابہہ' تاویل و تنزیل' مکی و مدنی سورتوں اور ان کے معانی و مطالب سے آگاہ نہ ہو۔ حدیث رسول اللہ ﷺ' اس کے ناسخ و منسوخ اور قرآن مجید ہی کی طرح حدیث سے متعلق دیگر امور سے آگاہ نہ ہو۔ اسے لغت و شعر کا بھی اس قدر علم ہو جو قرآن و سنت کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے' مختلف علاقوں کے اہل علم کے اختلاف کا بھی اسے علم ہو نیز اسے طبعی ملکہ بھی حاصل ہو' اگر اس میں یہ باتیں موجود ہوں تو وہ حلال و حرام کے بارے میں فتویٰ دے سکتا ہے اور اگر یہ موجود نہ ہوں تو اسے فتویٰ نہیں دینا چاہئے۔" [2]

بہرحال اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں ایسی رائے کی بنیاد پر فتویٰ دینا حرام ہے جو کتاب و سنت کی نصوص کی مخالفت پر مبنی ہو یا نصوص نے جس رائے کو قبول کرنے کی شہادت نہ دی ہو' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ

---

[1] الجاثیہ: ۳۲۔ [2] اعلام الموقعین ج ۱' ص: ۷۸ - ۸۰۔

بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥٠﴾ ﴾

"پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" [1]

حضرت داود علیہ السلام سے مخاطب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ ﴾ (صٓ ۳۸/ ۲۶)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔" [2]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا۟ عَنكَ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۖ وَٱللَّهُ وَلِىُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ ﴾ (الجاثیة ۴۵/ ۱۸۔۱۹)

"پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستے پر (قائم) کر دیا تو اسی (رستے) پر چلے چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا' یہ اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ پرہیز گاروں کا دوست ہے۔" [3]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم کے بغیر فتویٰ دینے سے منع فرمایا ہے' چنانچہ مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] القصص: ۵۰۔ [2] ص: ۲۶۔ [3] الجاثیہ: ۱۸۔ ۱۹۔

«مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِي جَهَنَّمَ وَمَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ. . .»

"جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے کہی نہ ہو تو وہ اپنا گھر جہنم میں بنا لے اور جس شخص کو علم کے بغیر کوئی فتویٰ دیا گیا تو اسکا گناہ فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔ [1]

کتاب و سنت کے ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ صرف اس شخص کو دینا چاہیئے جس میں مکمل اہلیت ہو۔ مکمل اہلیت سے کیا مراد ہے' اس کے بارے میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کے اقوال مختلف ہیں۔ [2] فقہ حنفی کے مطابق جو واقعہ ابھی تک پیش ہی نہ آیا ہو اس کے بارے میں فتویٰ دینا واجب نہیں ہے۔ فتویٰ میں تساہل کا ثبوت دینا یا اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا حرام ہے۔ فتویٰ صرف اسی شخص کو دینا چاہیئے جو علما کے اقوال کو جانتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ علماء کے ان اقوال کا مصدر و ماخذ کیا ہے' اگر کسی مسئلہ میں اقوال مختلف ہوں تو اسے اس قول کی دلیل بھی معلوم ہونی چاہیئے جسے اس نے اختیار کیا ہوالغرض ہر اس بالغ عاقل مسلمان کے لئے فتویٰ دینا جائز ہے جو روایات کا حافظ' درایات سے واقف' طاعات کا محافظ اور شہوات و شبہات سے مجتنب ہو' خواہ مرد ہو یا عورت اور خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان [3] اس مسئلہ میں فقہاء مالکیہ' شافعیہ اور حنابلہ کے ارشادات بھی قریباً قریباً اسی کے ہم معنی ہیں۔ [4] حافظ ابن قیام نے آداب فتویٰ و مفتی و مستفتی پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ [5]

مفتی کا اپنے فتویٰ سے رجوع:

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر مفتی نے کوئی فتویٰ دیا ہو اور پھر وہ اپنے فتویٰ سے رجوع کرے اور مستفتی کو بھی اس کے رجوع کے بارے میں علم ہو جائے اور ابھی تک اس نے اس کے فتویٰ پر

---

[1] سنن ابی داؤد مع شرحہ عون المعبود ج:۱۰' ص:۶۵' دارالکتب العلمیۃ بیروت۔ [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے: البحرالرائق لابن نجیم ج:۶' ص:۲۸۹' مواہب الجلیل مع التاج والاکلیل ج:۶' ص:۹۴-۹۵' المجموع للنوی ج:۱' ص:۴۲' روضہ۔ الناظر ج:۲' ص:۴۴۱' اعلام الموقعین ج:۱' ص:۷-۳-۳۸' مکتبہ ابن تیمیہ' قاہرہ۔ [3] الفتاوی الھندیہ ج:۳' ص:۳۰۹-۳۱۰' البحرالرائق لابن نجیم ج:۶' ص:۲۹۱۔ [4] ملاحظہ فرمایئے: التاج والاکلیل مع مواہب الجلیل ج:۶' ص:۹۱' المجموع للنووی ج:۱' ص:۴۵' کشاف القناع للبھوتی الحنبلی ج:۶' ص:۲۴۲۔ [5] اعلام الموقعین ج:۴' ص:۱۹۹-۳۳۰' مکتبہ ابن تیمیہ' القاہرۃ۔

عمل نہ کیا ہو تو اس کے لئے ایک قول کے مطابق اس کے اس پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ محض مفتی کے رجوع کی وجہ سے اس کے پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام نہیں ہو گا بلکہ اسے چاہیئے کہ اس کے متعلق کسی اور مفتی سے بھی فتویٰ طلب کرے اور اگر دوسرے مفتی کا فتویٰ اس کے پہلے فتویٰ کے مطابق ہو تو اس پر عمل کرے اور اگر وہ اس کے دوسرے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دے اور کسی اور نے بھی اس کے اس دوسرے فتویٰ کے خلاف فتویٰ نہ دیا ہو تو پھر پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام ہو گا اور اگر کسی شہر میں مفتی ہی ایک ہو تو پھر اس سے یہ پوچھ لے کہ اس نے اپنے پہلے فتویٰ سے رجوع کیوں کیا ہے؟ اگر اس کے رجوع کا سبب یہ ہو کہ اس نے اس مسئلہ میں کسی دوسرے قول کو اختیار کر لیا ہے جب کہ پہلا قول بھی درست ہے تو اس صورت میں پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام نہ ہو گا اور اگر اس کے رجوع کا سبب یہ ہو کہ اس کا پہلا فتویٰ صحیح نہیں تھا اور اس میں اس سے غلطی ہو گئی ہے تو پھر اس کے مطابق عمل کرنا حرام ہے بشرطیکہ اس کے رجوع کا سبب یہ ہو کہ اس کا پہلا فتویٰ شرعی دلیل کے خلاف ہو اور اگر اس کا رجوع محض اس وجہ سے ہو کہ وہ اس کے مذہب کے خلاف ہے تو پھر مستفتی کے لئے اس کے مطابق عمل کرنا حرام نہیں ہو گا۔ [1]

کیا مستفتی کو بتانا ضروری ہے؟

اگر مفتی اپنے فتویٰ سے رجوع کر لے یا اس کے اجتہاد میں کوئی تبدیلی رونما ہو جائے تو کیا اس کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ مستفتی کو بھی اس کے بارے میں مطلع کرے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مفتی کو یہ معلوم ہو کہ فتویٰ دینے میں اس سے غلطی ہو گئی ہے اور اس کا فتویٰ کتاب و سنت کی کسی ایسی نص کے خلاف ہے جس کے مقابلہ میں کوئی اور نص موجود نہیں ہے یا اس کا فتویٰ اجماع امت کے خلاف ہے تو اس صورت میں اسے چاہیئے کہ وہ مستفتی کو مطلع کرے اور اگر اسے یہ معلوم ہے کہ اس کا فتویٰ صرف اس کے اپنے فقہی مذہب یا اپنے امام کے قول کے خلاف ہے تو اس صورت میں مستفتی کو مطلع کرنا واجب نہیں ہے۔ [2]

---

[1] اعلام الموقعین ج:۴، ص:۱۹۹۔۳۳۰۔ [2] اعلام الموقعین ج:۴، ص:۱۱۹۔۳۳۰، المجموع للنووی ج:۱، ص:۴۵۔۴۶، مختصر الطحاوی ص:۳۲۷، قوانین الاحکام الشرعیہ۔ لابن جزی المالکی ص:۳۲۲، طبع دار العلم بیروت ۱۹۷۴۔

لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ افتاء کی شرائط کو پورا کرتا ہو اور فتویٰ دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو تاکہ وہ اس حدیث کا مصداق نہ ہو جسے علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ - وَفِيْ رِوَايَةٍ - قَوْمٌ رُءُوْسٌ جُهَّالٌ يَفْتُوْنَ النَّاسَ فَيَضِلُّوْنَ وَيُضِلُّوْنَ»

”آخر زمانے میں کچھ ایسے لوگ ---اور ایک روایت میں ہے کہ--- کچھ ایسے جاہل لوگ پیدا ہوں گے جو لوگوں کو فتویٰ دیں گے، مگر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد علامہ خطیب بغدادیؒ رقمطراز ہیں کہ مسلمانوں کے امام و حاکم کو چاہیئے کہ وہ مفتی حضرات کے حالات کا جائزہ لے، ان میں سے جو فتویٰ دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو تو برقرار رکھے اور جو اس صلاحیت سے محروم ہو تو اسے فتویٰ دینے سے منع کر دے اور کہے کہ اگر وہ آئندہ باز آیا تو اسے سزا دی جائے گی۔ اسی احتیاط کے پیش نظر خلفاء بنی امیہ کا یہ معمول تھا کہ وہ موسم حج میں مکہ مکرمہ میں مفتیوں کا تقرر کر دیتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ ان مفتیان کرام کے علاوہ کسی اور سے فتویٰ طلب نہ کیا جائے۔“[1]

علامہ خطیب بغدادیؒ نے اس جگہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور علم کے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں کسی کو بھی فتویٰ نہ دیتا۔ اسی طرح علامہ ابن نجیم نے ”شرح الروض“ کے حوالہ سے یہ ذکر کیا ہے کہ حاکم وقت کو چاہیئے کہ وہ اپنے زمانے کے مشہور اہل علم سے یہ پوچھے کہ فتویٰ دینے کی صلاحیت سے کون بہرہ ور ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو فتویٰ دینے سے منع کر دے جو اس صلاحیت سے محروم ہوں اور باز نہ آنے کی صورت میں انہیں سزا بھی دے۔[2] علامہ خطیب بغدادی، حافظ ابن قیم اور دیگر اہل علم نے بھی ائمہ کرام و فقہاء عظام کے ارشادات اس مسئلہ سے متعلق بیان فرمائے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر سردست ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

---

[1] الفقیہ والمتفقہ ج: ۲، ص: ۱۵۲-۱۵۳، طبع اول، دارالافتاء السعودیہ ۱۳۸۹ھ [2] البحرالرائق ج: ۶، ص:۲۸۶۔

افتاء واستفتاء کی تاریخ

افتاء و استفتاء کا سلسلہ چونکہ خود حضور اکرم ﷺ کے مبارک عہد ہی سے شروع ہوتا ہے اس لئے اس کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود دین اسلام کی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے کیونکہ آپ ہی مہبط وحی، شارح اسلام اور مرجع خلائق تھے۔

آپ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس منصب پر فائز تھے، جن جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی طرف لوگ رجوع کیا کرتے تھے ان میں سے مدینہ منورہ میں خلفاء راشدین کے علاوہ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن عمر اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، کوفہ میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، بصرہ میں حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، شام میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما، اور مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ تاریخ کے صفحات میں قریباً ایک سو تیس حضرات صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی محفوظ ہیں جو مسند افتاء پر فائز تھے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے عہد کے بعد جلیل القدر تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ علیہم منصب افتاء پر فائز رہے ان میں چند نمایاں شخصیتوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) سعید بن مسیب (۲) سعید بن جبیر (۳) عروہ بن زبیر (۴) عکرمہ (۵) مجاہد (۶) عطا (۷) علقمہ (۸) قاضی شریح (۹) یزید بن ابی حبیب (۱۰) لیث بن سعد رحمہم اللہ علیہم

یہ چند اسماء گرامی ہم نے "مشتے نمونہ از خروارے" ذکر کئے ہیں، تفصیل کے شائقین حافظ ابن حزمؒ کی کتاب "جوامع السیرۃ" اور حافظ ابن قیمؒ کی شہرہ آفاق کتاب "اعلام الموقعین" کی طرف رجوع فرمائیں۔

اگرچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں بھی فتاوی کے سلسلے میں مجتہدین میں بعض مسائل میں اختلاف رائے موجود تھا لیکن تدوین فقہ کے دور میں اختلاف کی اس خلیج میں مزید وسعت پیدا ہوگئی اور اس کے نتیجے میں فقہاء دو گرہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں ایک اہلحدیث کا گروہ تھا جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ کی بنیاد پر فتویٰ دیتا تھا۔ اس گروہ میں

علماء حجاز کی غالب اکثریت شامل تھی۔ دوسرا گروہ اہل الرائے کا تھا جو نصوص شرعیہ کی تشریح ان کے عقلی معنی و مفہوم کی روشنی میں کرنے پر زور دیتا تھا' اس گروہ میں فقہاء عراق کی غالب اکثریت شامل تھی۔

اس دور کے بعد فتاویٰ کا اجرا اجتہاد کے بجائے تقلید کی بنیاد پر ہونے لگا کیونکہ ایک تو خلافت اسلامیہ کی وحدت ختم ہو گئی' دوسرے ائمہ و فقہاء کے مقلدین مختلف گروہوں میں بٹ گئے' ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوئی کہ نااہل لوگ اجتہاد کے مدعی بن بیٹھے یا صحیح اجتہاد کے اہل علماء کے صحیح مجتہدانہ فتاویٰ کو خلاف اسلام ثابت کر کے ان پر کفر کے فتوے لگانے لگے' اندھی تقلید کی وجہ سے جو ناگفتہ بہ صورت حال پیدا ہوئی اس کا شکوہ کرتے ہوئے سلطان العلماء عزبن عبدالسلام نے بجا فرمایا ہے کہ:

"یہ انتہائی تعجب انگیز بات ہے کہ فقہاء مقلدین کو اپنے امام کے ماخذ کے ضعف کا بھی علم ہوتا ہے اور اس کے مداوا کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود وہ اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور اپنے امام کی تقلید اور مذہبی جمود کے باعث انہیں کتاب وسنت اور صحیح قیاس کو ترک کر دینے میں کوئی حجاب نہیں ہوتا بلکہ کتاب وسنت کے واضح نصوص کو ترک کر دینے اور اپنے امام کی طرف سے دفاع کرنے کے لئے ایسی ایسی بعید از قیاس اور باطل تاویلوں سے کام لیتے ہیں۔

لیکن الحمدللہ ہر دور میں اہل حق کا --- آلام و مصائب کا تختۂ مشق بننے کے باوجود --- ایک ایسا مقدس گروہ بھی رہا ہے' جنہوں نے اپنے افکار و نظریات اور اپنے فتاویٰ یا مسائل کی بنیاد قیل و قال اور آراء الرجال کے بجائے ہمیشہ کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ پر رکھی۔ سلف امت حضرات صحابہ کرام و تابعین کے بعد بھی ہر دور میں ایسے بے شمار اساطین علم و فضل رہے جو حاملین کتاب وسنت کی اسی سلک مروارید سے منسلک ہیں اور ان کی کتب اور فتاوی کے مجموعوں سے آج بھی دنیا اکتساب ضیاء کر رہی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل' حضرت امام بخاری' شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم' حافظ دنیا ابن حجر عسقلانی' شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب' امام قاضی محمد بن علی شوکانی اور دیگر ائمہ و فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم جو حیطہ شمار سے باہر ہیں اسی مسلک سلف کے ترجمان ہیں۔ ادھر برصغیر پاک و ہند میں حضرت

شاہ ولی اللہ' ان کے صاحبزادگان گرامی اور نبیرہ عالی مقام حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نواب والاجاہ حضرت نواب سید محمد صدیق حسن خاں' شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے بے شمار شاگردان رشید بالخصوص استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی' حضرت علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی' حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری وغیرہم کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ برصغیرپاک و ہند کے ان علماء میں سے جن کے فتاویٰ کو بطور خاص شرف پذیرائی حاصل ہوا ان میں سے شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کا "فتاویٰ نذیریہ" شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ اور ان کا "فتاویٰ ثنائیہ" حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ اور ان کا "مجموعہ فتاویٰ" حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور ان کا "فتاویٰ سلفیہ" حضرت مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی اور حضرت العلام امام محمد محدث گوندلویؒ اور ان کے فتاویٰ کے مجموعے ہیں۔ اس وقت ان حضرات مفتیان کرام اور ان کے فتاویٰ کے مجموعوں کی تفصیلات و خصوصیات بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ قلم برداشتہ چند باتیں فتاوی کے اردو ترجمہ کی تقریب اشاعت و طباعت کی مناسبت سے نوک قلم پر آگئی ہیں۔

یہ فتاوی برادر اور عظیم اسلامی ملک سعودی عرب کے حسب ذیل حضرات مفتیان کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے:

* سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ تعالیٰ
* فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح بن عثیمین حفظہ اللہ تعالیٰ
* فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین حفظہ اللہ تعالیٰ

علاوہ ازیں اس میں دارالافتاء کی مستقل کمیٹی کے فتاویٰ اور فقہی کونسل کی قراردادیں بھی شامل ہیں۔

یہ مجموعہ فتاویٰ بھی مسلک سلف کا ترجمان ہے' اس میں بھی ایک ایک فتویٰ کا کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیا گیا ہے۔ فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالعزیز المسند حفظہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مذکورہ بالا حضرات مفتیان کرام و شیوخ عظام کے فتاویٰ کے اس مجموعہ کو بہت ہی احسن انداز میں مرتب فرمایا۔ جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ

برادر مکرم فضیلۃ الشیخ عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ

انہوں نے اُردو قارئین کرام کے لئے اس عظیم مجموعہ فتاویٰ سے استفادہ کی راہیں آسان کیں اور اسے دارالسلام کی جمیل و جلیل روایت کے مطابق نہایت سلیقہ سے زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا اہتمام فرمایا ہے۔

جَزَاهُ اللهُ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ»

محمد خالد سیف

اسلام آباد

۲۰-۵-۱۴۱۸ھ / ۲۳-۹-۱۹۹۷م

تمہید

نواقض اسلام

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جان لیجئے! نواقض اسلام دس ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی بندگی میں شرک کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾
(النساء٤/ ١١٦)

”یقیناً اللہ تعالیٰ اس (جرم) کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ جو گناہ چاہے گا معاف کر دے گا۔“

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ ﴾ (المائدة٥/ ٧٢)

”جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔“ یاد رکھئے کہ: جن یا قبر کے لیے ذبح کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

② جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بناتا ہے' انہیں پکارتا ہے اور ان سے سفارش کا سوال کرتا ہے اور ان پر بھروسہ کرتا ہے' وہ بالاجماع کافر ہے۔

③ جو شخص مشرکین کو کافر نہیں سمجھتا یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔

④ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے علاوہ کسی اور کی ہدایت زیادہ کامل ہے یا یہ اعتقاد رکھے کہ کسی دوسرے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زیادہ بہتر ہے مثلاً وہ آدمی جو طاغوت کے فیصلے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر ترجیح دیتا ہے۔ تو ایسا شخص کافر ہے۔

(۵) جو شخص رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی بھی چیز سے بغض رکھے اگرچہ وہ اس پر عمل بھی کرتا ہو' کافر ہے۔

(۶) جو شخص رسول اللہ ﷺ کے دین میں سے کسی بھی چیز یا اس کی جزا و سزا کا مذاق اڑائے وہ کافر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝٦٥ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ﴾ (التوبۃ۹/ ۶۵-۶۶)

"آپ فرما دیجئے' کیا تم اللہ تعالیٰ' اس کے احکام اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو' تم بہانے نہ بناؤ' تم اپنے اظہار ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو"

(۷) جس شخص نے جادو کیا یا اسے پسند کیا' وہ کافر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۰۲)

"(شہر بابل میں ہاروت اور ماروت) دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں' تم کفر میں نہ پڑو۔"

(۸) مسلمانوں کے خلاف مشرکین سے تعاون کرنا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝٥١ ﴾ (المائدۃ۵/ ۵۱)

"اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا یقیناً وہ انہی میں شمار ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔"

(۹) جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ کچھ لوگوں کو شریعت محمدیہ سے باہر رہنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے حضرت خضرؑ کو باہر رہنے کی اجازت تھی تو وہ کافر ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے دین سے روگردانی کرنا' کہ وہ اسے سیکھتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَآ ۚ إِنَّا مِنَ ٱلْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ۝٢٢ ﴾ (حمٓ السجدۃ۳۲/ ۲۲)

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جسے اس کے پروردگار کی نشانیاں یاد دلائی جائیں' پھر وہ ان سے منہ پھیرے رہے' ہم مجرموں سے بدلہ لے کر رہیں گے۔"

تمام نواقض کے بارے میں جو شخص بھی ان کا ارتکاب کرے گا خواہ مذاقاً کرے' سنجیدگی میں کرے یا خائف ہو کر کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ایک ہی حکم ہے۔ سوائے مجبور آدمی کے

جس پر زبردستی کی جائے۔ یہ سب چیزیں انتہائی خطرناک ہیں۔ اور یہ عام طور پر وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ ان سے بچ کر رہے اور اپنے معاملے میں ان سے ڈرے ہم اللہ تعالیٰ کے غصے اور اس کے درد ناک عذاب کو واجب کرنے والی چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔"

عقیدے کا نفاق

نفاق کی دو قسمیں ہیں: 1 اعتقادی، 2 عملی

اعتقادی نفاق چھ قسم کا ہے اس کا مرتکب جہنمی ہے:

① رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنا۔
② رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے کسی حصے کی تکذیب کرنا۔
③ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا۔
④ شریعت محمدیہ کے کسی حصے سے بغض رکھنا۔
⑤ (اہل ایمان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) دین مصطفیٰ ﷺ کی پستی پر خوشی کا اظہار کرنا۔
⑥ غلبۂ دین مصطفیٰ ﷺ کو ناپسند کرنا۔

باب: 1

قبروں کی زیارت اور ان سے وسیلہ پکڑنے کا حکم

سوال ۱ قبروں کی زیارت' مزاروں سے وسیلہ لینے اور (چڑھاوے کے طور پر) وہاں مال اور دنبے وغیرہ لے جانے کا کیا حکم ہے؟ جیسا کہ (لوگ) سید البدوی (سوڈان میں)' سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما (عراق میں) اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (مصر) کی قبور (پر کرتے) ہیں۔ جواب سے مستفید فرمائیں اللہ آپ کے علم میں برکت دے۔ (آمین)

جواب زیارت قبور کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں ایک اہل قبور پر رحم و شفقت کرنے' ان کے حق میں دعا کرنے' موت کو یاد رکھنے اور آخرت کی تیاری کے اعتبار سے جائز بھی ہے اور مطلوب بھی' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الآخِرَةَ»

"قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان کی زیارت کیا کرتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی۔ یہ قسم مردوں کے لئے خاص ہے عورتوں کے لئے نہیں۔

جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو ان کے لئے قبروں کی زیارت جائز نہیں' بلکہ انہیں اس کام سے منع کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حکم ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ زیارت قبور کے وقت ان کی بے صبری اور آہ و فغاں کی وجہ سے فتنہ برپا ہونے اور ان کے اپنے اوپر فتنے کے غالب آنے کا امکان ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کا قبرستان تک جنازوں کے پیچھے جانا بھی ناجائز ہے کیونکہ صحیح حدیث میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

«نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا»(صحیح البخاری)

"ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ (یعنی ساتھ جانا) ہم پر واجب بھی تو نہیں کیا گیا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ ان (عورتوں) کی وجہ سے اور ان کے اپنے لئے فتنوں کے برپا ہونے اور

قلت صبر کے خدشہ کی بنا پر انہیں جنازوں کے پیچھے (ساتھ) قبرستان تک جانے سے منع کیا گیا ہے اور اس حرمت کی اصل بنیاد' اللہ ذوالجلال کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾ (الحشر ۵۹/ ۷)

"رسول اللہ ﷺ (شرعی امور میں) تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو۔ (اس پر عمل کرو) اور جس سے وہ تمہیں منع کریں اس سے تم رک جاؤ۔"

البتہ نماز جنازہ کی ادائیگی میں مردوں اور عورتوں' سب کا شامل ہونا جائز ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات ثابت ہے۔ ہاں! ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے کہ "ہم پر جنازوں کے پیچھے چلنا واجب بھی تو نہیں کیا گیا۔" عورتوں کا جنازوں کے پیچھے آنے کا جواز بالکل نہیں نکلتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے' روکنے والا حکم' منع کے حکم میں ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی اپنی بات ان کے اجتہاد کی بنا پر ہے کہ جس کا سنت کے ساتھ کوئی معارضہ نہیں۔

دوسری قسم بدعی ہے: اور وہ یہ کہ زیارت کرنے والا اہل قبور سے اپنے لئے دعا اور مدد طلب کرے یا ان کے نام پر (جانور) ذبح کرے یا ان کے نام کی نذر نیاز دے۔ یہ قطعی طور پر ممنوع اور "شرک اکبر" ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہیں۔ ان (بدعتوں) سے ملتے جلتے کام یہ بھی ہیں کہ ان کے پاس آکر (تبرکا) دعا مانگے' نماز پڑھے یا تلاوت کرے۔ یہ بدعت ہے اور بالکل جائز نہیں۔ یہ ساری باتیں "وسائل شرک" میں سے ہیں۔ درحقیقت اس موضوع سے متعلق تین اقسام بنتی ہیں:

قسم اول: جائز: اور وہ یہ ہے کہ زیارت قبور' آخرت کو یاد کرنے اور اہل قبور کے حق میں دعا کرنے کی خاطر ہو۔

قسم دوم: بدعت: اور وہ یہ ہے کہ قبروں کے پاس (تبرکا) تلاوت کرنا' نماز پڑھنا اور ان کے پاس (جانور) ذبح کرنا تو یہ بدعت اور وسائل شرک میں سے ہے۔

قسم سوم: شرک اکبر: اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص قبر کی زیارت کرے تاکہ صاحب قبر (مدفون) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (قبر پر) جانور ذبح کرے اور اس ذبیحہ کے ذریعے سے صاحب قبر کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس قبر والے (مردے) سے دعا مانگے یا اس سے مدد طلب کرے' چاہے وہ مدد کشف مصیبت کے لئے ہو یا دشمن کے مقابلے میں غلبے کے لئے ہو۔

ان تمام بدعی زیارتوں سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

نیز اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ جس کو (مدد یا دعا وغیرہ کے لئے) پکارا جا رہا ہے وہ نبی ہو یا کوئی نیک صالح آدمی ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو۔ (اس معاملے میں کسی کم یا زیادہ نیک کے درمیان کوئی فرق نہیں) چاہے ایسا کرنے والا رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس آکر دعا وغیرہ کرے، چاہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ، چاہے شیخ البدوی، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا کسی اور (بزرگ) کی قبر کے پاس آکر یہ کام کرے، سب برابر ہے جیسا کہ جاہل لوگ کرتے ہیں۔ بس اللہ ہی مددگار ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

کاہنوں اور نجومیوں سے دریافت کرنے کا حکم

سوال ۲ میرے والد صاحب عرصہ دراز سے نفسیاتی مریض ہیں، اس دوران کئی بار ہسپتال سے بھی رجوع کیا گیا۔ لیکن بعض عزیزوں نے مشورہ دیا کہ فلاں عورت سے رابطہ قائم کریں وہ ایسے امراض کا علاج کر سکتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ اسے صرف مریض کا نام بتائیں وہ مکمل تشخیص کے بعد علاج تجویز کر دے گی۔ کیا ہمارے لیے ایسی عورت کے پاس جانا جائز ہے؟

جواب اس عورت اور اس جیسی (دوسری) عورتوں کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق ان کاہنوں اور نجومیوں سے ہے جو علاج کے لیے جنوں سے مدد لیتے اور علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً»

(صحيح مسلم ومسند أحمد)

”جو شخص کسی نجومی کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“

آپ ﷺ ہی کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»(سنن أربعة، مستدرك حاكم، مسند بزار، المعجم الأوسط)

”جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آئے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس

شریعت کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔"

اس مفہوم کی کئی ایک احادیث موجود ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں اور ان کے پاس حاضر ہونے والوں کا انکار واجب ہے۔ ایسے لوگوں سے سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا بھی ناجائز ہے۔ ایسے لوگوں کا معاملہ حکمرانوں کے سامنے پیش کرنا چاہیئے تا کہ وہ اپنے اعمال کی سزا پا سکیں۔ ایسے لوگوں کو یوں کھلا چھوڑ دینا اسلامی معاشرے کے لیے نقصان دہ ہونے کے علاوہ ناواقف اور سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دہی کا موجب ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ" (صحیح مسلم)

"تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگوں کا معاملہ حکام بالا جیسے کہ گورنر' ادارہ امربالمعروف یا عدالت کے سامنے پیش کرنا زبان سے منع کرنے کے مترادف اور نیکی و تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کے ضمن میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے امور کی انجام دہی کی توفیق عطا فرمائے جن میں ان کی بہتری اور ہر طرح کی برائی سے سلامتی کی ضمانت ہو۔ (آمین)

---- شیخ ابن باز ----

اللہ تعالیٰ کے احکام پر اعتراض کرنے کا حکم

سوال ۳ ایسے شخص کا کیا حکم ہے جو کہتا ہو چونکہ بعض شرعی احکام جدید تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتے لہٰذا ان پر نظرثانی اور ان میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس کی مثال وراثت کی تقسیم کے بارے میں شریعت کا یہ معروف اصول ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے؟

جواب وہ احکام جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع قرار دیا ہے اور ان کی وضاحت قرآن مجید میں یا رسول اللہ ﷺ کی زبانی احادیث مبارکہ میں فرما دی ہے۔ مثلاً احکام وراثت' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ و دیگر ایسے شرعی احکام جن پر امت کا اجماع ہے تو کسی شخص کو ان پر

اعتراض کرنے یا ان میں کمی بیشی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے' کیونکہ ایسے احکام شرعیہ عصر نبوی ﷺ سے لے کر قیامت تک محکم شریعت کا حکم رکھتے ہیں۔ ان احکام میں وراثت کے حوالے سے مرد کو عورت پر ترجیح بھی شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس امر کی تصریح فرما دی ہے اور علماء امت کا اس پر اجماع بھی ہے' لہٰذا ایسے احکام پر مکمل اعتقاد اور ایمان کے ساتھ عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ جو شخص ایسے احکام کے برعکس کو موزوں تر سمجھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے احکام کی مخالفت کو جائز قرار دینے والا بھی کفر کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ پر معترض ہے۔ بناء بریں اولوا الامر کی ذمہ داری ہے کہ معترض کے مسلمان ہونے کی صورت میں اسے توبہ کرنے کے لیے کہیں۔ اگر وہ توبہ سے انکار کرے تو ایسا شخص کفر و ارتداد کی بناء پر واجب القتل ہے کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ»(صحيح البخاري، مسند أحمد١/ ٢، ٥/ ٢٣١، سنن ترمذي، سنن أبي داود، سنن النسائي وسنن ابن ماجة)

"جو شخص مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔"

ہم اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے فتنوں کی گمراہیوں اور شریعت مطہرہ کی مخالفت سے سلامتی کے لیے دعا گو ہیں۔

---- شیخ ابن باز ----

عید میلاد کا حکم

سوال ۴ عید میلاد النبی ﷺ منانے کا کیا حکم ہے؟

جواب شریعت مطہرہ میں عید میلاد منانے کی کوئی اصل نہیں ہے' بلکہ یہ محض بدعت ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»(متفق عليه)

"جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے تو وہ مردود ہے۔"

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»(صحيح مسلم، سنن أبي داود، سنن ابن ماجة ومسند أحمد٢/ ١٤٦)

یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں نہ تو خود یوم میلاد منایا اور نہ ہی

اس کا حکم صادر فرمایا' اسی طرح خلفاء راشدین اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کا اہتمام نہیں فرمایا حالانکہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑھ کر اس سے محبت کرنے والے اور سب سے زیادہ شریعت اسلامیہ کی اتباع کرنے والے تھے۔

اس سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ عید میلاد کا تعلق شرع محمدی کے ساتھ ہرگز نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہوتا یا اس کا حکم فرمایا ہوتا یا کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے ایسا کیا ہوتا تو نہ صرف یہ کہ ہم سب سے پہلے یہ سب کچھ کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس امر کی دعوت دیتے کیونکہ ہم بحمد اللہ سب لوگوں سے بڑھ کر اتباع سنت کے حریص اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کی تعظیم بجالانے والے ہیں۔ ہم اللہ رب العزت سے دعاگو ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھے اور اپنی پاکیزہ شریعت کی مخالفت سے بچائے۔ (آمین)

---- شیخ ابن باز ----

ہمیں بے نماز رشتے داروں سے کیا سلوک کرنا چاہیئے؟

سوال ۵ میرے خاوند کا ایک بھائی ہے جو کبھی کبھار ہی نماز پڑھتا ہے' جب کہ میں اپنے خاوند کے خاندان کے ساتھ ہی رہتی ہوں۔ جماعت کھڑی ہونے کے باوجود وہ لوگ اس کی مجلس میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ میں اسے سمجھانے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہوں' تو کیا اس صورت میں مجھے گناہ ہو گا؟

جواب اگر وہ شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس سے قطع تعلق ضروری ہے۔ اس کے تائب ہونے تک نہ تو اسے سلام کہیں اور نہ ہی اس کے سلام کا جواب دیں۔ کیونکہ ترک نماز بڑا کفر ہے' اگرچہ وہ اسکے وجوب کا انکار نہ ہی کرے۔ یہی قول اقرب الی الصواب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»(سنن ترمذی رقم۲۶۲۳، سنن نسائی، سنن ابن ماجة رقم۱۰۷۹، مسند أحمد، ۳۴۶/۵، مستدرك الحاكم۷/۱، سنن الدارمی، السنن الكبرى للبيهقی۳۶۶/۳، مصنف ابن ابی شیبة۳۴/۱۱، وصحیح ابن حبان رقم۱۴۵۴)

''ہمارے اور ان (کفار) کے

یقیناً کفر کیا۔"

نیز آپ کا ارشاد مبارک ہے:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلاَةِ»(صحیح مسلم)

"مسلمان اور کفرو شرک کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔"

اگر وہ شخص نماز کے وجوب کا منکر ہے تو وہ علماء کے اجماع کی رو سے کافر ہے۔ اسکے گھر والوں پر واجب ہے کہ اسے سمجھائیں اور اس سے بہت جلد توبہ کروائیں' اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے تعلقات ختم کر دیں اور اسکا مقدمہ شرعی حکمران کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے' تاوقتیکہ وہ توبہ کرے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر' بصورت دیگر قتل کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ ﴾ (التوبۃ۹/ ۵)

"اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

«نُهِيتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ»

"مجھے نمازیوں کے قتل سے روک دیا گیا ہے۔"

یہ اس امر کی دلیل ہے' کہ بے نماز کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ شرعی عدالت کے سامنے توبہ نہیں کرتا تو اس کے قتل سے کوئی چیز مانع نہیں۔

----شیخ ابن باز----

غیر مسلم ملازمہ کا حکم

سوال ٦ میں نے گھریلو ملازمہ کے حصول کے لیے متعلقہ لوگوں سے درخواست کی تو مجھے بتایا گیا کہ جس ملک میں ملازمہ کے حصول کی خواہشمند ہوں وہاں سے کسی مسلمان ملازمہ کا ملنا ناممکن ہے۔ کیا میرے لیے غیر مسلم ملازمہ کا لانا جائز ہے؟

جواب جزیرۃ العرب میں غیر مسلم خادمہ یا خادم کا لانا ناجائز ہے' اسی طرح غیر مسلم مزدور بھی جزیرۃ العرب میں رکھنا ناجائز ہے' اس لیے کہ نبی ﷺ نے جزیرۃ العرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال باہر کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ جزیرۃ العرب سے تمام مشرکین کو نکال دیا جائے۔

نیز اس لیے بھی کہ غیر مسلم مرد و زن کو یہاں لانا مسلمانوں کے عقائد و اعمال اور تربیت اولاد کے سلسلے میں خطرے سے خالی نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے فتنے و فساد کی جڑ کاٹنے کی غرض سے جزیرۃ العرب میں غیر مسلموں کی آمد کو روکنا از بس ضروری ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

خون سے غسل کرنے کا حکم

سوال ۷ میری والدہ بیمار تھی۔ کئی ہسپتالوں میں علاج و معالجہ کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہوا' آخر کار وہ ایک کاہن کے پاس چلی گئی۔ کاہن نے اسے بکری کے خون سے غسل کرنے کو کہا۔ چونکہ میری والدہ اس بارے میں شرعی حکم سے آگاہ نہ تھی لہٰذا اس نے کاھن کے حکم کی تعمیل میں خون سے غسل کر لیا۔ ہمیں بتائیے کیا اس گناہ کی پاداش میں ہم پر کوئی کفارہ ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟ جزاکُمُ اللّٰہُ خیراً۔

جواب کاہنوں' نجومیوں' جادوگروں اور شعبدہ باز قسم کے لوگوں کے پاس جانا اور ان سے کسی مسئلے کا حل چاہنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ان سے کچھ دریافت کرنا اور ان کی تصدیق کرنا بھی ناجائز بلکہ کبیرہ گناہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً»
(صحيح مسلم ومسند أحمد)

"جو شخص کسی کاہن و نجومی کے پاس آئے' اس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔"

ایک جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

«مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ»(سنن أربعة، مستدرك حاكم، مسند بزار، المعجم الأوسط)

"جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آئے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس نے شریعت محمدیہ کا انکار کیا۔"

نیز فرمایا کہ:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ، وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»(مسند بزار بإسناد جيد)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو جادو کرتا ہے یا اس کے لیے جادو کیا جاتا ہے' یا وہ کہانت کرتا ہے یا اس کے لیے کہانت کی جاتی ہے یا وہ بدشگونی کرتا ہے یا اس کے لیے بدشگونی لی جاتی ہے اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جاتا اور اس کی تصدیق کرتا ہے تو اس نے شریعت محمدیہ کا انکار کیا۔"

جہاں تک خون سے غسل کرنے کا تعلق ہے تو خون نجس اور حرام چیز ہے اور ناپاک چیزوں سے علاج کرنا ناجائز ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَتَدَاوُوْا وَلاَ تَتَدَاوُوْا بِحَرَامٍ»(كنز العمال ٢٨٣٢٤ ومشكاة المصابيح ٤٥٣٨)

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیماری اور علاج کو نازل فرمایا اور ہر بیماری کے لیے علاج بھی بنایا لہٰذا علاج کیا کرو اور حرام (چیزوں) سے علاج نہ کرو۔"

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے:

«إِنَّ اللهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيْمَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ»(سنن البيهقى وابن حبان)

"اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں قطعاً تمہاری شفاء نہیں رکھی۔"

ان دلائل کی روشنی میں مذکورہ عورت پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنا واجب ہے۔ وہ آئندہ کے لیے ایسا کرنے سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ صدق دل سے توبہ کرنے والوں کو معاف فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴿٣١﴾ ﴾

(النور ٢٤/ ٣١)

"اے ایمان والو تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

---- شیخ ابن باز ----

بچوں کے پیٹ پر چمڑے وغیرہ کا ٹکڑا رکھنا

سوال ۸ کیا شیر خوار یا بڑی عمر کے بچوں کے پیٹ پر کپڑے یا چمڑے وغیرہ کا ٹکڑا رکھنا جائز ہے؟ ہم لوگ کپڑے یا چمڑے کا ٹکڑا چھوٹی بڑی عمر کے بچوں کے پیٹ پر رکھ دیتے ہیں۔ امید ہے آپ ہمیں اس بارے میں آگاہ فرمائیں گے۔

جواب اگر بچوں کے پیٹ پر چمڑے یا کپڑے کا ٹکڑا رکھنے کا وہی مقصد ہوتا ہے جو تعویذات کا ہوتا ہے' یعنی اس سے نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنا' تو یہ حرام بلکہ بعض اوقات شرک ہے' ہاں اگر ایسا کسی صحیح مقصد کے تحت کیا جائے مثلاً بچے کی ناف کو متورم ہونے سے بچانا یا پیٹھ کو مضبوطی سے باندھنا' تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

---- دارالافتاء' کمیٹی ----

تعویذ کی طرح بچے کے پاس چھری رکھنا

سوال ۹ بعض لوگ اپنے بچوں کو جنوں کے شر سے بچانے کے لئے ان کے پاس چھری رکھ دیتے ہیں' کیا یہ کام درست ہے؟

جواب یہ عمل منکر ہے' چونکہ شرعاً اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں لہٰذا ناجائز ہے۔ اس بارے میں مشروع طریقہ یہ ہے کہ بچوں پر اس طرح دم کیا جائے جس طرح نبی ﷺ حضرت حسن اور حسین ؓ کو کیا کرتے تھے' جس کے الفاظ یہ ہیں:

«أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ»(رواه البخاري في كتاب الأنبياء)

"میں' ہر شیطان' ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظربد سے اللہ کے تمام کلمات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔"

نیز ان کے لیے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر برائی سے محفوظ فرمائے۔ بچوں کے پاس چھری یا لوہے اور لکڑی وغیرہ کی کوئی اور چیز اس اعتقاد سے رکھنا کہ یہ انہیں جنوں سے محفوظ رکھے گی' تو ایسا کرنا منکر اور ناجائز ہے۔ اسی طرح تعویذات کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلاَ أَتَمَّ اللهُ لَهُ»(شرح معاني الآثار ٤/ ٣٢٥)

"جو شخص تعویذ لٹکائے اللہ اس کا کچھ مکمل نہ کرے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»

"جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔"

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین میں سمجھ اور اس پر استقامت عطا فرمائے اور ہم سب کو شریعت کے مخالف پر عمل کرنے سے محفوظ رکھے۔

---- شیخ ابن باز ----

مُردوں سے تبرک ناجائز ہے

سوال ۱۰ ہمارے شہر میں ایک شخص فوت ہو گیا' ہم نے شہر کی عمر رسیدہ خواتین کو دیکھا کہ وہ اس کے گھر جا رہی ہیں اور میت کو کفن کے بعد کپڑے سے ڈھانپ کر عورتوں کے درمیان رکھ دیا گیا۔ جب ہم نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا "ہم حصول برکت کے لیے ایسا کرتی ہیں۔" ان عورتوں کے اس عمل کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ سنت ہے؟

جواب یہ عمل ناجائز بلکہ منکر ہے۔ کیونکہ کسی کے لیے مردوں یا مقبروں سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ان سے یہ سوال کرنا کہ وہ کسی مریض کو شفا بخشیں یا فلاں حاجت پوری کر دیں تو یہ بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کا حق ہے' برکت بھی اسی سے حاصل کی جائے کہ وہ بابرکت ہونے سے متصف ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَـٰلَمِينَ نَذِيرًا ۝١ ﴾ (الفرقان٢٥/ ١)

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سب جہانوں کے لیے ڈرانے والا بن جائے۔"

مزید فرمایا:

﴿ تَبَـٰرَكَ ٱلَّذِى بِيَدِهِ ٱلْمُلْكُ ﴾ (الملك٦٧/ ١)

"بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ ہی انتہائی طور پر باعظمت اور بابرکت ہے۔ جہاں تک

بندے کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت دیا گیا ہے وہ بھی اس صورت میں جب اللہ رب العزت اسے ہدایت اور اصلاح سے نوازے اور اس سے بندوں کو فائدہ پہنچائے' جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ءَاتَىٰنِيَ الْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ ﴾ (مریم ۱۹/ ۳۰-۳۱)

"اس نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں۔"

---- شیخ ابن باز ----

تصویریں لٹکانے اور انہیں سنبھال کر رکھنے کا حکم

سوال ۱۱ دیواروں پر تصویریں لٹکانے' نیز شخصی تصاویر سنبھال کر رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب ذی روح (جاندار) اشیاء کی تصاویر لٹکانا اور انہیں سنبھال کر رکھنا ناجائز ہے' بلکہ انہیں ضائع کرنا ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

«لاَ تَدَعْ صُوْرَةً إِلاَّ طَمَسْتَهَا» "ہر تصویر کو مٹا دو۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہے:

«إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصُّوْرَةِ فِي الْبَيْتِ»

"کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر سے منع فرمایا ہے۔"

تمام قسم کی یادگاری تصاویر کو تلف کرنا ضروری ہے۔ انہیں پھاڑ دیا جائے یا جلا دیا جائے' ہاں شناختی کارڈ یا پاسپورٹ وغیرہ پر چسپاں تصاویر سنبھال کر رکھی جا سکتی ہیں کہ یہ ایک ضرورت ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

اسماء باری تعالیٰ پر مشتمل کاغذات کا حکم

سوال ۱۲ قرآن مجید کی بعض آیات بعض اخبارات ورسائل پر موجود ہوتی ہیں' اسی طرح بعض کاغذات اور خطوط کی' ابتداء میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھی ہوتی ہے' سوال یہ ہے کہ ایسے اخبارات ورسائل اور خطوط پڑھنے کے بعد ان کا کیا جائے؟ انہیں پھاڑ دیا جائے' جلا دیا جائے یا کیا

کیا جائے؟

جواب ایسے اخبارات ورسائل یا خطوط پڑھنے کے بعد انکی حفاظت ضروری ہے' یا پھر انہیں جلا کر (صاف پانی میں) بہا دیا جائے یا کسی پاک جگہ میں دفن کر دیا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآنی آیات اور اسماء باری تعالیٰ کو توہین سے بچایا جائے۔ لہٰذا انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں یا بازاروں میں پھینکنا' ایسے کاغذات کے لفافے بنانا یا کھانے کیلئے دسترخوان کے طور پر استعمال کرنا وغیرہ ناجائز ہے۔ اس طرح مقدس آیات اور اسماء باری تعالیٰ کی توہین ہوتی ہے اور انکا تقدس پامال ہوتا ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

بیماری کے سبب رونے کا حکم

سوال ۱۳۱ میں بیمار ہوں اور کبھی کبھی اپنی المناک حالت پر غیر ارادی طور پر رونے لگتی ہوں۔ تو کیا اس طرح رونے کا مطلب اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور اس کے فیصلے پر عدم رضا کا اظہار ہے؟ نیز کیا بیماری کے بارے میں رشتے داروں سے بات کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ ہونے میں داخل ہے؟

جواب اگر رونا آہ فغاں (چیخ و پکار) کے بغیر صرف آنسوؤں کی صورت میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے لخت جگر ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ، وَلاَ نَقُوْلُ إِنْ شَاءَ اللهُ إِلاَّ مَا يُرْضِي رَبَّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ»(كنز العمال ١٥/ ٤٢٤٨٣)

"آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم وہی کچھ کہیں گے ان شاء اللہ جو ہمارے رب کو راضی کرے۔ ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔"

اس مفہوم کی کئی اور احادیث بھی وارد ہیں۔ اسی طرح اگر آپ بیماری سے متعلق اپنے عزیزوں سے بات کرتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتی اور اس کا شکریہ ادا کرتی ہیں اس سے صحت وعافیت کا سوال کرتی اور جائز اسباب اپناتی ہیں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہم آپ کو صبر وثابت قدمی کی وصیت کرتے ہیں۔ آپ کو خیر کی خوشخبری دینا چاہتے ہیں' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ ﴾ (الزمر ٣٩/ ١٠)

"ثابت قدم رہنے والوں کو ان کا اجر بے شمار ملے گا۔"

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يُصِيبُ الْمَرْءَ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ، وَلاَ نَصَبٍ وَلاَ هَمٌّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ غَمٌّ وَلاَ أَذًى، حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا، إِلاَّ كَفَّرَ اللهُ عَنْهُ بِهَا خَطَايَاهُ»(كنز العمال ٣/ ٦٨٤٨)

"بندۂ مسلم کو کوئی غم واندوہ' تھکاوٹ اور بیماری لاحق نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی تکلیف' حتیٰ کہ کانٹا تک نہیں چبھتا مگر اللہ تعالیٰ ان سب کے بدلے میں اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔"

نیز فرمایا:

«مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ»(صحيح البخاري ٧/ ١٤٩)

"اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے تکلیف سے دو چار کر دیتا ہے۔"

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ آپ کو صحت وعافیت سے نوازے' قلب وعمل کی اصلاح فرمائے تحقیق وہ سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا

سوال ۱۴ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت حرام ہونے کا سبب کیا ہے؟

جواب (الف) اس کے متعلق حدیث نبوی میں شدید نہی وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَعَنَ زُوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ»(رواه أحمد والترمذي وابن ماجه)

"رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔"

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بعض لوگوں سے تعزیت کیلئے تشریف لے گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدَاءَ مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ»(العلل المتناهية لابن الجوزي)

"اگر تو ان کے ساتھ کداء (قریب ترین قبرستان) تک بھی جاتی تو جنت نہ دیکھ پاتی۔"

(ب) اس کی علت رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد میں جو آپ نے جنازے کے ساتھ جانے والی عورتوں سے فرمایا' بیان کی گئی ہے:

«اِرْجِعْنَ مَأْزُوْرَاتٍ غَيْرَ مَأْجُوْرَاتٍ، فَإِنَّكُنَّ تَفْتِنَّ الحَيَّ وَتُؤْذِيْنَ الْمَيِّتَ»

"واپس لوٹ جاؤ' تمہیں اجر نہیں گناہ ملے گا۔ تم زندوں کے لئے باعث فتنہ اور مردوں کے لئے باعث تکلیف ہو۔"

اس حدیث میں نہی کی علت دو چیزوں کو قرار دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ وہ زندوں کیلئے باعث فتنہ ہیں کیونکہ عورت سرتاپا پردہ ہے۔ لہٰذا اس کا اجنبی لوگوں کے سامنے آنا فتنہ اور ارتکاب جرائم کا باعث ہے۔ دوسرے یہ کہ عورتیں میت کے لئے ایذاء رسانی کا باعث ہیں۔ وہ یوں کہ عورتیں بے صبر اور کمزور دل ہونے کی وجہ سے مصائب کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کے وقت چیخنے' چلانے یا بین کرنے کا مظاہرہ کریں جو کہ شرعاً حرام ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

تصویر کا حکم

سوال ۱۵ تصویر کا کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق کون کون سی احادیث وارد ہیں؟ نیز کیا سایہ دار اور غیر سایہ دار تصویروں میں کوئی فرق ہے؟

جواب متحرک بالارادہ اشیاء مثلاً انسان' جانور' پرندہ وغیرہ کی صورت گری کا نام تصویر ہے۔ اور تصویر کا حکم یہ ہے کہ وہ شرعاً حرام ہے۔ اس کے متعلق کئی ایک احادیث وارد ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(الف)

«عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ»(صحيح البخاري رقم۵۹۵۰، صحيح مسلم رقم۲۱۰۹، سنن النسائي ومسند أحمد۱/ ۳۷۵)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن سب

لوگوں سے زیادہ عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہو گا۔"

(ب)

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ»(صحيح البخاري وصحيح مسلم)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یقیناً تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ انہیں کہا جائے گا جو چیز تم نے بنائی اسے زندہ کرو۔"

(ج)

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ»(صحيح البخاري وصحيح مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا "جس شخص نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اسے اس تصویر میں روح پھونکنے کا حکم دیا جائے گا مگر وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔"

(د)

«عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ يُعَذَّبُ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ» (صحيح البخاري وصحيح مسلم)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "ہر مصور جہنم میں ہو گا۔ اس کے لئے ہر تصویر کے بدلے ایک جان بنائی جائے گی جس کے ساتھ اسے جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔" (یعنی اس کی جتنی جانیں ہوں گی اسی قدر اس کو تکلیف زیادہ ہو گی۔)

(ھ) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا تَمَاثِيْلُ»(صحيح مسلم رقم ٢١٠٦)

"جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

یہ اور ان جیسی دیگر احادیث ہر تصویر کے لئے عام ہیں' ان کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ غیر سایہ دار سے مراد دیوار' کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنائی گئی تصاویر ہیں۔ نبی ﷺ کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں متعدد تصاویر موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوایا اور یہ فرماتے ہوئے انھیں مٹانے لگے:

«قَاتَلَ اللهُ قَوْمًا يُصَوِّرُوْنَ مَا لاَ يَخْلُقُوْنَ»

"اللہ تعالیٰ اس قوم کو برباد کرے کہ وہ تصویریں بناتے ہیں اور انہیں زندہ نہیں کر سکتے۔"

اس حکم سے موجودہ زمانے میں ایسے کرنسی نوٹ مستثنیٰ ہیں جن پر حکمرانوں کی تصاویر ہوتی ہیں' اسی طرح پاسپورٹ اور شناختی کارڈز وغیرہ بھی مستثنیٰ ہوں گے' کیونکہ ضرورت کے تحت انہیں اپنے پاس رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یہ اجازت بقدر ضرورت ہی ہو گی۔ واللہ اعلم

---- شیخ ابن جبرین ----

کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا

سوال ۱۲ مجھے زندگی میں ایسی مشکلات کا سامنا ہے جن کی بناء پر مجھے زندگی سے نفرت ہو گئی ہے۔ جب تنگ دلی کا شکار ہوتی ہوں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کرتی ہوں کہ وہ فورا میری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ میری اب بھی یہی آرزو ہے کیونکہ موت کے علاوہ میری مشکلات کا کوئی حل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسے مایوس کن حالات میں میرے لئے موت کی تمنا کرنا حرام ہے؟

جواب کسی مصیبت کے پیش نظر موت کی آرزو کرنا رسول اللہ ﷺ کی حرام اور منع کردہ اشیاء کا ارتکاب کرنا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لاَبُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ، وَتَوَفَّنِيْ مَا إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ»(رواه البخاري باب تمنى المريض الموت)

"تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اگر اسے ضرور ہی ایسا کرنا ہے تو یوں کہہ لے: "اے اللہ! جب تک (تیرے علم میں) میرے لئے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھنا اور جب موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دینا۔"

لہٰذا کسی بھی شخص کے لئے کسی مصیبت' تنگی یا مشکل کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا جائز

نہیں ہے ایسا شخص صبر کرے۔ اللہ تعالیٰ سے ثواب کا طلبگار رہے اور حالات کی بہتری کے لئے اس سے امید رکھے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» (رواه أحمد)

"جان لیجئے کہ مدد صبر کے ساتھ' غموں کی دوری مصائب کے ساتھ اور آسانی تنگی کے ساتھ ہے۔"

ہر مصیبت زدہ شخص کو یقین رکھنا چاہیے کہ مصائب اس کی گذشتہ خطاؤں کا کفارہ ہیں۔ بندۂ مومن کو جب بھی کوئی پریشانی' غم واندوہ یا تکلیف وغیرہ آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔ صبر واحتساب کے ساتھ ہی بندہ اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ ﴾ (البقرة ٢/ ١٥٥-١٥٦)

"اے پیغمبر! صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجئے وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔"

جو خاتون موت کو ہی اپنی جملہ مشکلات کا حل سمجھتی ہے' تو میری رائے میں یہ ایک غلط سوچ ہے' کیونکہ موت مشکلات وآلام کا حل نہیں' بلکہ وہ شخص مرنے کے بعد اخروی عذاب سے جلد دوچار ہوگا جو زندگی بھر اپنے آپ پر زیادتی کا مرتکب ہوتا رہا اور گناہوں سے کنارہ کش نہ ہوا اور نہ ہی اپنے مالک کے حضور معافی کا خواستگار ہوا۔ اس کے برعکس اگر وہ زندہ رہا' اللہ تعالیٰ نے توبہ واستغفار' صبر واستقامت اور مصائب کو برداشت کرنے اور آسودہ حالی کے انتظار کی توفیق بخشی تو اس میں اس کے لئے خیر کثیر موجود ہے۔

لہذا محترمہ! آپ صبر کا دامن تھامیں' استقامت کا مظاہرہ کریں اور رب العزت کی طرف سے آسودہ حالی کا انتظار کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ ﴾ (الم نشرح ٩٤/ ٥-٦)

"بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔"

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» (رواه أحمد)

"جان لیجئے کہ مدد صبر کے ساتھ 'کشادگی مصائب کے ساتھ' اور آسانی تنگی کے ساتھ ہے۔"

----الشیخ ابن عثیمین-----

عیدین' شب برأت اور شب معراج جیسی تقریبات کا حکم

سوال 17 ہمارے ہاں کچھ رسمیں ایسی ہیں جو ہمیں وراثت میں ملی ہیں اور انہیں تسلسل سے کرتے چلے آ رہے ہیں' مثلاً عید الفطر کے موقعہ پر کیک اور بسکٹ وغیرہ بنانا' ستائیس رجب (شب معراج) اور نصف شعبان (شب برات) کے موقع پر گوشت اور فروٹ پر مشتمل دستر خوان سجانا اور عاشورۂ محرم کے موقعہ پر خاص قسم کا حلوہ تیار کرنا وغیرہ۔ ایسی چیزوں کے بارے میں شرعی حکم کیاہے؟

جواب جہاں تک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر انبساط و مسرت کے اظہار کا تعلق ہے تو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ خوشی کے اظہار کا ایک اہم حصہ کھانا پینا وغیرہ بھی ہے۔ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ» (رواه أحمد والنسائي)

"ایام تشریق کھانے' پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہیں۔"

ایام تشریق سے مراد عید الاضحیٰ کے بعد والے تین دن ہیں۔ ان دنوں میں لوگ قربانی کرتے ہیں' اسکا گوشت کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اسی طرح عیدالفطر کے موقع پر بھی شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مسرت وشادمانی کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں تک شب معراج' شب برات اور یوم عاشورہ کے موقعہ پر خاص تقریبات کے انعقاد کا تعلق ہے تو نہ صرف یہ کہ شرع میں ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں بلکہ یہ سب کچھ ممنوع ہے' لہٰذا اگر کسی مسلمان کو ایسی تقریبات میں شرکت کی دعوت دی جائے تو اسے انکار کر دینا چاہیئے۔ ارشاد نبوی ہے:

«إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ

ضَلَالَةٌ»(رواه أحمد وأبوداؤد والترمذي وابن ماجه)

"اپنے آپ کو (دین میں) نئے کاموں سے بچاؤ کہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

ستائیس رجب کے متعلق بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ شب معراج ہے' لیکن تاریخی طور پر یہ بات ثابت نہیں ہے اور جو چیز غیر ثابت ہے وہ باطل ہے اور باطل پر مبنی بھی باطل ہے۔

اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ شب معراج ستائیس رجب ہی ہے تو بھی اس موقعہ کو جشن کی صورت میں منانا جائز نہیں ہو گا کیونکہ یہ سب کچھ نہ تو خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام ﷺ سے۔ حالانکہ وہ لوگ آپ ﷺ سے قریب ترین اور اتباع شریعت کے بارے میں سب سے زیادہ حریص تھے' تو پھر ہمارے لئے وہ کام کس طرح جائز ہو گا جس کا وجود نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ﷺ کے دور مسعود میں نہیں تھا۔ اسی طرح شب برات کی کوئی خصوصی تعظیم یا شب بیداری رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں' ہاں بعض تابعین سے اس موقعہ پر نماز اور ذکر و فکر کی صورت میں شب بیداری کا ثبوت ملتا ہے۔

جہاں تک عاشوراء محرم کا تعلق ہے تو نبی ﷺ سے اس دن کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "کہ وہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے" اس دن خوشی یا غم کے مظاہر قطعاً ناجائز ہیں اور یہ سب کچھ خلاف سنت ہے۔ نبی ﷺ سے اس دن کے روزے کے علاوہ کچھ بھی ثابت نہیں' وہ بھی اس طرح کہ اس سے قبل یا بعد ایک دن (کے روزے) کا مزید اضافہ کرلیا جائے' تاکہ اس طرح یہود کی مخالفت ہو سکے جو صرف یوم عاشورہ کے موقع پر ایک دن کا روزہ رکھتے تھے۔

---- الشیخ ابن عثیمین ----

کافر کی نجاست معنوی ہے

سوال ۱۸ ہمیں ایسے بے دین قسم کے لوگوں سے معاشرتی معاملات کرنا ہوتے ہیں جو آگ اور گائے کی پوجا کرتے ہیں جبکہ ان کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ وہ نجس اور پلید ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان کی نجاست کی ماہیت کیا ہے؟ کیا ہم ان سے دور رہیں اور مصافحہ نہ کریں؟ پھر جب وہ لوگ نجس ہیں تو ان کے ساتھ معاملات کیسے کریں؟ اور کیا جن چیزوں کو وہ ہاتھ لگائیں وہ بھی نجس

ہو جاتی ہیں؟ واضح ہو کہ یہ لوگ تجارتی مراکز میں کام کرتے ہیں اور ان کا عوام سے بھی رابطہ اور واسطہ رہتا ہے۔

جواب ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾ (التوبہ۹/ ۲۸)

"مشرک پلید ہیں۔"

منافقین کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَأَعْرِضُواْ عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ﴾ (التوبہ۹/ ۹۵)

"ان سے اعراض کرو بیشک وہ پلید ہیں۔"

یہاں "رجس" سے مراد نجاست ہے' لیکن یہ نجاست حقیقی نہیں بلکہ معنوی ہے' اس سے مراد ان کی ایذا رسانی اور شر و فساد ہے۔ جہاں تک ان کے جسموں کا تعلق ہے اگر وہ صاف ہیں تو انہیں جسمانی طور پر پلید نہیں کہا جائے گا۔ اس بناء پر اگر ان کے استعمال شدہ کپڑوں کی طہارت کا یقین ہو تو وہ پہنے جاسکتے ہیں' ہاں شرم گاہ سے متصل ملبوسات سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ پیشاب سے نہیں بچتے خصوصاً اس لئے بھی کہ وہ ختنے بھی نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر وہ نجاست سے براہ راست تعلق رکھتے ہوں مثلاً خنزیر کا گوشت کھانا' شراب بنانا' وغیرہ۔ تو اس صورت میں ان سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ ان کے ساتھ مصافحہ کرنے اور ان کی تیار کردہ مصنوعات کے استعمال میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کی مصنوعات اور ان کے تیار کردہ ملبوسات کی طہارت معلوم ہونے پر انہیں استعمال کر لیا کرتے تھے۔ بنیادی طور پر چیزوں میں طہارت موجود ہوتی ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

دعوت اسلام پیش کرنیکی غرض سے کفار کیساتھ میل ملاپ رکھنے کا حکم

سوال ۱۹ کیا عیسائی اور ہندو وغیرہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے کیلئے ان سے میل جول رکھنا ان کے ساتھ کھانا پینا' گفتگو کرنا اور حسن معاملہ کرنا جائز ہے؟

جواب دعوت الی اللہ' اسلامی تعلیمات کی تشریح و توضیح' دین حنیف اپنانے کی ترغیب دینا' دین داروں کے لئے اچھے انجام کا بیان اور بے دین لوگوں کے لئے سزا و عقاب کے اظہار جیسے امور کی

انجام دہی کے لئے کفار اور غیر مسلم لوگوں سے میل ملاپ کرنا' ان کے ساتھ مجلس کرنا اور انس ومودت کا اظہار کرنا جائز ہے۔ چونکہ اس کا انجام اچھا ہے' لہٰذا اس بارے میں ان کی مصاحبت اور دوستی کا اظہار قابل معافی ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

جنت میں عورت کا ثواب

سوال ۲۰ میں جب قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہوں تو اس کی اکثر وبیشتر آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مومن مردوں کو حسین و جمیل حور وخیام کی خوشخبری دیتے نظر آتے ہیں' تو کیا عورت کیلئے آخرت میں اس کے خاوند کا نعم البدل نہیں ہے؟ اس طرح انعامات واکرامات کے ضمن میں بھی اکثر مومن مردوں سے ہی خطاب کیا گیا ہے' تو کیا مومن عورت' مومن مرد کے مقابلے میں کم تر انعامات واکرامات کی حق دار ہے؟

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ اخروی ثواب کی خوشخبری مرد وزن کے لئے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿ أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَـٰمِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۹۵)

"میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَـٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ﴾ (النحل۱٦/ ۹۷)

"نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا وہ مرد ہو یا عورت' بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔"

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ ٱلْجَنَّةَ ﴾ (النساء٤/ ۱۲٤)

"اور جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خو

ایمان ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔"

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ وَٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلْخَٰشِعِينَ وَٱلْخَٰشِعَٰتِ وَٱلْمُتَصَدِّقِينَ وَٱلْمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَٱلْحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾ ﴾ (الأحزاب٣٣/ ٣٥)

"بے شک اسلام لانے والے مرد اور اسلام لانے والی عورتیں' ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں' فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں' سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' اللہ سے ڈرنے والے مرد اور اللہ سے ڈرنے والی عورتیں' صدقہ خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں' روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور نہ اپنی عصمتوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد وخواتین اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے جنت میں داخلے کا ذکر فرمایا مثلاً:

﴿ هُمْ وَأَزْوَٰجُهُمْ فِى ظِلَٰلٍ ﴾ (یس٣٦/ ٥٦)

"وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گی۔"

پھر فرمایا:

﴿ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ ﴾ (الزخرف٤٣/ ٧٠)

"تم اور تمہاری بیویاں خوش و خرم جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ ﴾ (الواقعة٥٦/ ٣٥-٣٦)

"ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے' ہم نے انہیں ایسی بنایا کہ وہ کنواری رہیں گی۔"

یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھی عورتوں کو نئے سرے سے کنوارا پن عطا کرے گا جیسا کہ بوڑھے مردوں کو دوبارہ جوانی سے نوازے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی عورتوں کو ان کی عبادات واطاعت کی وجہ سے جنت کی حوروں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ مومن عورتیں بھی جنت میں مردوں کی طرح داخل ہوں گی۔ اگر دنیا میں ایک عورت نے کئی مردوں سے شادی کی ہوگی اور وہ جنت میں داخلے کی حقدار ہوگی تو اسے ان میں سے کسی ایک خاوند کے انتخاب کا حق حاصل ہوگا' وہ ان میں سے بااخلاق شخص کا انتخاب کرے گی۔

---- شیخ ابن جبرین ----

اخلاص وریاکاری

سوال ۲۱ اکثر یوں ہوتا ہے کہ انسان کسی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے' پھر شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ تو یہ کام ریاء کاری' شہرت اور دکھلاوے کے لئے کرنا چاہتا ہے' اس طرح شیطان ہمیں ایک نیک کام سے دور کر دیتا ہے ایسی چیزوں سے کیسے بچا جائے؟

جواب یہ شیطانی وساوس ہیں ان سے بچنے کے لئے (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) پڑھنا چاہئے۔ اور پھر نیکی کے کام میں لگ جانا چاہئے۔ ایسے خیالات کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے جو انسان کو نیکی سے روکتے ہوں۔ جب انسان تعوذ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام شیطانی کوششیں غارت ہو جائیں گی۔ (ان شاء اللہ)

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

عید الام (جشن مادر) منانے کا حکم

سوال ۲۲ ہمارے ہاں ہر سال اکیس مارچ کو ایک خصوصی جشن منایا جاتا ہے جس کا نام عید الام (جشن مادر) ہے اس جشن میں سب لوگ شریک ہوتے ہیں۔ کیا یہ حلال ہے یا حرام؟

جواب شرعی عیدوں کے علاوہ تمام عیدیں ایسی بدعت ہیں جن کا سلف صالحین میں نام ونشان تک نہ تھا۔ بلکہ بسا اوقات تو ان کا آغاز غیر مسلموں کے ہاتھوں ہوا' لٰہذا ایسی عیدیں منانا بدعت کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت بھی ہے۔ شرعی عیدیں مسلمانوں کے ہاں معروف ہیں اور وہ ہیں عید الفطر' عید الاضحیٰ اور جمعۃ المبارک۔ ان تین عیدوں کے علاوہ اسلام میں کسی اور عید کا

کوئی تصور نہیں ہے۔ ہر وہ عید جو ان کے علاوہ گھڑی جائے گی وہ گھڑنے والوں کے منہ پر ماری جائے گی اور شریعت میں باطل قرار پائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»(متفق عليه)

"جو شخص ہمارے دین میں کسی ایسی نئی چیز کو رواج دے گا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہوگی۔"

یعنی وہ اس کے منہ پر ماردی جائے گی اور اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکے گی۔

دوسری جگہ یوں فرمایا ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»(صحيح مسلم، سنن أبي داؤد، سنن ابن ماجة ومسند أحمد٢/١٤٦)

"جو شخص ایسا عمل کرے گا جس پر ہماری تصدیق نہیں تو وہ مردود ہو گا۔"

جب یہ واضح ہو چکا تو خاتون نے جس عید کے بارے میں سوال کیا ہے اور جس کا نام اس نے "عیدالام" (جشن مادر) بتایا ہے تو اس میں مسرت وشادمانی کا اظہار کرنا اور تحائف وغیرہ پیش کرنا ناجائز ہے۔ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین پر (اکتفا کرے اور اسی پر) نازاں وفرحاں رہے اور اس بارے میں اللہ اور اس کے رسول محترم ﷺ نے جو حدود وقیود متعین فرمائی ہیں ان کا مکمل احترام کرے' ان میں کمی بیشی کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔ یہی بات مسلمان کے شایان شان ہے کہ وہ کسی کا دم چھلا بن کر نہ رہے اور نہ ہی غلامانہ ذہنیت کا اظہار کرے۔ اسکی شخصیت شریعت الٰہیہ کے تقاضوں کے مطابق ہونی چاہیئے' اسے تابع نہیں بلکہ متبوع' مقتدی نہیں بلکہ مقتدی بن کر رہنا چاہیئے۔ الحمدللہ ! شریعت اسلامیہ ہر لحاظ سے کامل ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾ (المائدة٥/ ٣)

"آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔"

ماں کا حق اس سے کہیں زیادہ ہے کہ بس سال میں ایک بار اس کی یاد منائی جائے۔ اولاد کی ذمہ

داری ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ شرعی حدود کا احترام کرتے ہوئے ماں کی اطاعت و فرمانبرداری بجالائے اور اس کا ہر طرح سے خیال رکھے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

"کراماً کاتبین" کے پیدا کرنے کی حکمت

سوال ۲۳ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے "کراماً کاتبین" کو پیدا فرمایا' وہ ہمارے ہر قول و عمل کو احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں۔ جب یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام ظاہری و پوشیدہ حرکات و سکنات سے بخوبی آگاہ ہیں تو پھر ان کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب ایسے امور کی حکمت بعض اوقات توہم پر عیاں ہو جاتی ہے جبکہ کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا' بلکہ اکثر معاملات کی حکمت سے ہم آگاہ نہیں ہیں۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلرُّوحِ ۖ قُلِ ٱلرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾ ﴾ (الإسراء۱۷/ ۸۵)

"یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں تو بہت کم علم دیا گیا ہے۔"

مخلوقات کو ذرا غور سے دیکھیں اگر کوئی شخص مجھ سے دریافت کرے کہ اونٹ کو اس طرح بنانے میں' گھوڑے کو اس انداز میں پیدا کرنے میں' گدھے کو یہ شکل دینے اور انسان کو ایسی ساخت عطا کرنے میں کون سی حکمت کار فرما ہے؟ اسی طرح اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ آخر نماز ظہر' عصر اور عشاء کی چار رکعتیں فرض کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے؟ وغیرہ وغیرہ تو ہم اس کی حکمت نہیں جانتے اور نہ ہی کچھ بتا سکتے ہیں کیونکہ سائل یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ آٹھ یا چھ کیوں نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر شرعی امور کی حکمت ہم پر مخفی ہے۔ جب بات ایسی ہی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بعض مخلوقات اور شرعی امور کی حکمت پالیں تو یہ محض اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم اور اس کے عطا کردہ علم و عرفان کا نتیجہ ہو گا۔ اور اگر ہم کسی چیز کی حکمت تک رسائی حاصل نہ کر پائیں تو اس میں ہماری کسی طرح کی ہتک نہیں ہے۔ اب ہم

مذکورہ بالا سوال کی طرف آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو "کراماً کاتبین" مقرر فرمائے ہیں اور وہ ہمارے عمل سے آگاہ ہیں تو ان کے مقرر کرنے کی حکمت کیا ہے؟

اس کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس نے جملہ اشیاء کو اعلیٰ درجے کا نظم اور محکم انداز عطا فرمایا ہے' یہاں تک کہ اس نے اولاد آدم کے جملہ اقوال واعمال پر "کراماً کاتبین" کو متعین فرمایا ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ ان کے سرزد ہونے سے قبل ہی ان سے آگاہ ہے۔ یہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی کمال عنایت ومہربانی اور کائنات کے بارے میں اس کی حکمت بالغہ کا نتیجہ ہے۔ واللہ اعلم۔

---- الشیخ محمد بن صالح عثیمین ----

باب : 2

علم

عورتیں اور حصول تعلیم

سوال ۱ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے لئے ایک دن مقرر فرما رکھا تھا تاکہ وہ اپنے دینی امور سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں کو مردوں سے پیچھے رہتے ہوئے مساجد میں حصول تعلیم کے لئے حاضر ہونے کی اجازت بھی دے رکھی تھی۔ تو اب حضرات علماء کرام رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں ایسا کیوں نہیں کرتے؟ اگرچہ علماء نے اس بارے میں کچھ کارگزاری دکھائی ہے مگر وہ ناکافی ہے اور مزید کچھ کرنے کی ضرورت ہے جس کا ہمیں انتظار ہے۔

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا عمل اپنایا اور الحمدللہ علماء کا بھی یہی معمول رہا ہے۔ خود میں نے بھی کئی بار نہ صرف یہاں بلکہ مکہ مکرمہ' طائف اور جدہ میں بھی اس پر عمل کیا ہے۔ اگر مجھے دعوت دی جائے تو میں کسی بھی جگہ خواتین کے لئے کچھ وقت مخصوص کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں پاتا۔ میرے دیگر ساتھی علماء کا بھی یہی موقف ہے۔

ریڈیو پروگرام (نور علی الدرب) کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر کے دروازے کھول دیئے ہیں کسی بھی خاتون کے لئے اس پروگرام میں سوالات ارسال کرنا اور ان کے جوابات حاصل کرنا ممکن ہے۔ یہ پروگرام ریڈیو نداء الاسلام' (مکہ مکرمہ) اور ریڈیو قرآن کریم (ریاض) سے ہر رات دوبار نشر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خواتین براہ راست دار الافتاء کو بھی سوالات ارسال کر سکتی ہیں جس میں علماء کی ایک کمیٹی سوالات کے جوابات دیتی ہے۔ یہ کمیٹی صرف اسی مقصد کے لئے تشکیل دی گئی ہے۔ بہرحال حصول علم کے لئے مردوں اور عورتوں کو برابر حقوق حاصل ہیں۔ اگر کوئی عورت باپردہ ہو کر زیب و زینت کے بغیر علماء کا خطاب سننے کے لئے جانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

---- شیخ ابن باز ----

استانی کے لئے طالبات کے کھڑا ہونے کا حکم

سوال ۲ استانی کے احترام میں طالبات کے کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟

جواب استانی یا استاذ کے لئے طلباء کا احتراماً کھڑا ہونا ناروا ہے۔ اس کا کم از کم حکم شدید کراہت

ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں:

«لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ يَعْنِى الصَّحَابَةَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَلَمْ يَكُوْنُوْا يَقُوْمُوْنَ لَهُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهِمْ، لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهَتِهِ لِذٰلِكَ» (رواه الترمذي في كتاب الأدب)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا' مگر اس کے باوجود وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اسے ناپسند فرماتے ہیں۔''

اس بارے میں خود نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» (رواه الترمذي في كتاب الأدب عن معاوية رضى الله عنه)

''جو شخص اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا پسند کرے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہئے۔''

اس بارے میں عورتوں کا حکم بھی مردوں والا ہی ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے غیر پسندیدہ اور منع کردہ اعمال سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے اور سب کو علم و عمل سے نوازے۔ (آمین)

----- شیخ ابن باز -----

ابتدائی مرحلہ میں عورتوں کے بچوں کو پڑھانے کے خطرات

میں نے وہ مضمون دیکھا ہے جو ''اخبار المدینۃ'' نے شمارہ ۳۸۹۸ میں ۱۳۹۷/۲/۳۰ھ کو شائع کیا ہے اور یہ مضمون ''نورہ بنت عبداللہ'' کے قلم سے اور ''آمنے سامنے'' کے زیر عنوان طبع ہوا ہے۔ خلاصہء کلام یہ کہ نورہ مذکورہ خواتین کی ایک مجلس میں جدہ ٹریننگ کالج کی پرنسپل فائزہ دباغ کے ساتھ شریک ہوئی اور اس نے بیان کیا ہے کہ فائزہ نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ عورتیں ابتدائی مرحلہ میں اپنے بچوں کو کیوں نہیں پڑھاتیں حتی کہ وہ انہیں پانچویں جماعت تک بھی نہیں پڑھاتیں نورہ نے بھی فائزہ کی تائید کی اور ان اسباب کو بھی بیان کیا جس کی وجہ سے خواتین ابتدائی مرحلے کے پانچویں جماعت تک کے بچوں کو بھی پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

میں جہاں نورہ' فائزہ اور ان کی ساتھی خواتین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے وہاں میں اس بات

کی طرف توجہ مبذول کرانا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس تجویز کے بہت سے نقصانات اور انتہائی خطرناک نتائج برآمد ہوں گے کہ اگر بچوں کی ابتدائی تعلیم خواتین کے سپرد کر دی جائے تو اس سے بالغ بچوں کے ساتھ خواتین کا اختلاط پیدا ہو گا کیونکہ ابتدائی تعلیم کے مرحلے ہی میں بعض بچے بالغ ہو جاتے ہیں کیونکہ بچہ جب دس سال کا ہو جائے تو وہ بلوغت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور وہ طبعی طور پر عورتوں کی طرف مائل ہونا شروع ہو جاتا ہے کیونکہ اس عمر میں اس کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ شادی کرے اور وہ کچھ کرے جو مرد کرتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ عورتوں کا ابتدائی مرحلے میں بچوں کو تعلیم دینا اختلاط تک پہنچائے گا اور پھر یہ اختلاط بعد کے مرحلوں تک بھی پھیل جائے گا اور یہ بلاشبہ تمام مراحل میں اختلاط کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے اور معلوم ہے کہ مخلوط تعلیم سے کس قدر خرابیاں اور کس قدر بھیانک نتائج ان ممالک میں پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس نظام تعلیم کو اختیار کیا ہے۔ اسلامی بصیرت رکھنے والا ہر وہ شخص جسے ادلہ شرعیہ اور عصر حاضر میں امت کے حالات کا ادنیٰ سا بھی علم ہو اور وہ ہمارے بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کا خواہاں ہو تو وہ بھی اس حقیقت کو یقیناً معلوم کرے گا۔ میری رائے میں تو شیطان یا اس کے کسی نمائندے نے مذکورہ فائزہ اور نورہ کی زبان پر یہ تجویز القاء کی ہے جو بلاشبہ ہمارے اور اسلام کے دشمنوں کو خوش کرے گی کیونکہ وہ تو ظاہر اور خفیہ طور پر ہمیشہ اس کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔

میری رائے میں اس دروازے کو انتہائی مضبوطی سے مقفل (بند) کر دینا چاہئے اور ہمارے لڑکوں کو تمام تعلیمی مراحل مرد اساتذہ کے سامنے ہی طے کرنے چاہئیں اور ہماری لڑکیوں کو تمام تعلیمی مراحل خواتین اساتذہ ہی کے سامنے طے کرنے چاہئیں' اسی سے ہی ہم اپنے دین اور اپنے بیٹے بیٹیوں کی حفاظت کر سکتے ہیں اور رجعت کا طعنہ اپنے دشمنوں پر لوٹا سکتے ہیں اور قابل احترام خواتین اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام تر مقدور بھر صلاحیتوں کو مکمل اخلاص' صدق اور صبر کے ساتھ بچیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں صرف کر دیں اور مرد اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام تر مقدور بھر صلاحیتوں کو مکمل اخلاص' صدق اور صبر کے ساتھ تمام تعلیمی مراحل میں بچوں کو تعلیم دینے میں صرف کر دیں اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ بچوں کے تمام تعلیمی مراحل میں خواتین اساتذہ کی نسبت مرد اساتذہ ہی زیادہ صابر' قوی اور محنتی ثابت ہوتے ہیں اور جیسا کہ یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ بچے خواہ وہ ابتدائی مرحلے کے ہوں یا اوپر کے مراحل کے وہ مرد استاد سے زیادہ ڈرتے ہیں' اس کا زیادہ احترام کرتے ہیں اور اس کی بات پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور پھر ابتدائی

مرحلے میں بچوں کی تربیت اس انداز سے کرنا ہوتی ہے کہ ان میں مردوں کے اخلاق' مردوں کی سی قوت' شجاعت اور صبر پیدا ہو سکے۔ صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ :

"مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلاة لِسَبْعٍ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ" (مسند أحمد، سنن أبي داؤد، ومستدرك حاكم، وغيره)

''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور اگر دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں سزا دو اور اس عمر میں ان کے بستر بھی الگ الگ کر دو۔''

یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ تمام مراحل ہی میں بچوں اور بچیوں کی مخلوط تعلیم کے خطرات بہت زیادہ ہیں اور اس سلسلے میں کتاب و سنت اور امت کے حالات و واقعات سے دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ اختصار کی وجہ سے ہم انہیں یہاں ذکر نہیں کرنا چاہتے اور پھر یہ سارے دلائل ہماری حکومت --- اللہ تعالیٰ اسے توفیق عطا فرمائے--- عزت مآب وزیر تعلیم اور عزت مآب چیئرمین برائے تعلیم خواتین کے علم میں بھی ہیں لہذا اس مقام پر انہیں شرح و بسط کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے جس میں ہم سب کی اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبود اور نجات ہو اور جس میں ہمارے بچوں اور بچیوں کی دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود اور سعادت ہو۔ انہ سمیع قریب

وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

---- عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ----

باب : 3

طہارت

زبان سے نیت کے الفاظ کی ادائیگی کا حکم

سوال ۱ وضو اور نماز کے لئے زبان سے نیت کے الفاظ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بدعت ہے' کیونکہ زبان سے نیت (کے الفاظ ادا) کرنا نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے' لہٰذا اس کا چھوڑ دینا ضروری ہے۔ نیت کا محل دل ہے لہٰذا نیت کے الفاظ زبان پر لانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

---- شیخ ابن باز ----

کپڑے پر بچے کا قے کرنا

سوال ۲ جس کپڑے پر شیر خوار بچے نے قے کر دی ہو تو اس میں نماز ادا کرنا جائز ہے؟

جواب اگر بچہ شیر خوار ہو' کھانا وغیرہ نہ کھاتا ہو تو ایسے کپڑے پر پانی کے چھینٹے مار کر دھونا چاہیئے اس کا حکم بھی اس کے پیشاب کا سا ہے اس میں پانی کے چھینٹے مار کر اس میں نماز ادا کی جائے۔ پانی کے چھینٹے مارنے سے قبل اس میں نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

کیا بچوں کی نجاست دھونے والی عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

سوال ۳ میں نے وضو کے بعد اپنے بچوں کی نجاست دھوئی' کیا اس طرح میرا وضو ٹوٹ گیا؟

جواب باوضو یا بے وضو شخص کے جسم سے نجاست دھونا ناقض وضو نہیں ہے۔ ہاں اگر بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا' جس طرح اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

---- دار الإفتاء کمیٹی ----

عورت کے جسم سے نکلنے والی رطوبت کا حکم

سوال ۴ میں نے ایک عالم سے سنا کہ عورت کے جسم سے نکلنے والی رطوبت پاک ہے۔ میں نے

جب سے یہ فتویٰ سنا نماز ادا کرنے کے لئے متاثرہ شلوار نہیں اتارتی تھی۔ عرصہ دراز کے بعد ایک دوسرے عالم سے سنا کہ ایسی رطوبت پلید ہے۔ اس بارے میں درست بات کونسی ہے؟

جواب قبل یا دبر (آگے یا پیچھے والے حصے) سے نکلنے والا پانی وغیرہ ناقض وضو ہے۔ وہ کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو اسے دھونا ضروری ہے۔ اگر یہ دائمی امر ہو تو اس کا حکم استحاضہ اور سلس البول والا ہے۔ یعنی عورت کو استنجاء کرنے کے بعد ہر نماز کے لئے وضو کرنا ہو گا۔ کیونکہ نبی ﷺ نے مستحاضہ عورت سے فرمایا تھا:

«تَوَضَّئِیْ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ»(رواه أبو داؤد كتاب الطهارة)

"ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کر۔"

اگر صرف ہوا خارج ہو تو نماز کے لئے وضو کرنا پڑے گا۔ استنجاء کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ رطوبت خارج ہونے کی صورت میں نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا ہو گا یعنی ہاتھ دھونا' کلی کرنا' ناک میں پانی چڑھانا' منہ دھونا' کہنیوں تک بازو دھونا' سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا۔ یہی حکم سونے' شرم گاہ کو چھونے اور اونٹ کا گوشت کھانے کا ہے۔ ان تمام صورتوں میں وضو کرنا ضروری ہے۔ وباللہ التوفیق۔

---- شیخ ابن باز ----

سر پر مہندی لگانا ناقض طہارت نہیں

سوال ۵ ایک عورت نے وضو کرنے کے بعد سر پر مہندی لگائی اور پھر نماز ادا کرنے لگی۔ کیا اس کی نماز درست ہے؟ اگر اس کا وضو ٹوٹ گیا تو کیا مہندی پر مسح کرے گی یا بال دھو کر ادائیگی نماز کے لئے وضو کرنا ہو گا؟

جواب طہارت (صغریٰ یا کبریٰ) حاصل کرنے کے بعد سر پر مہندی لگانا ناقض طہارت نہیں ہے۔ اگر عورت وضو یا غسل کے بعد سر پر لیپ کرے تو طہارت صغریٰ (وضو) کے لئے سر کا مسح کرنا کافی ہو گا۔ لیکن طہارت کبریٰ (غسل کرنے کی صورت) میں سر کا مسح کافی نہ ہو گا' بلکہ اس پر تین بار پانی ڈالنا ضروری ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے سر کے بالوں کو کس کر باندھتی ہوں' کیا غسل جنابت اور غسل حیض کیلئے انہیں کھولنا ہو گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ إِنَّمَا يَكْفِيْكِ أَنْ تَحْثِيْ عَلَى رَأْسِكِ ثَلاَثَ حَثَيَاتٍ، ثُمَّ تَفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِيْنَ»(صحیح مسلم رقم ۳۳۰)

"نہیں' تیرے لئے یہی کافی ہے کہ تو سر پر تین لپ پانی ڈال لے' پھر اپنے جسم پر پانی انڈیل کر غسل کر لے۔"

ویسے اگر عورت حیض کے بعد غسل کرتے وقت انہیں کھول لے تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ کچھ دیگر احادیث اس کی مؤید ہیں۔ واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

وضو میں شک کا حکم

سوال ٦ جب کسی شخص کو شک پڑ جائے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں' تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب جب کسی شخص کو وضو ٹوٹنے یا باقی رہنے کے متعلق شک ہو تو اس بارے میں اصل یہ ہے کہ طہارت اپنی حالت پر برقرار رہے گی اور شک مضر نہیں ہو گا۔ کیونکہ جب نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو دوران نماز کچھ محسوس کرتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا»(رواہ مسلم)

"وہ نماز سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بدبو پائے۔"

آپ ﷺ نے اس شخص کے لئے واضح فرما دیا کہ اصل طہارت اور پاکیزگی ہے تاوقتیکہ حدث (بے وضو ہونا) یقینی طور پر محقق نہ ہو۔ جب تک اسے شک رہے گا اس کی طہارت صحیح اور ثابت رہے گی۔ لہٰذا اس کے لئے نماز پڑھنا' طواف کعبہ کرنا اور تلاوت قرآن کرنا جائز ہو گا۔ یہی اصل ہے۔ الحمدللہ یہ اسلام کی نوازشات اور آسانی کا ایک مظہر ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

دوران وضو عورت سر کا مسح کیسے کرے؟

سوال ٧ دوران وضو عورت کے سر کا مسح کرنے کی کیفیت کیا ہے؟ کیا عورت کسی مجبوری کے تحت سر کے ایک حصے کا مسح کر سکتی ہے؟

جواب وضو کے لئے سر کے مسح کا حکم عورت کے لئے بھی وہی ہے جو مرد کے لئے ہے۔ مسح کانوں سمیت سر کے آخری حصے تک کرنا ضروری ہے۔ عورت کے بالوں کے آخری حصے تک مسح کرنا ضروری نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سر کے اگلے حصے سے لے کر اس کے آخر (گدی) تک کا مسح فرماتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ شرعی احکام میں مرد و زن برابر ہیں۔ سوائے ان احکام کے جنہیں کسی شرعی دلیل کی رو سے اختصاص حاصل ہو جائے۔

---- شیخ ابن باز ----

حیض و جنابت کے لئے عورت کے غسل کی کیفیت کا بیان

سوال ۸ کیا مرد و عورت کے غسل جنابت میں کوئی فرق ہے؟ اور کیا عورت پر غسل کے لئے اپنے سر کے بال کھولنا ضروری ہیں؟ یا حدیث نبوی کی بناء پر تین لپ پانی ڈال لینا ہی کافی ہے؟ نیز غسل جنابت اور غسل حیض میں کیا فرق ہے؟

جواب مرد و عورت کے غسل جنابت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور کسی پر بھی غسل کے لئے بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے' بلکہ بالوں پر تین لپ پانی ڈال کر باقی جسم کو دھولینا کافی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے دریافت کیا:

«إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضِ وَالْجَنَابَةِ؟ قَالَ: لاَ، إِنَّمَا يَكْفِيْكِ أَنْ تَحْثِيْ عَلَى رَأْسِكِ ثَلاَثَ حَثَيَاتٍ، ثُمَّ تَفِيْضِيْ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِيْ»(صحيح مسلم)

"میں سخت گندھے ہوئے بالوں والی عورت ہوں' کیا انہیں غسل جنابت کے لئے کھولا کروں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں' تیرے لئے یہی کافی ہوگا کہ سر پر پانی انڈیل کر غسل جنابت کرلے۔"

اگر عورت یا مرد کے جسم پر مہندی وغیرہ لگی ہو اور اس کی وجہ سے پانی جسم تک نہ پہنچ سکتا ہو تو اس کا ازالہ ضروری ہے۔ جہاں تک عورت کے غسل جنابت کا تعلق ہے تو اس صورت میں اس کے لئے بالوں کا کھولنا مختلف فیہ ہے۔ درست بات یہ ہے کہ عورت پر بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

«إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ؟ قَالَ: لاَ،

إِنَّمَا يَكْفِيْكِ أَنْ تَحْثِيْ عَلٰى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ، ثُمَّ تَفِيْضِيْ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِيْ "(صحيح مسلم)

پس یہ روایت اس بارے میں نص ہے کہ غسل حیض یا غسل جنابت کی صورت میں عورت پر بالوں کا کھولنا واجب نہیں ہے' لیکن افضل یہ ہے کہ عورت غسل حیض کے لئے بالوں کو کھول لے۔ اس طرح مختلف دلائل کے مابین تطبیق کی صورت پیدا ہو سکتی ہے اور اختلاف سے بچنا بھی ممکن ہو گا اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔

---- دار الإفتاء کمیٹی ----

اوڑھنی اور باریک جرابوں میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال ۹ ایسی باریک اوڑھنی میں کہ جس سے عورت کا لباس نظر آرہا ہو نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز باریک ریشمی جرابوں پر مسح کرنے کا حکم کیا ہے؟

جواب باریک اوڑھنی' باریک لباس اور باریک جرابوں میں عورت کے لئے نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے' ایسے لباس میں نماز نہیں ہو گی۔ عورت کو ایسے باپردہ لباس میں نماز پڑھنی چاہئے جس سے اس کا جسم اور دوسرے (یعنی نیچے پہنے ہوئے) کپڑے کا رنگ نظر نہ آئے' کیونکہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے' لہٰذا اس پر دوران نماز چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ تمام جسم کا ڈھانپنا ضروری ہے' اور اگر وہ ہاتھ بھی چھپا سکے تو زیادہ بہتر ہے۔ جہاں تک پاؤں کا تعلق ہے تو انہیں دوران نماز موٹی جرابوں یا لمبے لباس سے ڈھانپنا ضروری ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

باریک جرابوں پر مسح کرنے کا حکم

سوال ۱۰ باریک جرابوں پر مسح کرنے کا حکم کیا ہے؟

جواب جرابوں پر مسح کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ موٹی اور ڈھانپنے والی ہوں۔ باریک جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے کیونکہ باریک جرابوں میں ملبوس پاؤں ننگے کے حکم میں ہیں۔ واللہ الموفق

---- شیخ ابن باز ----

موزوں کا تھوڑا سا پھٹا ہونا قابل معافی ہے

سوال ۱۱ ایک شخص نے نماز کے بعد جلد یا بدیر دیکھا کہ اس کے ایک پاؤں کی جراب درمیانہ سائز میں پھٹی ہوئی ہے' وہ نماز دوبارہ پڑھے گا یا نہیں؟

جواب جب جراب یا موزہ تھوڑا سا پھٹا ہو یا اس میں عرفاً معمولی سوراخ ہو تو یہ قابل معافی ہے اور اس میں نماز پڑھنا درست ہو گا۔ ویسے اہل ایمان خواتین و حضرات کے لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ موزے اور جرابیں پھٹے ہوئے نہ ہوں تاکہ دین میں احتیاطی نکتہ نظر ملحوظ رہے اور اہل علم کے اختلاف سے بچا جا سکے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَا لاَ يُرِيْبُكَ»(صحيح البخاری، سنن ترمذی، سنن النسائی وسنن الدارمی)

"شک سے بچیں یقین کا دامن تھامیں۔"

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

«مَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ»(متفق عليه)

"جو شخص شبہات سے بچے گا وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لے گا۔" واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

عورت کے جسم سے خارج ہونے والی رطوبت

سوال ۱۲ عورت کے جسم سے خارج ہونے والی رطوبت طاہر ہے یا نجس؟ جواب سے مستفید فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

جواب اہل علم کے نزدیک معروف یہ ہے کہ منی کے علاوہ انسان کی قبل یا دبر (یعنی آگے یا پیچھے والے حصے میں) سے خارج ہونے والی ہر ایسی چیز جو جسم والی ہو وہ ناپاک اور ناقض وضو ہے لیکن منی پاک ہے۔ اس قاعدے کی بناء پر عورت کے جسم سے خارج ہونے والی رطوبت نجس اور موجب وضو ہے۔ علماء کیساتھ بحث و مباحثہ اور مختلف کتب کے مطالعے کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں ایسی رطوبت ہمیشہ آتی رہتی ہے' اگر صورت حال

ایسی ہو تو اسکا حکم وہی ہے جو مسلسل پیشاب کے قطرے ٹپکنے والے مریض کا ہے۔ یعنی وہ نماز کا وقت ہونے پر ہر نماز کیلئے وضو کر کے نماز ادا کرے گا۔ میں نے اسکے متعلق بعض ڈاکٹر حضرات سے بات کی تو یہ بات سامنے آئی کہ اگر یہ سیال مادہ مثانہ سے آرہا ہو تو اسکا حکم وہی ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا ہے اور اگر وہ بچے کی پیدائش کے راستے سے خارج ہو رہا ہو تو اسکا حکم وہ ہے جو ہم نے اوپر وضو کے ضمن میں ذکر کیا ہے' لیکن وہ طاہر ہو گا' جس چیز کو لگ جائے اسے دھونا لازم نہیں ہو گا۔

------ شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

کھانا پکانے اور کپڑے دھونے کیلئے کافر سے خدمت لینا

سوال ۱۳ ہمارے ہاں ایک غیر مسلم خادمہ ہے' کیا میں اس کے ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتی ہوں؟ نیز کیا میں اس کے ہاتھ کا تیار کردہ کھانا کھا سکتی ہوں؟ علاوہ ازیں کیا میرے لئے ان کے دین پر اعتراض کرنا اور اس کا بطلان ثابت کرنا جائز ہے؟

جواب کپڑے دھونے' کھانا پکانے اور اس طرح کے دوسرے کاموں کیلئے کافر سے خدمت لینا جائز ہے۔ اسی طرح اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا اور اس کے ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑے پہننا بھی جائز ہے' کیونکہ اس کا ظاہری بدن پاک ہے اور اس کی نجاست معنوی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافر لونڈیوں اور غلاموں سے خدمت لیتے تھے اور ان کیلئے بلاد کفر سے درآمدہ شدہ خوراک کھاتے تھے۔ کیونکہ وہ اس بات سے آگاہ تھے کہ ان کے بدن حسی طور پر پاک ہیں۔ ہاں ارشادات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر غیر مسلم لوگ برتنوں میں شراب نوشی کرتے اور ان میں مردار اور خنزیر کا گوشت پکاتے ہوں تو انہیں استعمال سے پہلے اچھی طرح دھو لینا چاہیئے۔ اسی طرح اگر ان کے کپڑے استعمال کرنے کی ضرورت ہو تو ایسے کپڑوں کو دھولینا چاہیئے جو شرمگاہ سے متصل ہوں۔

جہاں تک ان کے دین پر اعتراض کرنے اور اس کا بطلان کرنے کا تعلق ہے تو دین سے مقصود اگر ان کا موجودہ دین ہے تو ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ موجودہ ادیان یا تو خود ساختہ ہیں جیسا کہ بت پرستی یا وہ محرف اور منسوخ ہیں۔ جیسا کہ نصرانیت' تو اس صورت میں انگشت نمائی خودساختہ' تبدیل شدہ اور منسوخ دین پر ہو گی نہ کہ اصل اور منزل من اللہ دین پر۔ ویسے ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ انہیں اسلام کی دعوت دیں' اسلامی تعلیمات اور ان کی عظمت کا تذکرہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دین اسلام اور دیگر ادیان باطلہ کے مابین فرق کو واضح کریں۔

خشک نجاست مضر نہیں

سوال ۱۴ کیا خشک پیشاب کپڑوں کو ناپاک نہیں کرتا؟ یعنی ایک بچے نے زمین پر پیشاب کیا' یہ پیشاب اسی طرح زمین پر موجود رہا اور دھوئے بغیر ہی خشک ہو گیا' ایک شخص آیا اور اس خشک زمین پر بیٹھ گیا' تو کیا اس صورت میں اس کے کپڑے ناپاک ہو جائیں گے؟

جواب خشک نجاست کا جسم یا خشک کپڑوں پر لگنا غیر مضر ہے' اسی طرح خشک ننگے پاؤں خشک ہاتھ میں داخل ہونا بھی غیر مضر ہے۔ نجاست صرف تر (گیلی) ہونے کی صورت میں ضرر رساں (نقصان دہ) ہوتی ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

دانتوں میں کھانے کے ذرات اور وضو

سوال ۱۵ ایک اسلامی بہن دریافت کرتی ہے کہ بعض اوقات کھانے کے ذرات دانتوں میں باقی رہ جاتے ہیں' کیا وضو کرنے سے پہلے ایسے ذرات سے دانتوں کو صاف کرنا ضروری ہے؟

جواب میرے خیال میں وضو سے قبل دانتوں سے خوراک کے ذرات کا ازالہ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن بلاشبہ ایسے اجزاء سے دانتوں کی صفائی کامل ترین طہارت ونظافت ہے' اور اس طرح دانت بیماریوں سے بہت زیادہ محفوظ رہتے ہیں' کیونکہ اگر یہ فضلات دانتوں کے اندر ہی موجود رہیں تو تعفن کا سبب بنتے ہیں جس سے دانتوں اور مسوڑوں کی بیماریاں جنم لیتی ہیں اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ کھانا کھانے کے بعد اچھی طرح دانتوں کی صفائی کرے تاکہ کھانے کے اجزاء ختم ہو جائیں۔ اسی طرح مسواک بھی کرنی چاہئے' کیونکہ کھانا منہ کی بو کو تبدیل کر دیتا ہے۔ مسواک کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«إِنَّهُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ»(صحیح البخاری)

''مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضا کا باعث ہے۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب بھی منہ کی صفائی کی ضرورت ہو تو اسے مسواک سے صاف کیا جائے۔ واللہ اعلم

---- شیخ ابن عثیمین ----

یہ ناقض وضو نہیں

سوال ۱۶ اگر میں بحالت وضو بچوں کی صفائی کروں تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب کسی کی شرمگاہ کو شہوت سے ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے۔ شہوت کے بغیر ایسا کرنے میں اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ صفائی کی غرض سے بچوں کی شرمگاہ کو ہاتھ لگانا ناقض وضو نہیں ہے' کیونکہ بچے کی شرمگاہ شہوت کا محل نہیں ہے۔ نیز اگر مس عورة (شرمگاہ کو ہاتھ لگانے) سے وضو ٹوٹ جائے تو اس سے یہ عام مصیبت بن جائے گی کیونکہ اس میں بہت تکلیف اور حرج ہے۔ اگر یہ عمل ناقض وضو ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ سے مشہور ہوتا۔ [1]

---

[1] الشیخ ابن جبرین حفظہ اللہ کا یہ فتویٰ محل نظر ہے کیونکہ کسی صحیح حدیث میں یہ شرط مذکور نہیں ہے کہ اگر کسی کی شرمگاہ کو شہوت سے ہاتھ لگایا جائے تو وضو ٹوٹ جائے اور شہوت کے بغیر ہاتھ لگانے سے وضو نہ ٹوٹے بلکہ صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:

«إِذَا أَفْضَى أَحَدُكُمْ بِيَدِهِ إِلَى فَرْجِهِ لَيْسَ دُوْنَهَا حِجَابٌ وَلاَ سِتْرٌ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الوُضُوْءُ»(صححه الحاكم وابن عبدالبر جامع الترمذي مع تحفة الأحوذي ج:١ص:٨٥)

"یعنی جب کسی کا ہاتھ اس کی شرمگاہ کو اس حالت میں لگ جائے کہ ہاتھ اور شرمگاہ کے درمیان کوئی رکاوٹ (کپڑا وغیرہ) نہ ہو تو اس شخص پر وضو کرنا واجب ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم اور ابن عبدالبرؒ نے صحیح کہا ہے۔

نیز اسی ضمن میں قبل ازیں اللجنة الدائمة (دارالإفتاء کمیٹی) کا فتویٰ (سوال نمبر: 3' صفحہ: 71) بھی گزر چکا ہے کہ "جو عورت وضو کی حالت میں اپنے چھوٹے بچے کی شرمگاہ کو صاف کرنے کی غرض سے ہاتھ لگاتی ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس کو پھر وضو کرنا پڑے گا۔" اور یہ بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ چونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ مشہور نہیں ہے لہٰذا مس عورة سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ پندرہ بیس صحابہ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں "من مس ذکرہ فلیتوضا" جو شخص اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو اسے وضو کرنا چاہیے واللہ اعلم بالصواب

---- محمد عبدالجبار عفی عنہ ----

کیا تیل وضو کے لئے رکاوٹ ہے؟

سوال ۱۷ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ تیل ایسی رکاوٹ ہے جو بوقت وضو پانی کو جسم تک پہنچنے سے روک لیتا ہے۔ بعض اوقات کھانا پکاتے وقت تیل کے چند قطرے میرے بالوں اور اعضاء وضو پر گر پڑتے ہیں' تو کیا وضو یا غسل سے قبل ان اعضاء کا صابن سے دھونا ضروری ہے تاکہ پانی وہاں تک پہنچ سکے؟ اسی طرح میں بغرض علاج کبھی اپنے بالوں کو بھی تیل لگا لیتی ہوں' ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ براہ کرم آگاہ فرمائیں۔

جواب اس سوال کا جواب دینے سے قبل میں چاہوں گا کہ اللہ کا مندرجہ ذیل ارشاد پیش کروں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ إِلَى ٱلۡكَعۡبَيۡنِ﴾ (المائدۃ۵/ ۶)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھولیا کرو۔"

ان اعضاء کو دھونے اور ان کے مسح کرنے کا حکم اس بات کو لازم کرتا ہے کہ ہر اس چیز کا ازالہ ضروری ہے جو پانی کو اعضاء وضو تک پہنچنے سے روکتی ہو' کیونکہ اس کے باقی رہنے کی صورت میں اعضاء وضو دھل نہیں سکیں گے۔ بنا بریں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان جب اعضاء وضو پر تیل کا استعمال کرتا ہے تو یہ دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو تیل جامد ہو گا تو اس صورت میں وضو سے قبل اس کا ازالہ ضروری ہے کیونکہ اگر تیل اپنی موٹائی کی صورت میں ہی رہے گا تو وہ جسم تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہو گا اور اس طرح طہارت نہ ہو گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تیل سیال ہے اور اس میں موٹائی نہیں ہے' صرف اس کا اثر اعضاء وضو پر موجود ہے' تو ایسا تیل غیر مضر ہے۔ ایسی صورت میں تمام اعضاء وضو پر پانی گزارنا ضروری ہے۔ کیونکہ عادتاً تیل پانی سے الگ رہتا ہے اس طرح بسا اوقات پانی اعضاء وضو تک نہیں پہنچ پاتا۔

لہٰذا ہم سائلہ سے یہ کہنا چاہیں گے کہ اگر اعضاء وضو پر تیل وغیرہ جامد شکل میں ہو تو وضو سے قبل اس کا ازالہ ضروری ہے اور اگر تیل سیال شکل میں ہو تو صابن استعمال کئے بغیر وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بس اعضاء کو دھوتے وقت انہیں اچھی طرح مل لیا جائے تاکہ پانی پھسل کر نہ گذر جائے اور یوں اعضاء خشک نہ رہ جائیں۔ ---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

وضو کرتے وقت چہرے اور ہاتھوں کو صابن سے دھونا

سوال ۱۸ وضو کرتے وقت چہرے اور ہاتھوں کو صابن سے دھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب وضو کرتے وقت چہرے اور ہاتھوں کو صابن سے لازماً دھونا غیر مشروع ہے۔ یہ محض ایک تکلف ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ، هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ»(رواه مسلم في كتاب العلم)

"تکلف کرنے والے ہلاک ہو گئے' تکلف کرنے والے هلاک ہو گئے۔"

آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دھرائی۔ ہاں اگر ہاتھوں پر ایسی میل کچیل جمی ہو (یا ناگوار بدبو ہو) جو صابن وغیرہ استعمال کئے بغیر زائل نہ ہو سکے تو اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عام حالات میں اس کا استعمال محض تکلف اور بدعت ہو گا۔ لہٰذا اسے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

بوسہ دینا (چومنا) ناقض وضو نہیں

سوال ۱۹ میرا خاوند گھر سے باہر جاتے وقت حتیٰ کہ نماز کے لئے مسجد جاتے وقت بھی ہمیشہ میرا بوسہ لے کر جاتا ہے۔ میں کبھی تو یہ سمجھتی ہوں کہ وہ ایسا شہوت سے کرتا ہے' اس کے وضو کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ وَلاَ يَتَوَضَّأُ»(رواه أبوداؤد والترمذي والنسائي وابن ماجة)

"تحقیق نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی کو بوسہ دیا پھر وضو نہ کیا اور نماز (پڑھنے) کے لئے تشریف لے گئے۔"

اس حدیث میں عورت کو مس کرنے اور اسکا بوسہ لینے کی رخصت موجود ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک بوسہ بہرحال ناقض وضو ہے' شہوت سے ہو یا شہوت کے بغیر۔ جبکہ بعض کے نزدیک شہوت کی حالت میں ناقض وضو ہے' بصورت دیگر نہیں۔ بعض کے نزدیک وہ کسی بھی حالت میں ناقض وضو نہیں ہے اور یہی قول راجح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب

آدمی اپنی بیوی کا بوسہ لے' اسکے ہاتھ کو مس کرے یا اس سے بغلگیر ہو' اس دوران نہ تو اسے انزال ہوا اور نہ وہ بے وضو ہوا' تو محض اس عمل سے دونوں میں سے کسی کا بھی وضو خراب نہ ہو گا۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ وضو اپنی حالت پر برقرار رہے گا تاوقتیکہ کوئی ایسی دلیل سامنے نہ آجائے جس سے معلوم ہو کہ واقعی وضو ٹوٹ گیا ہے' مگر کتاب وسنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ عورت کو مس کرنا ناقض وضو ہے۔ تو اس اعتبار سے عورت کا بوسہ لینا' اس سے بغلگیر ہونا یا اسے چھو لینا اگرچہ وہ بغیر کسی رکاوٹ اور شہوت کیساتھ ہی کیوں نہ ہو' کسی بھی حالت میں ناقض وضو نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ ---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

جماع کے بعد غسل کرنا واجب ہے

سوال ۲۰ بوقت جماع دخول تو ہوا مگر رحم میں انزال نہیں ہوا تو کیا اس صورت میں بیوی پر غسل جنابت واجب ہے؟ اگر عورت کے رحم میں مانع حمل مصنوعی جھلی رکھی ہو تو کیا اس صورت میں بھی اس پر غسل واجب ہو گا یا جسم اور اعضاء کا دھونا ہی کافی ہو گا؟

جواب ہاں! محض دخول سے ہی غسل جنابت واجب ہو جائے گا اگرچہ وہ کتنا ہی کم ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعَبِهَا الأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ» (متفق عليه)

"جب آدمی نے عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ کر کوشش کی تو غسل واجب ہو گیا' چاہے انزال نہ ہوا ہو۔"

دوسری حدیث میں ہے:

«إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ» (رواه الترمذي وابن ماجة وأحمد)

"جب دو ختنے (شرمگاہیں) باہم مل جائیں تو غسل واجب ہو گیا۔"

رحم میں مانع حمل چیز رکھنے کی صورت میں بھی غسل واجب ہو گا' کیونکہ اس سے عام طور پر دخول اور انزال ہو جاتا ہے۔ وضو صرف اسی صورت میں کفایت کرے گا جب دخول کے بغیر محض لمس ہوا ہو۔

---- شیخ ابن جبرین ----

باب : 4

حیض و نفاس

حیض یا نفاس سے عورت پلید نہیں ہوتی

سوال ۱ میری بیوی نے بچے کو جنم دیا تو میرے ایک دوست نے میرے گھر آنے سے انکار کر دیا اور دلیل یہ دی کہ نفاس والی عورت کے ہاتھ سے کھانا پینا منع ہے۔ وہ نفاس کو بدنی اور عملی نجاست تصور کرتا ہے۔ اس کی اس بات نے مجھے اپنی حیثیت کے بارے میں شک میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں جو کچھ سمجھ پایا ہوں وہ یہ ہے کہ حالت نفاس میں عورت کے لئے صرف نماز' روزہ اور تلاوت قرآن منع ہے' دریں حالات آپ سے راہنمائی کا طالب ہوں۔

جواب عورت حیض یا نفاس کی حالت میں پلید نہیں ہوتی' اور نہ ہی اس کے ساتھ مل کر کھانا کھانا یا فرج کے علاوہ مباشرت کرنا اور جسم سے جسم لگانا منع ہے۔ گھٹنوں اور ناف کے درمیانی حصہ میں مباشرت مکروہ ہے' امام مسلمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کی عادت تھی کہ جب عورت حائضہ ہوتی تو اس کے ساتھ کھانا نہ کھاتے' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ إِلاَّ النِّكَاحَ»

''تم جماع کے علاوہ سب کچھ کر سکتے ہو۔''

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے:

«كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنِيْ فَأَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَأَنَا حَائِضٌ»(صحيح بخاري)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران حیض مجھے حکم فرماتے تو میں چادر پہن لیتی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جسم کے ساتھ اپنا جسم لگا لیتے۔''

حیض اور نفاس کے دوران عورت پر نماز' روزہ اور تلاوت قرآن منع ہونے سے اس کے ساتھ مل کر کھانا پینا یا اس کے ہاتھ کا تیار کردہ کھانا استعمال کرنا منع نہیں ہو گا۔ و باللہ التوفیق

---- دارالإفتاء کمیٹی ----

مانع حیض گولیاں

سوال ۲ بازار میں ایسی گولیاں دستیاب ہیں جو عورت کی ماہانہ عادت (حیض) کو روک دیتی ہیں یا اسے مؤخر کر دیتی ہیں۔ کیا حیض کے ڈر سے دوران حج ایسی گولیاں استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب حیض کے خوف سے دوران حج مانع حیض گولیوں کا استعمال جائز ہے' اسی طرح اگر عورت لوگوں کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھنا چاہتی ہو تو بھی ایسا کر سکتی ہے' مگر عورت کی صحت و سلامتی کے پیش نظر کسی ماہر ڈاکٹر سے مشورہ کرنے کے بعد ہی ایسا کرنا چاہیئے' کیونکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا بھی جائز نہیں۔

---- دارالافتاء کمیٹی -----

حیض کا انقطاع

سوال ۳ ایام ماہواری میں یوں ہوتا ہے کہ پہلے چار دن مجھے مسلسل خون آتا ہے اس کے بعد پھر تین دن خون آنا ختم ہو جاتا ہے' ساتویں دن دوسری مرتبہ تھوڑا سا خون پھر آ جاتا ہے پھر بارہویں دن تک مٹیالے رنگ کا خون جاری رہتا ہے۔ امید ہے کہ آپ میری صحیح رہنمائی فرمائیں گے کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب مذکورہ بالا چار اور پھر چھ دن کی مدت تمام کی تمام حیض کی مدت ہے۔ آپ ان دنوں میں نماز اور روزہ چھوڑ دیا کریں اور ان ایام میں خاوند کے ساتھ ہم بستری بھی جائز نہیں۔ پہلے چار دنوں کے بعد غسل کریں اور نماز ادا کریں۔ چار اور چھ دنوں کی درمیانی مدت میں آپ خاوند کے لئے حلال ہوں گی۔ اس دوران آپ کو روزے رکھنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے۔ اگر یہ (معاملہ) دوران رمضان ہو تو رمضان کے روزے رکھنا واجب ہو گا۔ جب آپ آخری چھ دنوں سے فراغت پالیں تو غسل طہارت کریں اور بقیہ ایام میں پاک عورتوں کی طرح نماز پڑھیں اور روزے رکھیں۔ حیض کے دن کبھی کم اور کبھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ کبھی اکٹھے اور کبھی الگ الگ بھی آ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پسندیدہ اعمال بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور دین میں سمجھ اور اس پر استقامت سے نوازے۔

---- شیخ ابن باز ----

غسل کے بعد خون کا آنا

سوال ۴ جب میں اپنی پانچ روزہ مدت حیض گزارنے کے بعد فارغ ہوتی ہوں تو بعض اوقات غسل کے فورا بعد انتہائی قلیل مقدار میں خون آجاتا ہے بعد ازاں ایسا نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں ان پانچ دنوں کو ہی ایام حیض شمار کروں اور غسل کے بعد نماز' روزے جیسے فرائض کی ادائیگی کروں یا اس دن کو بھی ایام حیض میں شمار کرتے ہوئے نماز' روزے سے پرہیز کروں؟ آگاہ رہیں کہ اس طرح ہمیشہ نہیں بلکہ دو یا تین حیضوں کے بعد ہوتا ہے۔ جواب باصواب سے آگاہ فرمائیں۔

جواب طہارت کے بعد آنے والا خون اگر زرد یا خاکستری رنگ کا ہو تو وہ غیر معتبر ہوگا اس کا حکم محض پیشاب کا سا ہے لیکن اگر وہ خالص خون ہے تو اسے حیض ہی کا حصہ سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں آپ پر دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے۔

نبی ﷺ کی صحابیہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں:

«كُنَّا لاَ نَعُدُّ الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا»(رواه البخاري باختلاف بسيط)

''ہم طہارت کے بعد زرد اور خاکستری رنگ کو غیر معتبر سمجھتی تھیں۔''

---- شیخ ابن باز ----

حائضہ اور ادائیگی نماز

سوال ۵ اگر عورت سورج غروب ہونے سے پہلے پاک ہو جائے تو کیا اس پر ظہر اور عصر کی نماز واجب ہوگی؟ اسی طرح اگر وہ سورج طلوع ہونے سے قبل پاک ہو جائے تو کیا اس پر مغرب اور عشاء کی نماز واجب ہوگی؟

جواب اگر حیض یا نفاس والی عورت سورج غروب ہونے سے قبل پاک ہو جائے تو علماء کے صحیح قول کی رو سے اس پر ظہر اور عصر کی نماز ادا کرنا واجب ہو گا۔ اسی طرح اگر وہ طلوع فجر سے پہلے پاک ہو جائے تو اس پر مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرنا واجب ہوگا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ جبکہ جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔ اسی طرح

حائضہ عورت اگر سورج طلوع ہونے سے قبل پاک ہو جائے تو اس پر نماز فجر کی ادائیگی واجب ہوگی۔ و باللہ التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

حائضہ عورت کا پانی استعمال نہ کرنا

سوال ٦ میں ایام مخصوصہ میں پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء نہیں کرتی' کیونکہ میں ڈرتی ہوں کہ پانی کا استعمال مجھے نقصان پہنچائے گا۔ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب پیشاب سے نظافت کیلئے پانی کی جگہ پاک رومال (تولیہ) یا کوئی بھی ایسی ٹھوس اور پاک چیز استعمال کی جاسکتی ہے جو نجاست کو زائل کر سکتی ہو' مثلاً لکڑی یا پتھر وغیرہ۔ ان اشیاء کو تین یا اس سے زائد بار استعمال کرنا چاہیئے' تاکہ نجاست زائل ہو جائے۔ یاد رہے کہ یہ طریقہ صرف آپ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر مسلمان مرد و عورت اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَسْتَطِبْ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَإِنَّهَا تُجْزِيءُ عَنْهُ»(مسند أحمد، سنن نسائي، سنن أبي داؤد وسنن دارقطني)

"جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے تو تین پتھروں سے طہارت کرے وہ اس کے لئے کافی ہوں گے۔"

اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ سے کہا گیا:

«قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ، فَقَالَ سَلْمَانُ: أَجَلْ، نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ» (صحيح مسلم، سنن أبي داؤد وسنن ترمذي)

"تمہارے نبی نے تمہیں ہر چیز کی تعلیم دی ہے' یہاں تک کہ بول و براز کے آداب تک بتائے ہیں' اس پر سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم بول و براز کے وقت قبلہ رو ہوں' یا دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں یا تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء کریں یا یہ کہ ہم اس مقصد کے لئے لید یا ہڈی استعمال کریں۔" وباللہ

التوفيق۔

----- شیخ ابن باز -----

عورت مسجد کے اندر حائضہ ہو گئی

سوال ۷ ایک عورت مسجد نبوی کے اندر حیض سے دو چار ہو گئی اور وہ اپنے اہل خانہ کے نماز سے فراغت تک کچھ دیر مسجد کے اندر ہی موجود رہی' بعد ازاں وہ ان کے ساتھ باہر نکل گئی کیا وہ اس طرح گناہ گار ٹھہری؟

جواب اگر مسجد سے تنہا باہر نکلنا ناممکن ہو تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں' لیکن اگر وہ اکیلی باہر نکل سکتی ہو تو فوراً باہر نکل جانا ضروری ہے' کیونکہ حائضہ' نفاس والی اور جنبی کیلئے مسجد میں بیٹھنا ناجائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ﴾ (النساء٤/ ٤٣)

"اور نہ حالت جنابت میں جب تک کہ غسل نہ کر لو بجز اس حالت کے کہ تم مسافر ہو۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنِّيْ لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ»(رواه أبوداؤد وصححه ابن خزيمة)

"میں حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔"

----- شیخ ابن باز -----

حائضہ عورت کے لئے کتب تفسیر کا مطالعہ کرنا جائز ہے

سوال ۸ میں ماہواری کے دوران جبکہ میں پاک نہیں ہوتی بسا اوقات تفسیری کتب کا مطالعہ کرتی رہتی ہوں۔ میں اس طرح گناہ گار تو نہیں ہوتی؟ فتوی ارشاد فرمایئے۔ جزاكم الله خيرا

جواب حیض اور نفاس والی عورت کے لئے تفسیری کتب کے مطالعہ میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح علماء کے صحیح قول کی رو سے قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر اس کی تلاوت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں تک جنبی کا تعلق ہے تو وہ غسل کرنے تک تلاوت قرآن نہیں کر سکتا' ہاں وہ

کتب تفسیر اور کتب حدیث وغیرہ کا مطالعہ کر سکتا ہے، مگر تفسیر کے ضمن میں درج شدہ آیات قرآنی کی تلاوت نہیں کر سکتا۔ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ جنابت کے علاوہ کوئی حالت بھی آپ ﷺ کو تلاوت قرآن سے نہیں روکتی تھی۔ آپ ﷺ سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت کردہ ایک حدیث کے الفاظ یوں بھی ثابت ہیں:

«فَأَمَّا الْجُنُبُ فَلاَ، وَلاَ آيَةً» (مسند احمد)

''جنبی آدمی ایک آیت بھی نہیں پڑھ سکتا۔''

---- شیخ ابن باز ----

حائضہ عورت کیلئے قرآن اور دعاؤں کی کتابیں پڑھنا جائز ہے۔

سوال ۹ کیا عرفہ کے دن حائضہ عورت دعاؤں پر مشتمل کتابیں پڑھ سکتی ہے جبکہ ایسی کتب میں قرآنی آیات بھی ہوتی ہیں؟

جواب حیض اور نفاس والی خواتین کے لئے دوران حج دعاؤں پر مشتمل کتابیں پڑھنا جائز ہے اور صحیح مذہب کی رو سے ایسی عورتیں قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر اس کی تلاوت بھی کر سکتی ہیں۔ کوئی صحیح اور صریح نص ایسی نہیں ہے جو ایسی عورتوں کو تلاوت قرآن مجید سے روکتی ہو۔ اس بارے میں جو حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ صرف جنبی کے بارے میں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں قرآن مجید نہ پڑھے۔

جہاں تک حیض یا نفاس والی عورت کا تعلق ہے تو اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت منقول ہے:

«لاَ تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلاَ الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ»

''حائضہ اور نفاس والی عورت قرآن سے کچھ نہ پڑھے۔''

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اسماعیل بن عیاش کی یہ روایت اہل حجاز سے نقل کی گئی ہے اور اہل حجاز سے اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

لیکن حائضہ عورت قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر زبانی طور پر پڑھ سکتی ہے، جہاں تک جنبی کا تعلق ہے تو اس کے لئے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا یا زبانی طور پر اس کی تلاوت کرنا ناجائز ہے۔ دونوں میں یہ فرق اس لئے ہے کہ جنابت کا وقت مختصر ہوتا ہے۔ لہذا جنبی شخص کے لئے فراغت کے فوراً بعد

غسل کرنا ممکن ہوتا ہے اس کی مدت لمبی نہیں ہوتی وہ جب چاہے غسل کر سکتا ہے' اور اگر پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اور تلاوت قرآن مجید بھی کر سکتا ہے' مگر حائضہ اور نفاس سے دوچار عورت کے لئے یہ ممکن نہیں' کیونکہ مسئلہ ان کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حیض اور نفاس کی مدت کئی دنوں پر محیط ہوتی ہے' لہٰذا ان کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کو جائز قرار دیا گیا تاکہ وہ اسے بھول نہ جائیں اور تلاوت کلام کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ جب ان کے لئے کتاب اللہ کی تلاوت اور کتاب اللہ سے شرعی احکام کا سیکھنا جائز ہے تو قرآن وحدیث پر مبنی دعاؤں پر مشتمل کتابوں کا پڑھنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ یہی رائے صاحب علم علماء رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال میں سے صحیح تر ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

مستحاضہ عورت کی نماز

سوال ۱۰ ایک خاتون کی عمر باون برس ہے' اسے ایک ماہ میں تین دن تک بڑی شدت سے خون آتا ہے' باقی ایام میں کم۔ کیا یہ خون' حیض کا خون سمجھا جائے گا؟ جبکہ عورت کی عمر پچاس سال سے زائد ہے۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اسے یہ خون کبھی تو ایک ماہ بعد آتا ہے اور کبھی دو یا تین ماہ بعد۔ کیا ایسی عورت دوران خون فرض نمازیں ادا کر سکتی ہے؟ نیز کیا وہ نفلی نماز اور تہجد ادا کر سکتی ہے؟

جواب کبر سنی (بڑی عمر) اور بے قاعدگی کی بناء پر یہ خون دم فاسد تصور کیا جائے گا۔ جب عورت پچاس سال کی عمر کو پہنچ جائے یا اس کی ماہانہ عادت بے قاعدہ ہو جائے تو اس سے حیض اور حمل کا عمل منقطع ہو جاتا ہے' نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ خون کا بے قاعدہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ حیض کا خون نہیں ہے' لہٰذا اس دوران وہ نماز ادا کر سکتی ہے اور روزے رکھ سکتی ہے۔ یہ خون استحاضہ کے خون کا حکم رکھتا ہے جو کہ عورت کے لئے نماز اور روزے سے مانع نہیں ہے' اور نہ ہی اس دوران جماع کرنے میں خاوند کے لئے کوئی رکاوٹ ہے۔ علماء کا صحیح ترین قول یہی ہے۔ ایسی عورت پر ہر نماز کے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔ وہ روئی وغیرہ سے خون کو روکنے کی کوشش کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ عورت سے فرمایا:

«تَوَضَّئِیْ لِکُلِّ صَلَاۃٍ»(صحیح البخاري)
"ہر نماز کے لئے وضو کیا کر۔"

---- شیخ ابن باز ----

نفاس والی عورت کے چند احکام

سوال ۱۱ اگر نفاس والی عورتیں چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائیں تو کیا وہ نماز پڑھیں اور روزے رکھیں؟ اور اگر غسل کے بعد پھر حیض آ جائے تو کیا وہ روزہ افطار کر دے اور جب دوبارہ پاک ہو جائے تو کیا وہ نماز ادا کرے گی اور روزہ رکھے گی یا نہیں؟

جواب جب نفاس والی عورتیں چالیس دن سے قبل پاک ہو جائیں تو ان پر غسل کرنا' نماز ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا واجب ہو جائے گا' نیز وہ خاوندوں کے لئے بھی حلال ہو جائیں گی۔ اگر چالیس دنوں کے اندر خون دوبارہ آنا شروع ہو جائے تو اس پر نماز اور روزہ چھوڑنا واجب ہو گا اور علماء کے صحیح ترین قول کی رو سے خاوند پر بھی حرام ہو جائے گی۔ ایسی عورت پاک ہونے یا چالیس دن کی مدت پوری کرنے تک نفاس والی عورت کا حکم رکھتی ہے۔ اگر وہ چالیس دن سے پہلے یا ان کے پورا ہو جانے پر پاک ہو جائے تو غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور روزے رکھے گی۔ نیز خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی' اور اگر چالیس دن کے بعد بھی خون جاری رہتا ہے تو ایسا خون فاسد ہو گا' اس کے لئے وہ نماز' روزہ نہیں چھوڑ سکتی' بلکہ اس پر نماز پڑھنا اور روزے رکھنا فرض ہو گا۔ وہ مستحاضہ عورت کی طرح خاوند پر حلال ہو گی۔ وہ استنجاء کر کے روئی وغیرہ جیسی کوئی چیز استعمال کرے جس سے خون کی مقدار کم ہو سکے وہ ہر نماز کے لئے وضو کر کے نماز پڑھے۔ نبی ﷺ نے مستحاضہ عورت کو یہی حکم دیا تھا۔ ہاں اگر اسے حیض آ جائے تو اس کے لئے وہ نماز' روزہ چھوڑ دے اور حیض سے پاک ہونے تک وہ خاوند کے لئے بھی حرام رہے گی۔ و باللہ التوفیق.

---- شیخ ابن باز ----

سقوط حمل کا حکم

سوال ۱۲ بعض عورتوں کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ ایسا حمل کبھی تو خلقت مکمل کر چکا ہوتا ہے اور کبھی غیر مکمل ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں عورت کیلئے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب جب عورت ایسا حمل ساقط کر دے جس میں سر' ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کی خلقت واضح ہو چکی ہو تو ایسی صورت میں وہ نفاس کے حکم میں ہو گی۔ یعنی گویا کہ اس نے بچے کو جنم دیا ہے' لہٰذا نہ تو وہ نماز پڑھے گی اور نہ روزے رکھے گی۔ نیز خاوند کے لئے حلال بھی نہیں ہو گی' تاوقتیکہ وہ پاک نہ ہو جائے یا چالیس دن کی زیادہ سے زیادہ مدت نفاس پوری نہ کر لے۔

اگر وہ چالیس دن سے قبل پاک ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہو گا۔ بعد ازاں نماز پڑھے اور رمضان المبارک کی صورت میں روزے رکھے' خاوند کا اس سے جماع کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔ کم از کم نفاس کی مدت غیر متعین ہے اگر عورت ولادت کے دس دن بعد یا اس سے بھی پہلے یا بعد پاک ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہو گا اور اس پر پاک عورتوں والے احکام نافذ ہوں گے۔ اگر اسے چالیس دن کے بعد بھی خون نظر آئے تو وہ خون فاسد ہو گا۔ اس کی موجودگی میں وہ نماز ادا کرے گی' رمضان کے روزے رکھے گی اور خاوند کے لئے بھی حلال ہو جائے گی اور اس پر مستحاضہ عورت کی طرح ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو جبکہ وہ مستحاضہ تھی' فرمایا:

«وَتَوَضَّئِيْ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ»(صحيح البخاري)

"ہر نماز کے وقت وضو کیا کر۔"

چالیس دن کے بعد آنے والا خون اگر حیض کے خون کے ساتھ آ رہا ہو تو وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا' اور اس پر حائضہ عورت کے احکام نافذ ہوں گے۔ لہٰذا وہ نماز نہیں پڑھے گی' روزے نہیں رکھے گی اور نہ خاوند کے لئے حلال ہو گی' تاوقتیکہ وہ پاک نہ ہو جائے۔

یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب اس نے تام الخلقت (مکمل بناوٹ والے) حمل کو ساقط کیا ہو اور اگر ساقط شدہ حمل ایسا ہو کہ اس میں انسانی خلقت غیر واضح ہو' مثلاً وہ خون کا ایک لوتھڑا ہو اور اس میں انسانی خدوخال نمایاں نہ ہوں' تو اس صورت میں اس کا حکم مستحاضہ عورت والا ہو گا' نفاس یا حیض والا نہیں۔

لہٰذا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ اس پر نماز پڑھنا اور رمضان کے روزے رکھنا واجب ہو گا۔ وہ خاوند کے لئے بھی مکمل طور پر حلال رہے گی۔ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی اور پاک ہونے تک مستحاضہ عورت کی طرح روئی وغیرہ سے خون سے تحفظ کی کوشش کرے گی۔ ایسی عورت اگر چاہے تو ظہر اور عصر' اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے

پڑھ سکتی ہے۔ اسی طرح اس کے لئے ہر دو نمازوں اور نماز فجر کے لئے غسل کرنا بھی مشروع ہے۔ اس کی تائید حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ وہ علماء کے نزدیک مستحاضہ عورت کے حکم میں ہے۔ واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

ولادت سے پانچ روز قبل آنے والے خون کا حکم

سوال ۱۳ ایک عورت کو ماہ رمضان المبارک میں وضع حمل سے پانچ روز قبل ہی خون آنا شروع ہو گیا' یہ خون حیض کا ہو گا یا نفاس کا؟ اس دوران عورت پر کیا کچھ واجب ہے؟

جواب جب صورت حال ایسی ہو کہ عورت نے وضع حمل سے پانچ روز قبل خون دیکھا اور وضع حمل کی کوئی علامت وغیرہ (مثلاً رحم کا منہ کھلنا) نہیں دیکھی تو صحیح مذہب کی رو سے یہ حیض یا نفاس کا خون نہیں بلکہ خون فاسد ہے۔ بناء بریں وہ نماز اور روزے کو نہیں چھوڑ سکتی' بلکہ اسے نماز پڑھنا اور رمضان کے روزے رکھنا ہوں گے' اور اگر خون کے ساتھ وضع حمل کے وقت کے قرب کی کوئی علامت ظاہر ہو گئی تو ایسا خون نفاس (وضع حمل) کا خون ہو گا' جس کی وجہ سے وہ نماز اور روزے وغیرہ کی ادائیگی چھوڑ دے گی اور ولادت کے بعد پاک ہونے پر روزوں کی قضاء دے گی۔ جبکہ نماز کی قضاء نہیں دے گی۔

---- درالافتاء کمیٹی ----

(قرء) کا معنی

سوال ۱۴ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ ﴾ (البقرہ۲/ ۲۲۸)

یہاں "قروء" سے کیا مراد ہے؟

جواب لغت میں قرء سے کبھی طہر اور کبھی حیض مراد لیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں صحیح مذہب کی رو سے قرء سے مراد حیض ہے۔ شارع علیہ السلام اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استعمال میں یہی معنی کثیر الوقوع ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

ایام حیض کی قضا اور کفارہ

سوال ۱۵ میں نے تیرہ سال کی عمر میں رمضان المبارک کے روزے رکھے' حیض کی وجہ سے میرے چار روزے چھوٹ گئے' مگر میں نے حیاء کی وجہ سے کسی کو اس بات سے آگاہ نہ کیا۔ اب جبکہ اس واقعہ پر آٹھ سال کا عرصہ بیت گیا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب اتنا عرصہ روزوں کی قضاء نہ دے کر آپ نے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں پر حیض لکھ دیا ہے۔ (یعنی حیض تمام عورتوں کا مشترکہ مسئلہ ہے) دین میں حیاء نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ ان چار دنوں کے روزوں کی فوراً قضاء دیں' نیز آپ کو کفارہ بھی ادا کرنا ہو گا۔ یعنی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا' جس کی مقدار شہر کی عمومی خوراک ہو گی اور ایک مسکین یا زیادہ مساکین کے لئے دو صاع فی کس ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

عادت سے زیادہ حیض کا آنا

سوال ۱۶ اگر کسی عورت کی ماہانہ عادت چھ یا سات دن ہو' پھر ایک یا دو بار اس سے بڑھ جائے تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب اگر کسی عورت کی ماہانہ عادت چھ یا سات دن ہو پھر بڑھ کر آٹھ' نو' دس یا گیارہ دن ہو جائے تو یہ تمام مدت حیض کی مدت شمار ہو گی۔ وہ اس تمام عرصے میں پاک ہونے تک نماز نہ پڑھے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت حیض کی کوئی حد متعین نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى ﴾ (البقرہ۲/ ۲۲۲)

"آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں' فرما دیجئے کہ وہ تکلیف دہ چیز ہے۔"

تو جب تک خون باقی رہے گا عورت اپنی اسی حالت پر ہی رہے گی' حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے' غسل کرے اور نماز پڑھے۔ اگر آئندہ ماہ یہ عادت پہلے ماہ سے کم ہو گئی تو وہ پاک ہونے پر غسل کرے' اگرچہ اس نے پہلی مدت پوری نہ کی ہو۔ اس بارے میں اہم بات یہ ہے کہ عورت جب تک حائضہ رہے گی نماز نہیں پڑھے گی۔ حیض گزشتہ مدت سے کم ہو یا زیادہ' سب برابر ہے۔ وہ جب بھی پاک ہو' نماز پڑھ لے۔

اگر عورت کا حمل تیسرے ماہ گر جائے

سوال ۱۷ ایک سال ہوا میرا تیسرے ماہ کا حمل ساقط ہو گیا' میں نے پاک ہونے تک نماز نہ پڑھی۔ اب مجھے کہا گیا ہے کہ مجھ پر نماز پڑھنا ضروری تھا۔ دریں حالات مجھے کیا کرنا چاہئے' جبکہ مجھے صحیح طور پر دنوں کی تعداد کا بھی علم نہیں ؟

جواب علماء کے نزدیک معروف یہ ہے کہ اگر تین ماہ بعد حمل ساقط ہو جائے تو عورت نماز نہیں پڑھے گی' کیونکہ عورت اگر تین ماہ گذرنے کے بعد ایسے حمل کو ساقط کرے جس میں انسانی خلقت واضح ہو گئی ہو تو اسے آنے والا خون نفاس کا خون ہو گا' لہٰذا اس دوران وہ نماز نہیں پڑھے گی۔ علماء کا کہنا ہے کہ اکیاسی دن گذرنے پر بچے کی خلقت واضح ہو جاتی ہے' جبکہ یہ مدت تین ماہ سے کم ہے۔ اگر عورت کو یقین ہو کہ سقوط حمل تین ماہ کے بعد ہوا تو اس کے نتیجے میں آنے والا خون نفاس کا ہو گا لیکن اگر حمل کا سقوط تین ماہ سے قبل ہو گیا تو اس صورت میں آنے والا خون' خون فساد ہو گا جس کی بناء پر عورت نماز ترک نہیں کرے گی۔ سائلہ محترمہ کو یاد کرنا چاہئے کہ اگر حمل اسی (۸۰) دن سے قبل ساقط ہوا تھا تو وہ نمازوں کی قضاء دے گی' اگر اسے چھوڑی گئی نمازوں کی تعداد کا علم نہیں ہے تو وہ غالب ظن کے مطابق ان کی قضا دے گی۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

چالیس دن مکمل ہونے سے قبل بیوی سے جماع کرنا

سوال ۱۸ کیا خاوند کے لئے بعد از ولادت چالیس دن مکمل ہونے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے؟ اگر اس نے (بیوی کے پاک ہونے کے بعد چالیس دن مکمل ہونے سے پہلے) تیس یا پینتیس دن بعد جماع کیا تو کیا اس پر کوئی کفارہ وغیرہ ہو گا؟

جواب نفاس (ولادت کے بعد خون کا آنا) کی مدت میں بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ چالیس دن سے ایک دن بھی پہلے پاک ہو جائے تو اس سے جماع کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اس شرط پر جائز ہے کہ بیوی کو ایسی پاکیزگی حاصل ہو جائے کہ جس میں اس پر نماز اور روزہ لازم ہو جاتا ہے اس حالت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ ان شاء اللہ

---- شیخ ابن جبرین ----

حائضہ عورت کی دعاء

سوال ۱۹ کیا اللہ تعالیٰ حائضہ عورت کی دعا اور استغفار قبول فرمالیتے ہیں؟

جواب ہاں! حائضہ عورت کے لئے دعا کرنا جائز ہے' بلکہ اس کے لئے بکثرت دعاء' استغفار اور ذکر کرنا مستحب ہے' جب بھی قبولیت دعا کے اسباب میسر آئیں تو اللہ تعالیٰ حائضہ اور دوسرے لوگوں کی دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

---- شیخ ابن جبرین ----

حائضہ عورت کی نماز

سوال ۲۰ دوران نماز مجھے ماہواری آ گئی۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے تھا؟ کیا دوران حیض چھوڑی گئی نمازوں کی قضاء دینا ہو گی؟

جواب اگر نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد حیض آنا شروع ہوا' مثلاً سورج ڈھلنے کے آدھ گھنٹہ بعد' تو وہ طہارت کے بعد اس نماز کی قضاء دے گی جس کا حیض سے پہلے طہارت کے دوران وقت ہو چکا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ كِتَـٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ ﴾ (النساء٤/ ١٠٣)

"بے شک نماز ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔"

عورت دوران حیض قضاء ہونے والی نمازوں کی قضاء نہیں دے گی۔

ایک طویل حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَلَيْسَتْ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ»

"کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے۔"

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت دوران حیض فوت ہونے والی نمازوں کی قضاء نہیں دے گی ہاں! اگر عورت اس وقت پاک ہو جائے کہ نماز کے وقت سے ایک رکعت یا اس سے زائد کی تعداد کا وقت باقی تھا تو اسے اس نماز کی قضاء دینا ہو گی۔

کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ»(رواه أبو داؤد)

"جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت بھی پالی تو اس نے عصر کی نماز پالی۔"

اگر حائضہ عورت عصر کے وقت یا سورج غروب ہونے سے پہلے پاک ہوگئی اور سورج غروب ہونے یا طلوع ہونے میں ایک رکعت کی مقدار کا وقت باقی تھا تو پہلی صورت میں عصر اور دوسری صورت میں فجر کی نماز ادا کرے گی۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

طہارت کے بعد گدلا پن یا زردی معتبر نہیں

سوال ۲۱ میری عادت ماہواری چھ دن ہے' جبکہ اکثر مہینوں میں وہ سات دن ہے۔ میں پاک ہونے کے بعد غسل کر لیتی ہوں پھر اس کے ایک روز بعد میلا پن دیکھتی ہوں' چونکہ میں اس بارے میں شرعی حکم سے آگاہ نہیں ہوں لہٰذا نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں متردد رہتی ہوں' یہی حال روزے اور دیگر اعمال کا ہے' مجھے اس بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب جب آپ ماہانہ عادت سے آگاہ ہیں تو ایام ماہواری میں نماز اور روزے کی ادائیگی سے رک جائیں۔ طہارت حاصل ہونے کے بعد نماز ادا کریں اور روزے رکھیں۔ اگر طہارت کے بعد زرد یا گدلا پن دیکھیں تو یہ حالت' نماز اور روزے سے مانع نہیں۔ پاک ہونے کی واضح علامت ہے' جس سے عورتیں بخوبی آگاہ ہیں اور اسے خالص سفیدی ہونا کہا جاتا ہے۔ یہ حالت ماہواری ختم ہونے اور آغاز طہر کی علامت ہے' جس کے بعد غسل کرنا اور نماز' روزہ اور تلاوت قرآن جیسی عبادات کا بجالانا واجب ہو جاتا ہے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

حائضہ عورت کے لئے مہندی کا استعمال جائز ہے

سوال ۲۲ میں نے سنا ہے کہ ماہواری کے دوران بالوں یا ہاتھوں پر مہندی لگانا ناجائز ہے؟

جواب ماہواری کے دوران عورت کیلئے بالوں اور ہاتھوں پر مہندی لگانا جائز ہے۔ اس میں گناہ یا

حرج والی کوئی بات نہیں' جو شخص اس سے روکتا ہے یا اسے مکروہ سمجھتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو نہائے اور جن اشیاء کا جسم سے ازالہ ممکن ہو انہیں زائل کرے۔ اگر کسی چیز کا جسم سے ازالہ ممکن نہ ہو تو اس کے باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں۔

---- شیخ ابن جبرین ----

حائضہ عورت اور کتابت قرآن مجید

سوال ۲۳ کیا حائضہ عورت کے لئے قرآنی آیات کا پڑھنا جائز ہے' مثلاً وہ انہیں بطور مثال یا استدلال پیش کرتی ہے؟ نیز کیا حائضہ عورت کے لئے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی کتابت جائز ہے؟

جواب حائضہ عورت کے لئے قرآنی آیات یا تفسیری آیات پر مشتمل کتابوں کا پڑھنا جائز ہے۔ اسی طرح کوئی مضمون وغیرہ لکھتے وقت قرآنی آیات کے لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ قرآنی آیات کو بطور دلیل پیش کرنا یا انہیں دعاء اور وظیفے کی طرح پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' اس لئے کہ یہ سب کچھ تلاوت نہیں کہلاتا۔ اسی طرح ضرورت کے پیش نظر کتب تفسیر وغیرہ کا اٹھانا بھی جائز ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

جلدی نہ کریں

سوال ۲۴ میری عادت ماہواری سات سے آٹھ دن تک ہے بعض اوقات ساتویں روز نہ تو خون دیکھتی ہوں اور نہ طہر' اس صورت میں نماز' روزہ اور جماع کا کیا حکم ہے؟

جواب خالص سفیدی دیکھنے تک جلدبازی نہیں کرنی چاہیئے۔ خالص سفیدی طہر کی علامت ہے اور خواتین اسے پہچانتی ہیں۔ صرف خون کا رک جانا طہر نہیں ہے۔ بلکہ پاکیزگی کی علامت (سفیدی) دیکھ لینے اور معمول کی مدت پوری ہونے پر طہر ثابت ہوتا ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

دم فساد کا حکم

سوال ۲۵ وہ مدت جو معلوم ایام ماہواری سے تین یا چار دن پہلے شروع ہو جاتی ہے اور مٹیالے رنگ کا خون ہوتا ہے جو کہ صرف ایک نشان چھوڑتا ہے' میں اس کا شرعی حکم نہیں جانتی کہ آیا وہ طہارت ہے یا نجاست۔ پس میں اپنے اس معاملے میں مبتلائے حیرت اور انتہائی تنگی میں ہوں کہ ایسی حالت میں نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں؟

جواب جب کوئی عورت دنوں کی تعداد' رنگ یا وقت کی رو سے اپنی ماہانہ عادت سے آگاہ ہو تو وہ متعین دنوں کے لئے نماز چھوڑ دے۔ پھر طہارت آنے پر غسل کرے اور نماز ادا کرے۔ عادت سے قبل آنے والا خون' خون فساد ہے اور اس کی وجہ سے عورت نماز اور روزہ نہیں چھوڑ سکتی۔ اسے بروقت ایسے خون کو دھوتے رہنا چاہیئے' اس سے بچاؤ حاصل کرنا چاہیئے اور ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیئے' اگرچہ وہ مسلسل ہی کیوں نہ آرہا ہو۔ اس دوران اس کا حکم مستحاضہ جیسا ہو گا۔ اگر اس خون کی وجہ سے نمازیں چھوڑ دی ہوں تو اسے احتیاطاً ان دنوں کی نمازوں کی قضاء دینی چاہیئے' انشاء اللہ اس میں کوئی ایسی مشقت نہیں۔

---- شیخ ابن جبرین ----

باب: 5

نماز

تارک نماز کا حکم

سوال 1 اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو بے نماز مرا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس کے آباؤ اجداد مسلمان تھے؟ اس کے غسل، کفن دفن، نماز جنازہ اور اس کے لئے دعا کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب شرعاً مکلف اور شرعی احکام سے آگاہ ہونے کے باوجود ایک شخص تارک نماز ہو کر مرا ہو تو ایسا شخص کافر ہے۔ اسے غسل دیا جائے نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفن کیا جائے۔ اس کے مسلمان عزیز و اقارب اس کے وارث نہیں بن سکتے، بلکہ علماء کے ایک صحیح قول کی رو سے اس کا مال مسلمانوں کا مال نہیں۔ اس کی دلیل صحیح مسلم میں موجود نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»(صحيح مسلم)

"ایک مسلمان اور کفر و شرک کے درمیان ترک صلوٰۃ حد فاصل ہے۔"

آپ ﷺ کا ایک اور فرمان جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں جسے امام احمد رحمہ اللہ اور اہل السنن رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے وہ یوں ہے:

«اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»(سنن ترمذى رقم٢٦٢٣، سنن نسائى، سنن ابن ماجة رقم١٠٧٩، مسند أحمد٥/٣٤٦، مستدرك الحاكم١/٧، سنن دارمى، السنن الكبرى للبيهقى٣/٣٦٦، مصنف ابن أبي شيبة١١/٣٤، وصحيح ابن حبان رقم١٤٥٤)

"ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان نماز کا ہی تو عہد ہے، جس نے نماز کو ترک کیا اس نے یقیناً کفر کیا۔"

جلیل القدر تابعی عبد اللہ بن شقیق العقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ لاَ يَرَوْنَ شَيْئًا تَرْكُهُ كُفْرٌ إِلاَّ الصَّلَاةَ»

"نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے علاوہ کسی چیز کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔"

اس مفہوم کی احادیث و آثار بکثرت موجود ہیں۔

یہ حکم اس شخص کا ہے جو نماز کو سستی و کاہلی کی وجہ سے چھوڑتا ہو۔ جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو تو تمام اہل علم کے نزدیک ایسا شخص کافر اور مرتد ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے دعاگو ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے احوال کی اصلاح فرمائے۔ انہیں صراط مستقیم پر گامزن فرمائے کہ وہ سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

عورتوں کیلئے اذان اور جماعت مشروع نہیں

سوال ۲ کالج کی مسجد میں طالبات نماز ادا کرتی ہیں' اور ایک طالبہ امامت کے فرائض سرانجام دیتی ہے' کیا عورتوں کا امام بننا مشروع ہے؟

جواب عورتوں کے لئے اذان اور جماعت مشروع نہیں ہیں' یہ صرف مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وباللہ التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

مسلمان عورت کا بے پردہ نماز پڑھنا

سوال ۳ ایک ایسی عورت جو بے پردہ ہے یا اس کا پردہ شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں' مثلاً اس کے سر کے کچھ بال ظاہر ہیں یا کسی وجہ سے اس کی پنڈلی ننگی ہے' وہ عورت اسی حالت میں نماز پڑھے تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ عورت کے لئے پردہ کرنا ضروری ہے اس کا چھوڑنا یا اس بارے میں کوتاہی کرنا ناجائز ہے۔ اگر نماز کا وقت ہو گیا اور مسلمان عورت کا حجاب یا ستر غیر مکمل ہے تو یہ صورت تفصیل طلب ہے۔ اگر عورت کسی مجبوری کے تحت پردہ یا ستر سے عاری ہے تو حسب حال نماز ادا کر سکتی ہے۔ اس کی نماز درست ہو گی اور اس پر کسی طرح کا کوئی گناہ بھی نہیں ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرۃ/ ۲۸۶)

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔"

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١٦)

"جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔"

اگر اس کی بے پردگی اور عدم ستر اختیاری وجوہات کے سبب سے ہو' مثلاً رسم ورواج کی پیروی یا مقلدانہ رویہ وغیرہ تو اس صورت میں اگر عدم حجاب صرف چہرے اور ہتھیلیوں تک محدود ہو تو نماز درست ہو گی مگر وہ گناہ گار ٹھہرے گی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ نماز غیر محرم لوگوں کی موجودگی میں پڑھی جائے۔

اگر دوران نماز اس کی پنڈلی' بازو یا سر کے بال وغیرہ ننگے ہوں تو اس صورت میں نماز جائز نہیں ہو گی اور اگر پڑھے گی تو نماز بھی باطل ہو گی اور وہ گناہ گار بھی ٹھہرے گی۔ اولاً اس لئے کہ وہ بے پردہ ہے' دوم اس لئے کہ اس نے ایسی حالت میں نماز پڑھی ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

مسلسل بول کی مریضہ کا حکم

سوال ۴۳ ایک عورت نو ماہ سے حاملہ ہے' اور وہ مسلسل بول کے مرض سے دو چار ہے۔ اس وجہ سے وہ آخری ماہ نماز پڑھنے سے رک گئی۔ کیا یہ ترک نماز ہے؟ اور اسے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب مذکورہ بالا عورت اور اس جیسی دیگر عورتوں کے لئے اس بیماری کی وجہ سے نماز ادا نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ انہیں حسب حال نماز ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ مستحاضہ عورتوں کی طرح ہر نماز کے وقت وضو کریں اور روئی وغیرہ کے استعمال سے امکانی حد تک (پیشاب کے قطروں) سے بچاؤ اختیار کریں اور وقت پر نماز ادا کریں' اس نماز کے وقت ہی انہیں نوافل ادا کرنے کی بھی اجازت ہے۔ نیز انہیں مستحاضہ عورت کی طرح ظہر اور عصر اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنے کی بھی شرعاً اجازت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١٦)

"جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔"

ایسی عورت پر توبہ کے ساتھ ساتھ چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء بھی ضروری ہے۔ گذشتہ پر ندامت کا اظہار کرے اور آئندہ کے لئے ایسا کام نہ کرنے کا عزم کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور ٢٤/ ٣١)

"اے ایمان والو! اللہ کے حضور سب کے سب توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

---- شیخ ابن باز ----

عورت کے لئے دوران نماز ہاتھ اور پاؤں ڈھانپنے کا حکم

سوال ۵ عورت کے لئے دوران نماز ہاتھ اور پاؤں ڈھانپنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ہاتھ 'پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے یا انہیں کھول رکھنا بھی جائز ہے؟ خصوصاً جب اس کے پاس اجنبی لوگ نہ ہوں یا وہ عورتوں کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہو۔

جواب بحالت نماز تو اجنبیوں کی عدم موجودگی میں چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ باقی رہے پاؤں تو اگرچہ بعض علماء کرام ان کے کھلا رکھنے کی اجازت دیتے ہیں 'مگر جمہور علماء حضرات انہیں ڈھانپنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے ایسی عورت کے بارے میں دریافت کیا گیا جو صرف اوڑھنی اور قمیص ہی میں نماز پڑھتی تھیں تو انہوں نے جواب دیا:

«لاَ بَأْسَ إِذَا كَانَ الدِّرْعُ يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا»(سنن أبي داود)

"اگر قمیص 'قدموں کا بالائی حصہ ڈھانپ لے تو اس صورت میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

بناء بریں قدموں کا ڈھانپنا اولیٰ اور احتیاط پر مبنی ہے۔ رہا ہتھیلیوں کا معاملہ تو ان کے بارے میں گنجائش ہے۔ انہیں کھلا رکھے 'تو بھی جائز ہے ڈھانپنا چاہے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں 'ہاں بعض علماء کا خیال ہے کہ انہیں ڈھانپنا زیادہ بہتر ہے۔ واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

عورت کا دستانوں میں نماز ادا کرنا

سوال ۶ دستانوں میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کا دستانے پہن کر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ عورت دوران نماز کسی اجنبی شخص کے پاس نہ ہونے کی صورت میں چہرے کے علاوہ تمام جسم ڈھانپنے کی پابند ہے اور دستانے ہاتھوں کو

ڈھانپ دیتے ہیں اگر وہ دستانوں کے علاوہ اوڑھنی وغیرہ سے ہاتھوں کو ڈھانپ لے تو بھی جائز ہے۔ اگر عورت کے پاس کوئی اجنبی شخص موجود ہو تو بدن کی طرح چہرہ ڈھانپنا بھی ضروری ہے۔

جہاں تک آدمی کا تعلق ہے تو اس کے لئے دستانوں یا کسی اور چیز سے دوران نماز ہتھیلیاں ڈھانپنا مشروع نہیں ہے۔ بلکہ آدمی کے لئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے مصلّی پر ہاتھ اور چہرہ براہ راست بغیر کسی رکاوٹ کے لگانا مشروع ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

نماز میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟

سوال ۷ دوران نماز رفع الیدین کرتے وقت ہاتھوں کو کندھو کے برابر تک لیجانا چاہیئے یا کانوں کے برابر تک؟ اور کیا رفع الیدین ساری نماز میں کرنا چاہیئے یا صرف پہلی رکعت (یعنی تکبیر اولیٰ) میں؟

جواب تکبیر اولیٰ کے وقت' رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں یا کانوں کے برابر تک رفع الیدین کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازوں میں پہلے تشہد سے تیسری رکعت کے لئے (کھڑے ہوتے وقت) رفع الیدین کرنا بھی مستحب ہے۔ نبی ﷺ کے قول و عمل سے یہ بات ثابت ہے۔ واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

دوران نماز ہاتھ باندھنا

سوال ۸ نماز میں رکوع سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ کہاں باندھنے چاہیں؟

جواب رکوع سے پہلے اور بعد حالت قیام میں ہاتھ باندھنا سنت ہے' وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ صحیح حدیث سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلَاةِ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ»(سنن ابی داود، وسنن نسائی بسند صحیح)

''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا' جب آپ نماز میں قیام فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی

پشت پر' پہونچے (گٹے) اور کلائی پر رکھتے تھے" (یعنی کوئی خاص جگہ متعین نہیں ہے' ان جگہوں میں سے کسی جگہ پر بھی رکھا جا سکتا ہے۔)

امام احمد رحمہ اللہ نے جید سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے:

«إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ عَلٰى صَدْرِهِ، حَالَ وُقُوفِهِ فِي الصَّلَاةِ» (مسند أحمد بإسناد جيد)

"تحقیق نبی ﷺ نماز میں کھڑا ہونے کے دوران اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھتے۔"

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابو حازم کے طریق سے سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا:

«كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ» (صحيح البخاري)

"لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں کہنی پر باندھے۔"

ابو حازم کہتے ہیں کہ "سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس بات کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرتے تھے"۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ نماز میں قیام کرنے والا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھے گا اور یہ رکوع سے پہلے اور بعد کے قیام کے لئے عام ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

نمازی سجدہ میں جاتے وقت گھٹنے پہلے زمین پر رکھے یا ہاتھ؟

سوال ۹ سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں کا زمین پر پہلے رکھنا زیادہ صحیح ہے یا ہاتھوں کا؟

جواب صحیح تر یہ ہے کہ پہلے گھٹنے پھر ہاتھ اور پھر چہرے کو زمین پر رکھا جائے۔ اس کی دلیل حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اسی مفہوم کی دیگر روایات ہیں۔

---- شیخ ابن باز ----

نماز میں شکوک وشبہات

سوال ۱۰ مجھے اکثر اوقات نماز میں رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جاتا ہے' حالانکہ میں بلند آواز سے قراءت کرتی ہوں تاکہ پڑھا ہوا یاد رہے' اس کے باوجود میں شک میں مبتلا ہو جاتی ہوں۔ جب

میں نماز سے فارغ ہوتی ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک رکعت' ایک سجدہ یا تشہد بھول گئی ہوں' حالانکہ میں پوری کوشش کرتی ہوں کہ نماز میں بھولنے نہ پاؤں مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کیا شک ہونے پر مجھے نماز دوبارہ پڑھنی چاہیئے؟ کیا ازالہ شک کے لئے ایسی کوئی دعا ہے جو آغاز میں پڑھ لی جائے؟

جواب آپ کو وساوس سے جنگ کرنا اور ان سے بچنا چاہیئے' تعوذ کثرت سے پڑھنا چاہیئے کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝١ مَلِكِ ٱلنَّاسِ ۝٢ إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ ۝٣ مِن شَرِّ ٱلْوَسْوَاسِ ٱلْخَنَّاسِ ۝٤ ﴾ (الناس ١١٤/ ١-٤)

"آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ں' لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں آتا ہوں) وسوسہ ڈالنے والے' پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کی برائی سے۔"

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۚ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝٢٠٠ ﴾

(الأعراف٧/ ٢٠٠)

"اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی وسوسہ آنے لگے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

اگر نماز یا وضوء سے فراغت کے بعد شک لاحق ہو تو اس کی کوئی پروا نہ کریں اور یقین رکھیں کہ وضو صحیح ہے۔

اگر نماز میں شک گذرے کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو انہیں تین شمار کر کے نماز مکمل کریں اور سلام پھیرنے سے پہلے سہو کے دو سجدے کر لیں۔ نبی ﷺ نے ایک شخص کو جو اس طرح کے شک کا شکار ہو جاتا تھا یہی حکم فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھے۔

---- شیخ ابن باز ----

نماز کے دوران گھنٹی بج اٹھی

سوال ۱۱ جب میں نماز پڑھ رہی ہوں اور دروازے کی گھنٹی بجنے لگے' گھر پر میرے علاوہ اور کوئی نہ ہو تو اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب اگر نماز نفلی ہو تو نماز توڑ کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ دروازے پر کون ہے' فرض نماز کی صورت میں جلد بازی درست نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو اور اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اگر دروازے پر موجود فرد کو آگاہ کرنا بھی ممکن ہو تو "نمازی مرد" سبحان اللہ کہے اور "نمازی عورت" تالی بجائے' یہ ان کے لئے کافی ہو گا۔

جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلاتِهِ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْتُصَفِّقِ النِّسَاءُ»(متفق علیہ)

"جس شخص کو دوران نماز کوئی معاملہ پیش آجائے تو مرد سبحان اللہ کہے اور عورت تالی بجائے" اگر دوری یا عدم سماع کی وجہ سے یہ عمل غیر مفید ہو تو ضرورت کے پیش نظر نماز توڑی جا سکتی ہے' ہاں البتہ یہ نماز دوبارہ ابتدا سے پڑھنا ہو گی' والحمدللہ۔

---- شیخ ابن باز ----

اپنے گھر میں رہتے ہوئے عورت کا مسجد کے امام کی اقتداء کرنا

سوال ۱۲ میری والدہ مسجد کے قریب رہتی ہے' مسجد اور گھر کے درمیاں ایک چھوٹی سی گلی حائل ہے وہ مسجد سے اذان اور نماز کی آواز سن سکتی ہے' اور گھر میں رہتے ہوئے امام کی اقتداء میں نماز ادا کر لیتی ہے۔ کیا اس طرح کرنا درست ہے؟ اور اگر اس طرح نماز پڑھنا ناجائز ہے تو اپنی ان نمازوں کا کیا کرے جو گذشتہ کئی برسوں سے (وہ اب تک) پڑھتی چلی آ رہی ہے ؟ جواب سے نوازیں۔ جزاکم اللہ خیرا

جواب مذکورہ بالا صورت میں عورت گھر میں رہتے ہوئے امام مسجد کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کر سکتی' ہاں اگر وہ امام یا بعض مقتدیوں کو دیکھ پاتی ہو تو اس صورت میں اقتداء درست ہے۔ بصورت دیگر راجح قول کی رو سے اقتداء درست نہیں۔ باقی رہا مسئلہ اس کی گذشتہ نمازوں کا تو انہیں لوٹانا ضروری نہیں کیونکہ ان کے بطلان پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ راجح

اور محتاط مسلک وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

---- شیخ ابن باز ----

نماز تہجد میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا

سوال ۱۳ کیا نماز تہجد میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا جائز ہے' مجھے قرآن مجید بہت کم حفظ ہے' جبکہ میں اسے تہجد میں ختم کرنا چاہتی ہوں؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ذکوان رمضان المبارک میں قرآن مجید دیکھ کر انہیں نماز پڑھاتے تھے' جس طرح کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً بڑے جزم کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ اکثر علماء کا بھی یہی مسلک ہے' جبکہ مانعین کے پاس کوئی معتبر دلیل نہیں۔ یہ اس لئے بھی جائز ہے کہ ہر شخص حافظ قرآن نہیں ہو سکتا جبکہ نماز میں قرآن پڑھنے کی ضرورت رہتی ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک اور تہجد میں ان لوگوں کو خاص ضرورت رہتی ہے' جنہیں قرآن پاک زبانی یاد نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

---- شیخ ابن باز ----

وتروں کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کا حکم

سوال ۱۴ وتروں میں ہاتھ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب وتروں میں دعاء قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانا مشروع ہے کیونکہ یہ قنوت نازلہ کی جنس سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمایا کرتے تھے۔ (بیہقی باسناد صحیح)

---- شیخ ابن باز ----

کسی نے اول شب وتر پڑھ لئے پھر آخر شب قیام کیا

سوال ۱۵ میں نے اول شب وتر پڑھ لئے پھر آخر شب قیام کیا' تو اب نماز کیسے پڑھوں؟

جواب اگر آپ نے اول شب وتر پڑھ لئے تھے پھر توفیق الٰہی سے آخر شب قیام میسر آیا' تو اس صورت میں وتروں کے علاوہ دو دو رکعتیں نماز پڑھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

«لاَ وِتْرَانِ فِی لَیْلَۃٍ»

"ایک رات میں دو بار وتر نہیں ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو وتروں کے بعد نماز کے جواز کے بارے میں بتانا چاہتے تھے۔ واللہ اعلم۔

---- شیخ ابن باز ----

وتر پڑھنے کا آخری وقت

سوال ۱۶ امکانی حد تک وتر پڑھنے کا آخری وقت کونسا ہے؟

جواب وتر پڑھنے کا وقت طلوع فجر (صبح صادق ہونے) تک ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

«صَلاَةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى» (صحيح البخاري وصحيح مسلم)

"رات کی نماز (نفلی) دو دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کوئی آدمی صبح ہونے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے اس سے اس کی تمام نماز وتر بن جائے گی۔"

---- شیخ ابن باز ----

نماز کے دوران عورت کے ہاتھوں اور پاؤں کا ننگا ہونا

سوال ۱۷ دوران نماز عورت کے پاؤں اور ہتھیلیوں کے ننگا (ظاہر) ہونے کا کیا حکم ہے؟ واضح ہو کہ عورت مردوں کے سامنے نہیں بلکہ گھر میں ہے۔

جواب حنابلہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ آزاد بالغ عورت دوران نماز چہرے کے علاوہ سرتاپا پردہ ہے' بناء بریں اس کے لئے نماز کے دوران ہاتھوں اور قدموں کا ننگا رکھنا جائز نہیں۔ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عورت اس سے احتراز کرے۔ ویسے اگر کوئی خاتون یوں نماز ادا کر کے فتوی لینا چاہے تو کوئی شخص اسے نماز دھرانے کا حکم دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

رات کی آخری تہائی کی گھنٹوں میں تعیین

سوال ۱۸ میں رات کی آخری تہائی کی تعیین گھنٹوں میں چاہتی ہوں؟

جواب رات کے آخری ثلث (۱/۳) کی گھنٹوں میں تعیین تو ناممکن ہے، لیکن ہر انسان کیلئے اسکی معرفت ممکن ہے۔ وہ یوں کہ غروب شمس سے لیکر طلوع فجر تک کے کل وقت کو تین حصوں میں تقسیم کرے، رات کے پہلے دو حصے دو ثلث کہلاتے ہیں جبکہ تیسرا حصہ آخری تہائی ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَنْزِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخَرُ فَيَقُوْلُ: مَنْ يَدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ؟» (صحيح البخاری وصحيح مسلم)

"ہر رات کے ثلث آخر میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اترتے ہیں اور فرماتے ہیں کون ہے جو مجھے پکارے؟ میں اس کی حاجت پوری کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے؟ میں اسے عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے معافی چاہے؟ اور میں اسے معاف کروں۔"

بندۂ مومن کو چاہیئے کہ (اگرچہ قلیل وقت ہی سہی) اس وقت کو غنیمت سمجھے۔ شائد اسے یہ فضل عظیم میسر آ جائے۔ شاید وہ مولائے پاک کی رحمتوں کا کوئی حصہ حاصل کرپائے اور اس طرح اس کی دعائیں شرف قبولیت سے نوازی جائیں۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

عورت کا بازار میں نماز پڑھنا

سوال ۱۹ کیا عورتوں کا بازار میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب مردوں کے لئے مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک عورت کا تعلق ہے تو اس کیلئے اس کا گھر سب سے بہتر جگہ ہے۔ اگر اسے بازار میں نماز ادا کرنے کی ضرورت پیش آ جائے اور وہاں پردے اور سترے کا اہتمام ہو تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال ۲۰ اگر میں سجدہ والی آیت پڑھوں تو کیا مجھ پر سجدۂ تلاوت واجب ہے؟

جواب سجدۂ تلاوت سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا چھوڑنا مناسب نہیں' جب انسان سجدے والی آیت کی تلاوت کرے تو چاہے وہ زبانی پڑھ رہا ہو یا قرآن مجید دیکھ کر' نماز کے اندر ہو یا باہر' ہر حالت میں اسے سجدۂ تلاوت کرنا چاہیئے۔

سجدۂ تلاوت اس طرح ضروری نہیں ہے کہ اس کے چھوڑنے سے انسان گناہ گار ہو جائے کیونکہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے منبر پر سورۂ نحل کی سجدے والی آیت تلاوت فرمائی' پھر نیچے اترے اور سجدۂ تلاوت کیا۔ پھر اس آیت کی تلاوت دوسرے جمعہ کو فرمائی لیکن سجدہ نہ کیا۔ پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ہم پر سجدۂ تلاوت فرض نہیں کیا مگر یہ کہ ہم چاہیں" آپ نے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یہ کام کیا۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نجم سے سجدہ والی آیت تلاوت کی اور سجدہ نہ کیا' اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سجدہ کرنے کا حکم فرماتے۔

پس سجدۂ تلاوت سنت مؤکدہ ہے' اس کا نہ چھوڑنا افضل ہے۔ حتیٰ کہ ممنوع اوقات مثلاً فجر یا عصر (کی نماز) کے بعد بھی یہ سجدہ کیا جاسکتا ہے' کیونکہ اس سجدے کا ایک سبب ہے اور سبب والی نماز ممنوعہ اوقات میں ادا کی جاسکتی ہے' مثلاً سجدۂ تلاوت اور تحیۃ المسجد وغیرہ۔

---- شیخ ابن باز ----

عورت قیام نہیں کر سکتی' کیا وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے؟

سوال ۲۱ ایک ایسی مریضہ جس کی کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس پر پلستر چڑھایا گیا' وہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتی' اس لئے وہ ایک ماہ سے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ رہی ہے۔ کیا اس کی نماز درست ہے؟

جواب وہ عورت کیونکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں لہٰذا اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے' قیام پر قدرت کی صورت میں فرض نماز میں قیام فرض ہے۔ جب عورت کمر کی ہڈی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے قیام نہیں کر سکتی تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہے۔ اگر وہ کسی لاٹھی یا دیوار

وغیرہ کے سہارے کھڑی ہو سکتی ہو تو پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیئے۔ چونکہ عورت قیام پر قادر نہ تھی' لہٰذا اس کی گذشتہ مدت کی نمازیں درست ہیں۔ نبی ﷺ نے حضرات عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

«صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فقَاعِدًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فعَلَى جَنْبٍ»

(رواه البخاري في كتاب تقصير الصلاة)

"کھڑے ہو کر نماز پڑھ' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لے۔"

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

بوجہ نیند نماز دیر سے پڑھنا

سوال ۲۲ میں نوجوان لڑکی ہوں' اکثر اوقات نیند کی وجہ سے میری مغرب کی نماز فوت ہو جاتی ہے۔ میں اس کی قضاء دوسرے دن صبح کے وقت یا اس کے بعد دیتی ہوں۔ اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب شرعی حکم یہ ہے کہ نماز میں اس قدر سستی کرنا کہ اس کا وقت ہی نکل جائے کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ اگر انسان سو رہا ہو تو اس کے لئے کسی ایسے شخص کی ڈیوٹی لگانا ضروری ہے جو اسے نماز کے لئے جگائے' یہ ضروری ہے۔ مغرب یا عشاء کی نماز کو صبح تک لیٹ کرنا درست نہیں ہے۔ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا واجب ہے۔ اس نوجوان لڑکی کے لئے ضروری ہے کہ وہ گھر والوں میں سے کسی کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ اسے نماز کے لئے جگا دے۔ بالفرض اگر کوئی شدید عارضہ لاحق ہو یا اس پر نیند کا غلبہ شدید ہو اور ڈر ہو کہ وہ صبح تک بیدار نہیں ہو سکے گی تو اس صورت میں اگر وہ مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر لے تو کوئی حرج نہیں' مگر ایسا کرنا صرف خاص عوارض کی بناء پر جائز ہو گا۔ مثلاً یہ کہ وہ کئی راتیں جاگتی رہی ہو' یا اسے کوئی شدید بیماری لاحق ہو۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

نماز میں شک ہونا

سوال ۲۳ میں کبھی کبھی نماز میں بھول جاتی ہوں کہ میں نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ اس پر میں سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھ لیتی ہوں۔ کیا میرا یہ عمل درست ہے یا مجھے سجدہ سہو کرنا ہو گا؟

جواب بعض لوگوں کو دوران نماز کثرت سے وسوسے لاحق ہوتے رہتے ہیں اور انہیں قراءت یا تشہد میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انسان پوری یکسوئی اور حضور قلب سے نماز ادا کرے تاکہ وسوسے اور اوہام کم سے کم ہوں' پھر بھی اگر شک غالب رہے اور عام عادت قراءت کرنے کی ہو' تو ایسی صورت میں قراءت کا اعادہ و تکرار مکروہ ہے اور اگر احتیاطاً اعادہ ہو جائے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔

---- شیخ ابن جبرین ----

نماز عشاء دیر کر کے پڑھنا

سوال ۲۴ نماز عشاء کو آخری وقت تک مؤخر کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب عشاء کی نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرنا افضل ہے' لیکن یہ حکم مردوں کے لئے نہیں ہے' کیونکہ اگر وہ اسے لیٹ کریں گے تو جماعت سے محروم رہیں گے اور تاخیر کے لئے جماعت چھوڑنا ناجائز ہے۔ گھروں میں موجود عورتیں جس قدر بھی اسے مؤخر کر کے ادا کریں یہ ان کے لئے افضل ہے۔ ہاں اسے نصف شب کے بعد تک مؤخر کرنا درست نہیں۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

توبہ سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے

سوال ۲۵ میں پچیس سالہ نوجوان عورت ہوں۔ بچپن سے لیکر اکیس سال کی عمر تک سستی اور کاہلی کی بناء پر نماز پڑھی نہ روزے رکھے۔ میرے والدین مجھے نصیحت کرتے رہے' مگر میں نے کبھی پروا نہ کی۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطاء فرمائی ہے اور میں نماز و روزہ کی پابندی کرنے لگی ہوں اور گذشتہ بے عملی پر نادم ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب توبہ گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ لہٰذا گذشتہ کوتاہی پر نادم ہوں۔ عبادات الٰہیہ کو مکمل

عزم وصداقت سے اپنائیں۔ کثرت سے نوافل ادا کریں اور نفلی روزے رکھیں' ساتھ ہی ساتھ۔ ذکر الٰہی' تلاوت قرآن پاک اور دعاؤں کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا اور گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز استسقاء پڑھنا

سوال ۲۶ کیا عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز استسقاء پڑھنا جائز ہے؟

جواب ہاں! عورتوں کا نماز استسقاء کیلئے گھر سے نکلنا جائز ہے' لیکن انہیں مردوں کے پیچھے رہنا چاہیئے۔ وہ مردوں سے جس قدر بھی دور ہوں گی بہتر ہو گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«خَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا»(رواه مسلم وأبوداؤد)

''عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین پہلی۔''

نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو حکم فرمایا کہ وہ نماز عید کے لئے گھر سے نکلیں تاکہ وہ خیر وبھلائی اور مسلمانوں کی دعاء میں شریک ہو سکیں۔ لہٰذا اگر کوئی عورت مسلمانوں کی دعاء میں شرکت اور حصول خیر کے لئے نماز استسقاء کی ادائیگی کے لئے جانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں' لیکن اس کا باپردہ ہونا ضروری ہے۔

ایک اہم بات جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جب عورتیں مسجد میں نماز باجماعت کے لئے جاتی ہیں تو ان میں سے بعض خواتین صف کے پیچھے اکیلی ہی نماز پڑھنے لگ جاتی ہیں' جبکہ یہ خلاف سنت ہے' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: خَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی بھی صفیں ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

«لاَ صَلاَةَ لِمُنْفَرِدٍ خَلْفَ الصَّفِّ»(رواه أحمد وابن ماجة)

''صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز نہیں ہوتی۔''

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

نماز مؤخر کرنے کا حکم

سوال ۲۷ جو شخص فجر کی نماز ظہر سے دو گھنٹے پہلے پڑھتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ معلوم رہے کہ وہ

اس سے قبل کا سارا عرصہ نیند میں رہا۔

جواب بلا عذر کسی شخص کے لئے نماز کو اس کے مقررہ وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔ نیند ہر شخص کے لئے عذر نہیں بن سکتی' کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ انسان جلد سو جائے تاکہ وہ بروقت نماز کے لئے بیدار ہو سکے۔ اسی طرح آدمی اپنے والدین' بہن بھائیوں اور ہمسائیوں وغیرہ میں سے کسی ایک کی ڈیوٹی لگا سکتا ہے کہ وہ اسے نماز کیلئے بروقت جگا دے۔ علاوہ ازیں اسے خود بھی نماز کو اہمیت دینی چاہیئے۔ وہ نماز کے ساتھ یوں دل لگائے کہ اگر وہ سو بھی رہا ہو تو وقت ہونے پر اسے نماز کا احساس ہو جائے۔ جو شخص ہمیشہ ہی فجر کی نماز چاشت کے وقت میں پڑھنے کا عادی ہے اس کے دل میں نماز کی معمولی سی بھی اہمیت نہیں ہے۔ بہرحال انسان ممکن حد تک جلد از جلد نماز ادا کرنے کا پابند ہے۔ نیند سے بیداری پر فورا نماز پڑھنی چاہیئے۔ اگر کسی شخص نے غفلت کی ہو یا نماز بھول گیا ہو تو یاد آنے پر فورا ادا کرے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

رکوع اور سجدے میں کم از کم اور زیادہ سے زیادہ تسبیحات

سوال ۲۸ رکوع اور سجدے میں کم از کم کتنی تسبیحات ہیں اور زیادہ سے زیادہ کتنی؟

جواب رکوع میں تسبیح ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ)) ہے جبکہ سجدہ میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى))' کمال کا کم از کم درجہ تین بار ہے۔ جبکہ امام کے لئے دس بار ہے' ویسے ایک بار کہنا بھی کفایت کر جائے گا۔ رکوع میں تسبیح کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثناء اور سجدہ میں تسبیح کے بعد دعا کرنا مسنون ہے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

نماز میں وسوسے

سوال ۲۹ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام فرائض بجا لاتی ہوں۔ مگر میں دوران نماز اکثر بھول جاتی ہوں' وہ یوں کہ میں دوران نماز دن بھر پیش آنے والے واقعات کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ ایسا صرف نماز کے آغاز پر ہی ہوتا ہے اور جب تک بلند آواز سے قرآن کی قراءت نہ کروں اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر پاتی۔ اس بارے میں آپ مجھے کیا نصیحت کرنا چاہیں گے؟

جواب آپ جس بات کی شکایت کر رہی ہیں' اکثر نمازی حضرات بھی اسی بات کی شکایت کرتے

ہیں۔ یعنی دوران نماز ان پر شیطان وسوسوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ کبھی انسان نماز سے فارغ ہو جاتا ہے' لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نماز میں کیا پڑھتا رہا ہے۔ اس کا علاج نبی ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ انسان تین بار ((أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) پڑھ کر بائیں طرف پھونک مارے۔ جب انسان یوں کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس سے وسوسے جاتے رہیں گے۔ آدمی کو چاہیئے کہ نماز شروع کرتے وقت یہ یقین رکھے کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہے' اس سے سرگوشیاں کر رہا ہے' اس کی تکبیر و تعظیم اور تلاوت قرآن پاک سے اور دعا کے مقامات پر دعا مانگنے سے اس کا قرب حاصل کر رہا ہے۔ انسان جب یہ شعور حاصل کر لے گا تو وہ اس کے حضور مکمل خشوع اور تعظیم کے ساتھ حاضر ہو گا۔ یہ اس کے پاس موجود خیر سے محبت کرنے والا اور اس کے عذاب سے خوف کھانے والا ہو گا۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

نماز سے سونے والا

سوال ۳۰ اگر نیند کی وجہ سے عشاء کی نماز فوت ہو جائے اور صبح کی نماز کے بعد یاد آئے تو کیا اسے عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھا جائے یا یاد آنے کے فوراً بعد؟

جواب ایک صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ نَامَ عَنْ صَلاَةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، وَلاَ كَفَّارَةَ لَهَا إِلاَّ ذٰلِكَ» (أبوداؤد في كتاب الصلاة باختلاف بسيط)

"جو شخص نماز سے سو جائے یا اسے نماز بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے' بس اس کا یہی کفارہ ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكْرِيٓ ۝١٤ ﴾ (طه ٢٠/ ١٤)

"میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔"

اس بناء پر عشاء اور غیر عشاء کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے' انسان جب بھی نیند سے بیدار ہو اور اسے نماز یاد آ جائے تو اسے فوراً نماز ادا کرنی چاہیئے' اس جیسی دوسری نماز کے وقت تک مؤخر نہیں کرنا چاہیئے' چاہے وہ کراہت یا کسی اور نماز کا وقت ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر اسے موجودہ نماز کے

فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو پہلے اسے ادا کرے' بعد ازاں فوت شدہ نماز ادا کرے۔ واللہ اعلم۔

---- شیخ ابن جبرین ----

عورتوں کی پہلی صف کی افضلیت کی صورت

سوال ۳۱ اگر مسجد میں عورتوں اور مردوں کے درمیان پردہ حائل ہو تو اس صورت میں کیا مندرجہ ذیل ارشاد پیغمبر ﷺ کا اطلاق ہو گا؟:

«خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا» (رواه البخاري)

"مردوں کی بہترین صف پہلی اور بدترین آخری صف ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری اور بدترین پہلی صف ہے۔"

یا یہ حکم زائل ہو جائے گا' اور عورتوں کی بہترین صف پہلی قرار پائے گی؟

جواب عورتوں کی آخری صف بہترین ہونے کا بظاہر سبب یہ ہے کہ وہ مردوں سے دور رہے' کیونکہ عورت جس قدر مردوں سے دور ہو گی اسی قدر عزت و آبرو کے اعتبار سے محفوظ ہو گی اور بے حیائی سے دور رہے گی۔ لیکن جب عورتوں کی صفیں مردوں سے دور ہوں یا کسی دیوار اور پردے کی وجہ سے مردوں سے الگ ہوں اور امام کی متابعت کے لئے لاؤڈ سپیکر پر انحصار کر رہی ہوں تو راجح امر یہ ہے کہ اس طرح عورتوں کی پہلی صف آگے ہونے اور قبلہ سے زیادہ قریب ہونے کی بناء پر افضل ہو گی۔

---- شیخ ابن جبرین ----

عورتوں کا امام بننا

سوال ۳۲ اگر عورتیں نماز کے لئے اکٹھی ہوں تو کیا جماعت کرا سکتی ہیں؟

جواب اگر عورتیں جماعت کرالیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اگر وہ جماعت نہ بھی کرائیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ اذان اور جماعت صرف مردوں پر ہی فرض ہے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

نماز حاجت اور نماز حفظ القرآن کی شرعی حیثیت

سوال ۳۳ میں نے نماز حاجت اور نماز حفظ القرآن کے بارے میں سن رکھا ہے' کیا شرع میں ان کا کوئی وجود ہے؟

جواب یہ دونوں نمازیں غیر صحیح ہیں' نہ تو کوئی نماز حاجت ہے اور نہ نماز حفظ القرآن (شریعت میں ان کا کوئی وجود نہیں)۔ اس جیسی عبادات کے اثبات کیلئے شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے جو کہ ناپید ہے' بناء بریں یہ دونوں نمازیں غیر مشروع ہیں۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

نماز کا توڑنا

سوال ۳۴ مجھے دوران نماز یاد آیا کہ میں ناپاک (پلید) کپڑے میں نماز پڑھ رہی ہوں' کیا اس حالت میں مجھے نماز توڑ کر دوبارہ پڑھنا ہوگی؟ نیز وہ کون سے حالات ہیں جن میں نماز توڑنا جائز ہے؟

جواب جس کسی کو دوران نماز معلوم ہوا کہ وہ نجاست اٹھائے ہوئے ہے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر اسے نماز مکمل ہونے پر اس کا علم ہوا تو نماز درست ہوگی اور اس کا اعادہ ضروری نہیں ہو گا۔ اگر نمازی کو دوران نماز اس بات کا علم ہو جائے اور اس نجاست کا ازالہ فوری طور پر ممکن بھی ہو تو ایسا کرکے نماز مکمل کرے۔ وہ اس لئے کہ ایک دفعہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو دوران نماز اس امر سے آگاہ کیا کہ آپ کے جوتوں میں نجاست لگی ہوئی ہے تو آپ ﷺ نے وہ اتار دیئے اور اپنی پہلی (ادا شدہ) نماز کو باطل نہیں کیا' اسی طرح اگر اسے اپنی پگڑی میں نجاست کا علم ہوا اور اس نے اسے اتار پھینکا تو گذشتہ نماز پر بنا کرے گا اور اگر اسے ازالۂ نجاست کے لئے زیادہ عمل کرنا پڑے مثلاً قمیض یا شلوار اتارنے کی ضرورت ہو تو انہیں اتارنے کے بعد نئے سرے سے نماز پڑھے گا' اسی طرح اگر اسے یاد آیا کہ وہ بے وضوء نماز پڑھ رہا ہے' یا دوران نماز بے وضوء ہو گیا یا کسی اور وجہ سے نماز ٹوٹ گئی تو دوبارہ نماز پڑھے گا۔ جیسے ہنسا وغیرہ۔

----- شیخ ابن جبرین -----

ولادت کی تکلیف اور نماز

سوال ۳۵ کیا میرے لئے ولادت کی تکلیف (دردزہ) میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب حیض یا نفاس سے پاکیزگی کی حالت میں عورت پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ اگر عورت نے ولادت سے ایک آدھ دن پہلے خون دیکھا تو یہ خون نفاس کے تابع ہو گا' لہٰذا اس وجہ سے وہ نماز نہ پڑھے اور اگر خون نہیں آیا تو چاہے عورت ولادت کی تکلیف سے دوچار ہی کیوں نہ ہو اسے نماز پڑھنا ہو گی' بالکل اس مریض کی طرح جو بیماری کو محسوس کرتے ہوئے بھی نماز ادا کرتا ہے پس تو جب تک اس کی عقل باقی ہے اس سے نماز ساقط نہ ہو گی۔

---- شیخ ابن جبرین ----

وتر اور قیام اللیل

سوال ۳۶ میں سونے تک تھک جاتی ہوں۔ کیا میرے لئے سونے سے قبل وتر پڑھنا جائز ہے؟ کیونکہ میں نماز فجر کے وقت بیدار ہوتی ہوں اور کیا اس طرح مجھے قیام اللیل کا ثواب ملے گا؟

جواب اگر آپ کا یہ معمول ہے کہ آپ نماز فجر کے وقت ہی بیدار ہو پاتی ہیں' تو پھر سونے سے قبل وتر پڑھ لینا افضل ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جتنی نماز پڑھنا چاہیں پڑھ لیں اور پھر وتر پڑھ کر سو رہیں۔ اگر آپ قبل از فجر نیند سے اٹھ جائیں اور نوافل پڑھنا چاہیں تو دو دو رکعت کر کے پڑھ سکتی ہیں۔ مگر وتر دوبارہ نہ پڑھیں۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

بھول کر چھوڑی گئی نماز کا حکم

سوال ۳۷ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے صرف تین رکعتیں پڑھی ہیں' کیا چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کروں یا دوبارہ پوری نماز پڑھنا ہو گی؟

جواب نماز پڑھنے والے نے' اگر نماز میں سے ایک رکعت یا اس سے زیادہ ترک کر دی' پھر اسے یاد آیا کہ اس سے نماز چھوٹ گئی ہے تو اگر نمازی ابھی مصلّٰی پر ہی ہے یا مسجد میں ہی موجود ہے

اور وقت بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ نہیں گذرا' تو اس صورت میں وہ نماز مکمل کر کے سجدۂ سہو کرے اور اگر اسے تقریباً نصف گھنٹہ بعد یا مسجد سے باہر نکل کر یاد آیا تو اس صورت میں نماز دوبارہ پڑھے رکعات کے درمیان عدم تسلسل کی وجہ سے پہلی نماز کالعدم ہوگی۔

---- شیخ ابن جبرین ----

عورت کا نماز عید کے لئے جانا

سوال ۳۸ کیا عورت کا نماز عید کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے؟

جواب عیدین کی نماز کے لئے عورتوں کا گھر سے باہر جانا مشروع ہے' عورتوں کو اس کی خاص طور پر تاکید کی جائے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "ہمیں نماز عید کے لئے جانے کا حکم دیا جاتا تھا' یہاں تک کہ کنواری بچی اور حائضہ عورت کو بھی ساتھ لے جانے کا حکم تھا۔" وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر تکبیرات پڑھیں اور ان کی دعاؤں میں شرکت کریں اور اس دن کے فیوض وبرکات کی امید رکھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری دوشیزاؤں' باپردہ اور حائضہ عورتوں کو نماز عیدین کے مواقع پر گھروں سے باہر نکالتے۔ جہاں تک حائضہ عورتوں کا تعلق ہے تو وہ عید گاہ سے الگ رہ کر خیر وبرکت اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شرکت کریں۔ اس پر ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کی بہن اسے اپنی چادر پہنا دے۔"

واضح رہے کہ نماز عید کے لئے جاتے وقت عورتوں کو خوشبو اور فتنہ انگیز زیب وزینت سے اجتناب کرتے ہوئے انتہائی سادگی کے ساتھ مردوں سے الگ الگ رہنا چاہیئے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

سجدۂ تلاوت ہر حالت میں جائز ہے

سوال ۳۹ کیا یہ درست ہے کہ مسلمان کو کافر کی نظر بد نہیں لگتی۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ کیا میں سجدۂ تلاوت عام حالات میں کر سکتی ہوں یعنی جسم اور سر ڈھانپے بغیر ہی؟

جواب (ا) یہ بات درست نہیں ہے بلکہ مسلمان کو' مسلمان کی طرح کافر کی نظر بد بھی لگ سکتی ہے۔ کیونکہ نظر بد کا لگنا برحق ہے۔

(۴) کسی بھی حالت میں سجدۂ تلاوت کرنا جائز ہے' اگر سر وغیرہ ننگا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں' اس لئے کہ راجح مسلک کی رو سے سجدۂ تلاوت نماز کا حکم نہیں رکھتا۔

---- شیخ ابن جبرین ----

چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء

سوال ۴۰ میں قبل ازیں نماز نہیں پڑھتی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرماتے ہوئے ہدایت نصیب فرمائی تو مجھے فوت شدہ نمازیں ادا کرنے کی حرص ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ کیا مجھے گذشتہ کئی سالوں کی فوت شدہ نمازوں کی قضاء دینی لازم ہے؟

جواب ایک شخص جب کئی سال تک نمازوں کو ترک کرتا ہے' پھر توبہ کر کے مکمل نمازی بن جاتا ہے تو ایسے شخص پر گذشتہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء واجب نہیں ہے' کیونکہ اگر ایسی شرط عائد کر دی جائے تو بہت سارے توبہ کرنے والوں کو یہ کام (سیدھی راہ سے) متنفر کرنے والا ہو گا۔ توبہ کرنے والے کو آئندہ تمام نمازوں کی محافظت کرنے' کثرت سے نوافل ادا کرنے' اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے' نیکی کا کام کرنے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے اور اس سے ڈرتے رہنے کی تلقین کی جانی چاہیئے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

عورت کے لئے دوران تلاوت کلام پاک سر ننگا رکھنے کا حکم

سوال ۴۱ اس مسلمان عورت کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے جو نماز پڑھتی ہے' روزے رکھتی ہے اور تلاوت کلام پاک کرتی ہے مگر سر نہیں ڈھانپتی؟

جواب تلاوت کلام پاک کے لئے سر ڈھانپنا شرط نہیں ہے' البتہ جن اعضاء کا ڈھانپنا ضروری ہے وہ اعضاء ڈھانپے بغیر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ آزاد اور بالغ عورت دوران نماز چہرے کے علاوہ مکمل طور پر واجب الستر ہے' حالت نماز میں چہرہ ڈھانپنا ضروری نہیں۔ ہاں آس پاس غیر محرم مردوں کی موجودگی میں چہرہ ڈھانپنا ضروری ہے۔ عورت کے لئے خاوند اور محرم رشتہ داروں کے علاوہ کسی کے سامنے چہرہ ننگا کرنا جائز نہیں۔

کفارۂ سیئات کا مطلب

سوال ۴۲ میری بیوی اپنے پہلے بچے کی پیدائش تک نماز پڑھا کرتی تھی، پھر اس بناء پر سستی کا مظاہرہ کرنے لگی کہ ولادت کی تکلیف کی وجہ سے عورت سے تمام گناہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب یہ درست نہیں ہے، عورت بھی دوسرے انسانوں کی طرح ہے اس پر اگر کوئی مصیبت آئے وہ اس پر صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے تو یہ بھی ان آلام ومصائب پر اجر وثواب کی حقدار ہے۔ نبی ﷺ نے کم تر تکلیف یعنی کانٹا لگ جانے کو بھی گناہوں کا کفارہ فرمایا ہے۔

یہ بات اچھی طرح جان لیجئے کہ جن مصائب کا سامنا کسی شخص کو کرنا پڑتا ہے اگر وہ ان پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی آرزو رکھے، تو وہ یقیناً اس پر اجرو ثواب کا مستحق ہو گا اور وہ مصیبت اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی۔ مصائب و آلام بہرحال گناہوں کا کفارہ ہیں، اگر انسان اس دوران صبر سے کام لے تو وہ اس کے بدلے مزید ثواب کا حقدار ہو گا۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ عورت کو عمل ولادت کے وقت دردناک اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ اذیت اسکے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، اسکے ساتھ ساتھ اگر وہ صبر کا دامن تھامے رکھے اور اللہ تعالیٰ سے اجرو ثواب کی خواستگار ہو تو وہ مزید ثواب اور حسنات کی حقدار ہو گی۔ واللہ اعلم۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

((يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ)) کا حکم عورتوں پر لاگو نہیں ہوتا

سوال ۴۳ میں کلیہ شریعہ (شرعی کالج) میں زیر تعلیم ہونے کی بناء پر اپنے خاوند سے فقہ اور تعلیمی اعتبار سے فائق ہوں جبکہ میرا خاوند آدھا ان پڑھ ہے۔ کیا اس اعتبار سے میں اس کی امامت کرا سکتی ہوں؟

جواب عورت مرد کی امام نہیں بن سکتی خواہ وہ اس کا خاوند ہو، بیٹا ہو یا باپ۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً»(رواه البخاري في كتاب المغازي)

"وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنا معاملہ کسی عورت کے سپرد کر دیا ہو۔"

عورت اگر مرد سے زیادہ پڑھی لکھی ہو تو بھی وہ منصب امامت کی اہل نہیں۔ باقی رہا آپ

ﷺ کا یہ ارشاد:

«يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ»(رواہ مسلم)

"لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے (یعنی لوگوں کو وہ شخص نماز پڑھائے) جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو۔"

تو عورت مرد کے ساتھ اس خطاب کی اہل نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرٗا مِّنۡهُنَّۖ ﴾ (الحجرات ۴۹/ ۱۱)

"اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا تمسخر نہ اڑائے' ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا تمسخر اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے معاشرے کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا: یعنی مرد اور عورت۔ اس بناء پر عورت «یوم القوم اقرئهم لكتاب الله» کے عموم میں داخل ہی نہیں۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

ادائیگی نماز کے لئے لباس کا حکم

سوال ۴۴ ایک عورت نماز پڑھنے کیلئے ایسا کپڑا زیب تن کرتی ہے جو کہ مردوں کا شعار ہے۔ کیا ایسے لباس میں اسکی نماز جائز ہے؟ اور کیا یہ عمل مردوں سے مشابہت کے ضمن میں آتا ہے؟

جواب ایسا کپڑا جو کہ مردوں کا شعار ہو عورت کے لئے ہر حالت میں اس کا پہننا حرام ہے' چاہے وہ نماز کی حالت میں پہنے یا عام حالات میں۔ کیونکہ نبی ﷺ نے ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے' لہٰذا کسی بھی عورت کے لئے مردوں کا مخصوص لباس پہننا جائز نہیں اور نہ کسی مرد کے لئے عورتوں کا مخصوص لباس پہننا جائز ہے۔

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ خصوصیت کا مفہوم کیا ہے؟ خصوصیت صرف رنگ میں نہیں' بلکہ رنگ اور صفت دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ لہٰذا عورت کے لئے سفید رنگ کا لباس زیب تن کرنا جائز ہے' بشرطیکہ اس کی تراش خراش (بناوٹ) مردوں کے لباس جیسی نہ ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مردوں کے ساتھ مخصوص لباس عورتوں پر حرام ہے تو ایسے لباس میں بعض اہل علم کے نزدیک عورت کی نماز درست نہیں ہے' یہ علماء وہ ہیں جو ستر میں اس امر کی شرط لگاتے ہیں کہ وہ ساتر

مباح بھی ہو۔

دراصل یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء پردہ کرنے والے (ساتر) لباس میں اس کے جائز ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے ایسا نہیں سمجھتے۔ اس کے جائز ہونے کی شرط لگانے والے علماء کی دلیل یہ ہے کہ واجب الستر اعضاء کا چھپانا شرائط نماز میں سے ہے اور ضروری ہے کہ ساتر لباس وہ ہو جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہ دی ہو تو وہ شرعاً ساتر نہیں ہو گا۔

اور جو علماء گناہ کے باوجود اس لباس میں نماز کے صحیح ہونے کے قائل ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ ستر' تو بہرحال حاصل ہو چکا ہے۔ (لہذا اس میں نماز درست ہو گی) جبکہ گناہ اس معاملے سے خارج ہے جو کہ نماز کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بہرحال حرام لباس زیب تن کر کے نماز پڑھنے والا اس خطرے سے دوچار رہے گا کہ کہیں اسکی نماز رد نہ کر دی جائے اور وہ شرف قبولیت سے محروم رہے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

باب : 6
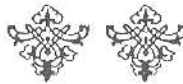
جنائز

خاوند کا بیوی کو غسل مرگ دینا

سوال ۱ ہم نے عوام الناس سے اکثر یہ سنا ہے کہ وفات کے بعد بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے' لہٰذا بیوی کی وفات کے بعد خاوند نہ تو بیوی کو دیکھ سکتا ہے اور نہ اسے لحد میں اتار سکتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب شرعی دلائل سے ثابت ہے کہ بیوی خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ اسی طرح خاوند بھی بیوی کو غسل کو دے سکتا ہے اور اسے دیکھ سکتا ہے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا تھا۔ اسی طرح سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں غسل دیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

---- شیخ ابن باز ----

نماز جنازہ پڑھنا مردوں کیلئے مخصوص نہیں

سوال ۲ عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتیں' کیا عورتوں کے لئے نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے؟

جواب نمازہ جنازہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے مشروع ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فَلَهُ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ تَبِعَهَا حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيْرَاطَانِ، قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ! وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ جَبَلَيْنِ عَظِيْمَيْنِ، يَعْنِيْ مِنَ الأَجْرِ»(صحيح البخاري وصحيح مسلم)

"جس شخص نے نماز جنازہ پڑھی اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور جو دفن تک اس کے ساتھ رہا اسے دو قیراط ثواب ملے گا' پوچھا گیا' یارسول اللہ! قیراط کیا ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بڑے پہاڑوں کی طرح یعنی ثواب میں۔"

لیکن عورتوں کا میت کے ساتھ قبرستان جانا ناجائز ہے' کیونکہ انہیں اس سے منع کیا گیا ہے۔ بخاری و مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا:

«نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا»(رواہ أبو داود ٣١٦٧)

"ہم عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا' اور اس کی تاکید نہیں کی گئی"

جہاں تک نماز جنازہ پڑھنے کا تعلق ہے تو اس سے انہیں نہیں روکا گیا' جنازہ مسجد میں ہو' گھر میں ہو یا جنازہ گاہ میں' عورتیں نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں جنازہ پڑھا کرتی تھیں۔"

باقی رہا مسئلہ زیارت قبور کا تو یہ جنازے کے ساتھ جانے کی طرح مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ ان کا میت کے ساتھ قبرستان تک جانا اور قبروں کی زیارت کرنا باعث فتنہ ہے۔ واللہ اعلم۔ نیز اس لئے بھی کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ»(رواه الترمذي في كتاب الأدب)

"میں نے مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔" وباللہ التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

تعزیتی مجلس برپا کرنا

سوال ۳ میت کو دفن کرنے کے تین دن بعد تک تعزیتی (ماتمی) اجتماع کرنے اور قرآن خوانی کا کیا حکم ہے؟

جواب میت کے گھر میں کھانے پینے یا قرآن خوانی کے لئے اکٹھا ہونا بدعت ہے۔ اسی طرح ورثاء کا میت کے لئے کسی دعائیہ مجلس کا انعقاد بھی بدعت ہے۔ میت کے گھر صرف تعزیت کرنے اور ان کے حق میں دعا کرنے اور اہل خانہ کو تسلی دینے کیلئے جانا چاہیئے۔

لوگوں کا تعزیتی اجتماع (ماتم) منعقد کرنا' خاص طرح کی دعائیہ مجالس برپا کرنا' قرآن خوانی کیلئے محافل کا انعقاد کرنا' ایسی چیزوں کا شرع میں کوئی وجود نہیں' اگر ان جیسی چیزوں میں کوئی خیر ہوتی تو ہمارے سلف صالحین ایسا ضرور کرتے۔ نبی ﷺ نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ جب جعفر بن ابی طالب' عبد اللہ بن رواحہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جنگ موتہ میں شہید ہوئے اور وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان حضرات کی موت کی خبر دی' ان کے لئے دعا فرمائی اور اپنی رضا کا اظہار فرمایا' لیکن نہ تو لوگوں کو جمع کیا' نہ کوئی دعوت ترتیب دی اور نہ کوئی

ماتمی پروگرام تشکیل دیا' حالانکہ یہ لوگ افضل ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا مگر اس بات کے باوجود کہ آپ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں کسی نے آپ کا ماتم نہ کیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے مگر کسی نے کوئی ماتم نہ کیا' لوگوں کو رونے دھونے کے لئے جمع کیا نہ انہوں نے قرآن خوانی کی۔ بعد ازاں عثمان و علی رضی اللہ عنہما شہید کئے گئے' تو اس موقع پر لوگوں کو جمع نہ کیا گیا کہ وہ ان کے لئے دعا کریں یا مجلس ترحیم منعقد کریں۔ میت کے عزیزوں یا ہمسایوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ میت کے اہل خانہ کے لئے کھانا تیار کر کے ان کے ہاں بھجوائیں۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو گھر والوں سے فرمایا:

«اِصْنَعُوْا لآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَقَدْ جَاءَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ»(رواه الترمذي في كتاب الجنائز)

"آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو' تحقیق ان کے پاس ایک ایسی خبر پہنچی ہے۔ جو انہیں مشغول کر دے گی" (اور وہ کھانا وغیرہ تیار نہیں کر سکیں گے)۔

گھر والے ایک مصیبت سے دوچار ہیں' اب اگر کھانا تیار کر کے ان کے ہاں بھیجا جائے تو یہ ایک مشروع کام ہے۔ لیکن انہیں ایک نئی مصیبت سے دو چار کرنا اور لوگوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا پابند بنا دینا سنت کے یکسر خلاف ہے۔ بلکہ بدعت ہے' جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

«كُنَّا نَرَى الإِجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ مِنَ النِّيَاحَةِ»(رواه ابن ماجة)

"ہم میت والوں کے ہاں جمع ہونے اور دفن کے بعد کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے" اور نوحہ یعنی بلند آواز سے چیخنا چلانا حرام ہے اور اسکی وجہ سے میت کو عذاب قبر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے' ہاں آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

---- شیخ ابن باز ----

تعزیت کے لئے دنوں کی تخصیص نہیں ہے

سوال ۴ کیا میت کے پس ماندگان سے تعزیت کے لئے تین دن مخصوص کرنا بدعت ہے؟ کیا بچوں' بوڑھوں اور لاعلاج مریضوں کی وفات کے بعد ان کی تعزیت کرنا جائز ہے؟

جواب تعزیت کرنا سنت ہے۔ تعزیت سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مصیبت زدہ پسماندگان کو تسلی دی جائے اور ان کے لئے دعا کی جائے۔ مرنے والا کم عمر ہو یا معمر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اور نہ ہی تعزیت کے لئے کوئی مخصوص الفاظ ہیں' بلکہ مسلمان بھائی کی تعزیت مناسب الفاظ سے کی جاسکتی ہے' مثلاً یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے' آپ کی مصیبت کا ازالہ فرمائے اللہ تعالیٰ جانے والے کو معاف فرمائے' وغیرہ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ مرنے والا مسلمان ہو اور اگر وہ غیر مسلم ہو تو اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں ہے۔ اس کے قریبی مسلمان عزیزوں سے مندرجہ بالا کلمات کی طرح مناسب الفاظ کے ساتھ تعزیت کی جائے گی۔ پھر تعزیت کے لئے مخصوص دن یا وقت نہیں ہے۔ موت کے بعد جنازہ پڑھنے سے پہلے یا اس کے بعد' اسی طرح دفن سے پہلے یا بعد' کسی بھی وقت تعزیت کی جاسکتی ہے۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ مصیبت کی شدت کے دوران تعزیت کا اظہار کیا جائے۔ تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ تحدید ایام کی کوئی دلیل نہیں۔

----- شیخ ابن باز -----

میت پر نوحہ کرنا

سوال ۵ کیا میت پر نوحہ کرنا' رخسار پیٹنا اور گریبان چاک کرنا جائز ہے؟ اور کیا میت پر نوحہ کرنے سے اس پر بھی کوئی اثر ہوتا ہے؟

جواب میت پر آہ و بکا کرنا' چیخنا چلانا اور نوحہ کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح کپڑے پھاڑنا' رخسار پیٹنا وغیرہ بھی ناجائز ہے۔ جس طرح کہ صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ» (صحيح البخاري وصحيح مسلم)

"جو شخص (بوقت مصیبت) رخسار پیٹتا' گریبان پھاڑتا اور جاہلانہ انداز میں چیختا چلاتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے نوحہ کرنے والی اور بین کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ» (رواه مسلم في كتاب الجنائز)

"میت کو اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔"

دوسری روایت میں یوں ہے:

«إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ»(متفق عليه)

"میت کو اس کے اہل وعیال کے نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔"

---- دارالإفتاء کمیٹی ----

مصیبت کے وقت رخسار پیٹنا اور گریبان پھاڑنا

سوال ٦ کسی کی موت پر رخسار پیٹنے والی عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب مصیبت کے وقت رخسار پیٹنا' گریبان چاک کرنا اور نوحہ وغیرہ کرنا' یہ سب کچھ حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ»

(صحيح البخاري وصحيح مسلم)

"جو شخص رخسار پیٹتا' گریبان چاک کرتا' اور جاہلانہ انداز میں آہ وبکا کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«أَنَا بَرِيءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالحَالِقَةِ وَالشَّاقَّـةِ»(رواه مسلم في كتاب الإيمان)

"میں بین کرنے والی' بال نوچنے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورت سے بیزار ہوں۔"

نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«ارْبَعٌ فِى أُمَّتِىْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهَلِيَّةِ لاَ يَتْرُكُوْنَهُنَّ: اَلْفَخْرُ بِالأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِى الأَنْسَابِ، وَالإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ» (رواه مسلم في كتاب الجنائز)

"میری امت میں چار جاہلانہ عادات ایسی ہیں جنہیں وہ چھوڑنے والی نہیں ہے: حسب پر فخر کرنا' نسب میں طعن کرنا' ستاروں کی مدد سے بارش مانگنا اور میت پر نوحہ کرنا۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلنَّـائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ»(صحیح مسلم)

"اگر نوحہ کرنے والی عورت نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن اس حالت میں کھڑی کی جائے گی کہ وہ گندھک کی شلوار اور خارشی قمیض پہنے ہوگی۔"

اس بناء پر مصیبت کے وقت صبر کرنا' اور ایسے منکر امور سے بچنا اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٥﴾ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتۡهُم مُّصِيبَةٞ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ ﴾ (البقرہ۲/ ۱۵۵۔۱۵۶)

"اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ جب کبھی ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے خیر کثیر کا وعدہ فرما رکھا ہے:

﴿ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ ﴾ (البقرہ۲/ ۱۵۷)

"یہ لوگ وہ ہیں کہ ان پر نوازشیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

---- شیخ ابن باز ----

باب : 7

زکوٰۃ کے مسائل

زیورات پر زکوٰۃ

سوال ۱ کیا اس سونے پر زکوٰۃ فرض ہے جسے عورت صرف اپنی زیب و زینت اور استعمال کے لیے سنبھال رکھتی ہے اور وہ تجارتی مقاصد کے لئے نہیں ہے؟

جواب زیورات اگر تجارتی مقاصد کے لئے نہ ہوں تو ان پر وجوب زکوٰۃ کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اگرچہ ایسے زیورات محض زیب و زینت کے لئے ہوں پھر بھی ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے۔ جس کا وزن ٹھیک بانوے گرام (ساڑھے سات تولے) ہے اگر زیور (سونا) اس سے کم مقدار میں ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں' ہاں زیورات اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان میں مطلق طور پر زکوٰۃ فرض ہے' بشرطیکہ ان کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے۔ چاندی کا نصاب ایک سو چالیس مثقال ہے' جس کی مقدار چھپن سعودی ریال ہے۔ اگر چاندی کے زیورات اس سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ تجارت کے لئے ہوں اور ان کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے تو ان میں مطلق طور پر زکوٰۃ فرض ہے۔

استعمال کے لئے تیار کئے گئے سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہونے کی دلیل نبی ﷺ کا یہ عمومی ارشاد ہے:

«مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلاَ فِضَّةٍ لاَ يُؤَدِّيْ زَكَاتَهَا إِلاَّ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِيْنُهُ وَظَهْرُهُ»(رواه مسلم كتاب الزكاة حديث ٢٤)

"سونے اور چاندی کا کوئی بھی مالک جو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس حالت میں ہو گا کہ اس کے لئے آگ کی چوڑی پتریاں بچھائی جائیں گی' پھر ان سے اس کے پہلو' پیشانی اور پیٹھ پر داغ دیئے جائیں گے۔"

نیز عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا! "کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟" اس نے جواباً عرض کیا: "نہیں" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ، فَأَلْقَتْهُمَا

وَقَالَتْ: هُمَا للهِ وَرَسُوْلِهِ»(سنن أبي داؤد وسنن نسائي بإسناد حسن)

"کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے؟" اس عورت نے وہ دونوں کنگن پھینک دیئے اور بولی کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں۔"

نیز ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی یہ روایت کہ وہ سونے کی پازیب پہنا کرتی تھی' اس نے دریافت کیا یارسول اللہ (ﷺ!) کیا یہ کنز (خزانہ) ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا بَلَغَ أَنْ تؤَدِّي زَكَاتَهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ»(رواه أبوداؤد ومالك والدارقطني وصححه الحاكم)

"اگر یہ نصاب کو پہنچ جائے اور ان کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو کنز نہیں ہے۔"

آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ نبی ﷺ سے روایت ہے:

«لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ»

"زیورات میں زکوٰۃ نہیں"۔

تو یہ ضعیف ہے اس کا اصل اور صحیح احادیث سے معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

ہیرے جواہرات کے جڑاؤ والے زیورات پر زکوٰۃ

سوال ۲ ایسے زیورات کی زکوٰۃ کس طرح ادا ہو گی جو خالص سونے کے نہیں بلکہ کئی طرح کے ہیرے' جواہرات اور نگینوں سے مرصع ہوں؟ کیا سونے کے ساتھ ان ہیرے جواہرات کا وزن بھی شمار ہوگا؟ کیونکہ انہیں اس سے الگ کرنا مشکل ہے۔

جواب سونا ہی وہ (اصل) چیز ہے کہ جس پر زکوٰۃ ہے اگرچہ وہ پہننے' کے لیے ہی ہو۔ ہیرے' جواہرات' موتیوں اور نگینوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر زیورات سونے اور ہیرے جواہرات کے جڑاؤ والے ہوں تو عورت' اس کے خاوند یا اس کے دیگر سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ انتہائی احتیاط سے سونے کا اندازہ کریں یا تجربہ کار لوگوں سے ان کی رائے معلوم کریں' اس بارے میں ظن غالب معتبر ہو گا۔ ظن غالب کی رو سے اگر زیور نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو گی۔ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے' سعودی اور یورپی کرنسی میں اس کی تعداد ساڑھے گیارہ گنی ہے۔

ٹھیک بانوے گرام۔ (ساڑھے سات تولے)۔

زکوٰۃ کی ادائیگی ہر سال گزرنے پر ہو گی اور یہ (کل نصاب زکوٰۃ سے) ۱۰/ ۴ حصے یعنی ایک ہزار روپے میں پچیس روپے کے حساب سے دی جائے گی' علماء کے اقوال سے یہی قول صحیح ترین ہے۔

اگر زیورات تجارت کے لئے ہوں تو جمہور اہل علم کے نزدیک دیگر سامان تجارت کی طرح موتی اور الماس کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے تمام زیورات پر زکوٰۃ واجب الاداء ہو گی۔

---- شیخ ابن باز ----

زکوٰۃ ادا کرنے سے قبل سونا فروخت کرنے کا حکم

سوال ۳ کچھ عرصہ پہلے میں نے اپنا زیر استعمال سونا فروخت کر دیا' جبکہ میں نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی۔ اب اس کی زکوٰۃ کیسے ادا ہو گی؟ معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے وہ زیور چار ہزار ریال میں فروخت کیا تھا۔

جواب اگر آپ کو سونا فروخت کرنے کے بعد اس پر وجوب زکوٰۃ کا علم ہوا ہے تو اس صورت میں آپ پر کوئی حرج نہیں ہے اور اگر (فروخت سے پہلے) آپ کو اس مسئلے کا علم تھا تو اس رقم میں سے ریٹ (اڑھائی فیصد) سالانہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں' اسی طرح گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی مارکیٹ میں سونے کی قیمت کے حساب سے ادا کرنا پڑے گی۔ آپ معروف کرنسی کے ساتھ ۱۰/ ۴ یعنی اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر آپ کو زیورات پر وجوب زکوٰۃ کا علم آخری سال ہوا تو پھر صرف آخری سال کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

---- شیخ ابن باز ----

بیوی کی طرف سے خاوند کا زکوٰۃ ادا کرنا اور بھانجے کو زکوٰۃ دینا

سوال ۴ کیا میری طرف سے میرا خاوند زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے؟ جبکہ یہ خاوند ہی کا دیا ہوا مال ہے۔ نیز کیا میں اپنے یتیم اور نوجوان بھانجے کو زکوٰۃ دے سکتی ہوں' جبکہ وہ شادی کی فکر میں ہے؟

جواب اگر آپ کا مال سونے' چاندی یا دیگر اموال زکوٰۃ میں سے نصاب یا اس سے زائد مقدار کو پہنچ چکا ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا آپ پر واجب ہے۔ اگر آپ کا خاوند آپ کی اجازت (و مشاورت) سے زکوٰۃ ادا کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح آپ کی طرف سے آپ کا باپ' بھائی یا

کوئی اور شخص آپ کی اجازت سے زکوٰۃ ادا کر دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر آپ کا بھانجا شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ اس کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

عورت غریب و مقروض خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے

سوال ایک عورت کا خاوند ملازم ہے' چار ہزار ریال تنخواہ پاتا ہے مگر تیس ہزار کا مقروض ہے کیا وہ اسے زکوٰۃ دے سکتی ہے؟

جواب عام دلائل کی رو سے' علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق اگر عورت اپنے زیورات یا غیر زیورات کی زکوٰۃ اپنے غریب یا مقروض خاوند (جو ادائیگی قرض کی طاقت نہ رکھتا ہو) کو دینا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ ﴾ (التوبہ ۹/ ۶۰)

"صدقات (زکوٰۃ) فقراء و مساکین کے لئے ہیں۔" وباللہ التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

ماں کو زکوٰۃ دینا

سوال ۶ کیا کوئی شخص اپنی ماں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

جواب مسلمان شخص اپنے والدین یا اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو اپنے ضرورت مند والدین اور بچوں پر اپنے ذاتی مال سے خرچ کرے۔ وباللہ التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

گھریلو استعمال کے خاص برتنوں میں زکوٰۃ نہیں ہے

سوال ۷ میرے پاس گھریلو استعمال کے لئے بہت سے برتن ہیں' ان میں سے کچھ تو روزانہ کے استعمال کے لئے ہیں جبکہ کچھ عام مہمانوں کے لئے' اور کچھ خاص تقریبات کے لئے ہیں' اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ میں برتن ادھار یا کرائے پر لینے کی بجائے انہی برتنوں کو استعمال کرتی ہوں' کیونکہ بیرونی برتن گندے اور پرانے ہونے کی وجہ سے میری سوسائٹی میں ناقابل استعمال ہوتے ہیں۔ میں یہ برتن

گھر پر الماریوں میں سنبھال کر رکھتی ہوں اور بوقت ضرورت اپنے قریبی رشتے داروں اور ہمسائیوں کے ساتھ تعاون کی غرض سے انہیں عاریتاً فراہم کرتی ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں نے عورتوں کے ایک اجتماع میں ایک خاتون سے سنا وہ کہہ رہی تھی کہ انسان کا تمام سامان کے بارے میں حساب وکتاب ہو گا' جن میں برتن بھی شامل ہیں۔ اس نے مزید کہا اس سامان کی وجہ سے ہم روز قیامت عذاب سے دوچار ہوں گے (اور آگ میں گرم کرکے) ان برتنوں سے ہمیں داغا جائے گا (اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے) اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ کیا میں ان برتنوں کو صدقہ کردوں اور اپنی تقریبات کے مواقع پر دوسرے لوگوں سے مانگتی پھروں یا انہیں باقی رہنے دوں اور ان کی زکوۃ ادا کروں یا ان میں زکوۃ واجب ہی نہیں؟ آخر مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب آپ نے جو کچھ بتایا اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں اور مذکورہ برتنوں پر زکوۃ واجب نہیں ہے' کیونکہ وہ برائے فروخت نہیں' صرف ضروریات کی تکمیل اور دوسروں کی خدمت کیلئے ہیں۔ آپ سے جس نے یہ کہا ہے کہ ان برتنوں کو سنبھال کر رکھنا ناجائز ہے تو ایسا کہنے والا جاہل اور غلط ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں بغیر علم کے ایک بات کہہ دی ہے۔ اسے توبہ کرنی چاہیئے اور بغیر علم کے فتوی جاری کرنے سے محتاط رہنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے غیر ذمہ دارانہ عمل کو بڑی سختی سے حرام قرار دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَـٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾

(الأعراف ۷/ ۳۳)

"آپ فرما دیجئے کہ میرے پروردگار نے بیہودگیوں کو حرام کر دیا ہے' ان میں جو ظاہر ہوں (انکو بھی) اور جو پوشیدہ ہوں (انکو بھی) اور گناہ کو اور کسی پر ناحق زیادتی کو اور اس کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرو جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور اس کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی جھوٹی بات لگا دو جس کا تم کوئی علم نہیں رکھتے۔"

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ ذوالجلال کے متعلق بغیر علم کے بات کرنے کا حکم شیطان دیتا ہے اور یہ بات اللہ کے اس فرمان میں ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَـٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا

تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ (البقرہ ۲/ ۱۶۸۔۱۶۹)

"اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر مت چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ان باتوں کے کہنے کا حکم دیتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔" واللہ ولی التوفیق

---- شیخ ابن باز ----

مجاہدین کو زکوٰۃ دینا

سوال ۸ ایک قابل اعتماد شخص کا کہنا ہے کہ وہ زکوٰۃ کا مال ایک ایسے معتمد علیہ عالم کے پاس پہنچا سکتا ہے جو اسے مجاہدین تک پہنچا دے' کیا میں اس طرح اپنے سونے کی زکوٰۃ ادا کر سکتی ہوں؟ یا اس سے بہتر بھی کوئی راستہ ہے؟ میرے لئے مستحق لوگوں کی تلاش مشکل ہے۔

جواب مجاہدین کو زکوٰۃ دینا درست ہے' ممتاز علماء کا فتویٰ یہی ہے اور یہ اس لئے کہ مجاہدین اسلام' کفار اور سخت ترین اعداء دین کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ اگر کوئی قابل اعتماد شخص اموال زکوٰۃ مجاہدین تک پہنچا سکے یا کسی ایسے شخص کے حوالے کر سکے جو اسے مجاہدین تک پہنچا دے گا تو زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کے حوالے کر دینا جائز ہو گا۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی وجہ سے عند اللہ اجر کا حقدار ہو گا۔

---- شیخ ابن جبرین ----

زیورات کی زکوٰۃ

سوال ۹ ایک عورت کے پاس اتنا سونا ہے جو نصاب کو پہنچ چکا ہے۔ اسے سعودی کرنسی میں کس مقدار سے زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی؟

جواب اسے ہر سال سونے کا کاروبار کرنے والوں یا دوسرے لوگوں سے زیر استعمال ایک قیراط کی قیمت معلوم کرنی چاہیئے۔ جب اسے سعودی ریال میں حاضر وقت قیراط کی قیمت معلوم ہو جائے تو اس کی قیمت کی زکوٰۃ ادا کرے' اسے رأس المال جاننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وجوب زکوٰۃ کے وقت اس کے مساوی پر عمل ہو گا۔

باب : 8

روزہ

رہ جانے والے روزوں کا حکم

سوال ۱ میں ایام ماہواری کی وجہ سے رمضان المبارک کے فوت ہونے والے روزوں کی قضاء نہیں دیتی رہی' اب ان کا شمار بھی مشکل ہے' اس بارے میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب میری اسلامی بہن! تحری (دو چیزوں میں اولیٰ کی تلاش) کیجئے اور غالب ظن کے مطابق روزے رکھ لیجئے' اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق کی طالب رہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرہ ۲/ ۲۸۶)

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

لہٰذا کوشش اور تحری سے کام لیجئے اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے غالب ظن کے مطابق روزے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں۔ واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

قضاء بھی لازم ہے اور کفارہ بھی

سوال ۲ سن بلوغت کو پہنچنے کی معروف علامتوں کے اعتبار سے میں دس سال کی عمر تک بالغ ہو گئی' بلوغت کے پہلے سال ہی میں نے رمضان المبارک کو پالیا۔ کسی عذر کے بغیر محض اس بناء پر کہ مجھے وجوب رمضان کا علم نہیں تھا' میں نے اس سال روزے نہ رکھے۔ کیا مجھ پر ان دنوں کے روزے رکھنا واجب ہیں؟ اور کیا قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ ادا کرنا بھی واجب ہو گا؟

جواب جس مہینے کے آپ نے روزے نہیں رکھے توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ اس ماہ کے روزوں کی قضاء بھی آپ پر واجب ہے۔ علاوہ ازیں اگر آپ طاقت رکھتی ہوں تو کفارے کے طور پر ایک دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے۔ جس کی مقدار آپ کے علاقے کی عام خوراک مثلاً کھجور اور چاول وغیرہ سے نصف صاع ہے۔ اگر آپ فقر کی وجہ سے کفارہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں تو روزے رکھنا ہی کافی ہے۔

----شیخ ابن باز----

رمضان کی قضاء میں تاخیر کا حکم

سوال ۳ اگر رمضان المبارک کے روزوں کی قضاء آئندہ رمضان کے بعد تک مؤخر ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر کسی نے شرعی عذر کی وجہ سے (جیسے سفر یا بیماری وغیرہ) رمضان المبارک کے روزوں کو ترک کر دیا تو اس پر آئندہ رمضان المبارک سے پہلے پہلے فوت شدہ روزوں کی قضاء لازم ہے۔

دو رمضانوں کے درمیان ایام کی وسعت' اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ اگر کوئی شخص اسے آئندہ رمضان المبارک کے بعد تک مؤخر کر دے تو اس پر قضاء کے ساتھ ساتھ بطور کفارہ روزانہ کے حساب سے ایک مسکین کو کھانا کھلانا بھی واجب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہی فتویٰ ہے۔ کھانے کی مقدار اس علاقے کی خوراک میں سے نصف صاع ہے۔ ایک صاع تقریباً ڈیڑھ کلو کے برابر ہوتا ہے' وہ کھجور ہو یا چاول یا کچھ اور' اگر آئندہ رمضان المبارک سے پہلے قضاء دے دے تو کفارہ دینا واجب نہیں ہو گا۔

----شیخ ابن باز----

باب: 9
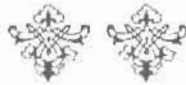
حج اور عمرہ

عورت عمرہ ادا کرنے سے پہلے حیض والی ہو گئی

سوال ۱ حج تمتع کرنے والی عورت نے احرام باندھا اور بیت اللہ پہنچنے سے پہلے حائضہ ہو گئی۔ اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہیئے؟ کیا وہ عمرہ کرنے سے پہلے حج کر سکتی ہے؟

جواب ایسی عورت عمرے کے احرام میں رہے' اگر نو ذی الحجہ سے پہلے پاک ہو جائے اور اس کے لئے عمرہ مکمل کرنا ممکن ہو تو اسے پورا کرے' پھر حج کا احرام باندھ کر باقی ماندہ مناسک حج پورے کرنے کے لئے عرفات چلی جائے اور اگر وہ یوم عرفہ سے پہلے پاک نہ ہو تو یہ کہتے ہوئے احرام عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھ لے۔

«اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَحْرَمْتُ بِحَجٍّ مَعَ عُمْرَتِيْ»

"اللہ جی! میں عمرے کے ساتھ حج کا احرام باندھتی ہوں۔" (یعنی حج کے بعد عمرہ ضرور ادا کرونگی)"

اس طرح وہ حج قران کرنے والی ہو جائیگی' لوگوں کے ساتھ وقوف کرے اور دیگر اعمال حج پورے کرے اور اس کے لئے اس کا احرام اور عید کے دن کا طواف یا اس کے بعد طواف زیارت اور سعی اس کو اس کے حج اور عمرے سے کفایت کر جائیں گے۔ البتہ حج تمتع کرنے والے کی طرح اس پر حج قران کی قربانی ضروری ہو گی۔

----شیخ ابن جبرین----

اس پر کوئی حرج نہیں

سوال ۲ میری بیوی حج کا احرام باندھنا چاہتی تھی غسل خانے سے نکلنے اور لباس تبدیل کرنے سے پہلے اس نے کچھ بال کاٹ دیئے' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں' عورت پر کوئی فدیہ وغیرہ بھی عائد نہیں ہو گا۔ کیونکہ بالوں کا کاٹنا احرام کی نیت کرنے کے بعد منع ہوتا ہے۔ جبکہ اس نے ابھی نہ تو نیت کی تھی

اور نہ ہی احرام باندھا تھا۔ ویسے اگر وہ عدم واقفیت یا نسیان کی بناء پر احرام باندھنے کے بعد بھی بال کاٹ لیتی تو بھی اس پر فدیہ لازم نہ تھا' وہ عدم واقفیت کی وجہ سے معذور سمجھی جائے گی۔

----شیخ ابن جبرین----

میں حج کرنا چاہتی ہوں جبکہ میرا خاوند اس سے روکتا ہے

سوال ۳ میں عمر رسیدہ اور مالدار خاتون ہوں' میں نے کئی بار اپنے خاوند کے سامنے حج کرنے کی خواہش کا اظہار کیا مگر وہ بلاوجہ میری اس خواہش کو رد کرتا رہا ہے۔ اب جبکہ میرا بڑا بھائی فریضہ حج ادا کرنا چاہتا ہے تو کیا میں خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ حج کر سکتی ہوں؟ یا میں خاوند کی اطاعت کرتے ہوئے اس ارادے سے باز رہوں اور شہر ہی میں مقیم رہوں؟ برائے کرم فتویٰ سے نواز دیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب اس اعتبار سے کہ تمام شرائط کے پورا ہونے پر فوراً حج کرنا واجب ہے اور چونکہ اس عورت میں قدرت اور مکلف ہونے کی علت پائی جاتی ہے لہٰذا اسے بلاوجہ فریضہ حج کی ادائیگی سے روکنا خاوند کے لئے حرام ہے۔ مذکورہ بالا حالات میں سائلہ کو بھائی کی معیت میں حج کرنا چاہئے اگر اس کا خاوند اس سے موافقت نہ کرے تو بھی اس پر حج کرنا فرض ہے۔ نماز اور روزے کی طرح اس پر حج بھی فرض ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر مقدم ہے۔ خاوند کو اس بات کا قطعاً کوئی حق نہیں کہ وہ بلاوجہ بیوی کو فریضہ حج کی ادائیگی سے روکے۔ واللہ الموفق والهادی الی سواء السبیل

----شیخ ابن جبرین----

نقاب ممنوعات احرام میں سے ہے

سوال ۴ میں نے عدم واقفیت کی وجہ سے عمرے کی ادائیگی کے دوران نقاب اوڑھے رکھا' اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب برقعہ جو کہ نقاب ہے ممنوعات احرام میں سے ہے' لہٰذا اس کے پہننے میں عورت پر فدیہ واجب ہے۔ جس کی مقدار ایک جانور ذبح کرنا یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا تین دنوں کے روزے رکھنا ہے۔ لیکن اس کی شرط' معلوم ہونا اور یاد کرنا ہے۔ اگر کسی عورت نے شرعی حکم سے عدم واقفیت کی بناء پر یا احرام کی حالت کو بھول کر یا ممنوعات احرام کو بھول کر برقع اوڑھ لیا تو اس

صورت میں اس پر فدیہ نہیں ہو گا۔ فدیہ صرف جان بوجھ کر ایسا کرنے پر ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

ادائیگی حج کے لئے مانع حیض گولیوں کا استعمال

سوال ۵ کیا دوران حج حیض روکنے یا اسے مؤخر کرنے کے لئے عورت مانع حیض گولیاں استعمال کر سکتی ہے؟

جواب دوران حج ایام ماہواری کے ڈر سے ایک عورت مانع حیض گولیاں استعمال کر سکتی ہے۔ مگر عورت کی صحت وسلامتی کے پیش نظر ایسا کرنے سے پہلے کسی ماہر ڈاکٹر سے مشورہ کرنا ضروری ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت رمضان المبارک کے روزے لوگوں کے ساتھ رکھنے کے لئے ایسا کرنا چاہے تو بھی یہ جائز ہے۔

----دارالافتاء کمیٹی----

جس عورت کا محرم نہیں اس پر حج نہیں

سوال ۶ ایک خاتون جو نیکی اور تقویٰ میں شہرت کی حامل ہے' وہ درمیانی عمر یا بڑھاپے کے قریب ہے اور حج کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس کا کوئی محرم نہیں ہے۔ ادھر شہر کے معززین میں سے ایک باکردار شخص اپنی محرم عورتوں کے ساتھ حج کرنا چاہتا ہے' کیا اس خاتون کا اس پاکباز شخص کے ساتھ فریضہ حج کرنا درست ہے؟ جبکہ اس کی عورتیں دیگر عورتوں کے ساتھ ہوں گی اور وہ صرف اس پر نگران ہو گا' یا اس عورت کا محرم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے حج ساقط ہو جائے گا؟ جبکہ وہ مالی طور پر استطاعت کی حامل ہے۔ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں۔ بارک اللہ فیکم

جواب جس عورت کے ساتھ محرم نہ ہو اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کے لئے محرم کا ہونا "سبیل" میں سے ہے اور سبیل کی استطاعت وجوب حج کی ایک شرط ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ ﴾ (آل عمران ۳/ ۹۷)

"اور لوگوں کے ذمے ہے اللہ کے لئے اس کے گھر کا حج کرنا (یعنی لوگوں میں سے وہ) جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔"

خاوند یا محرم کے بغیر عورت کے لئے حج یا کسی دوسرے سفر کے لئے نکلنا ناجائز ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ يَحِلُّ لإِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الأَخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ»(صحيح البخاری، كتاب تقصير الصلاة، باب٤)

"کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو محرم کے بغیر ایک رات اور دن کی مسافت کا سفر جائز نہیں ہے۔"

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ، وَلاَ تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلاَّ وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ»(صحيح البخاری وصحيح مسلم)

"کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو' اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔"

اس پر ایک شخص نے اٹھ کر کہا' اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لئے چلی گئی ہے جبکہ میں نے فلاں فلاں غزوے کے لئے اپنا نام لکھوا رکھا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: «فَانْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ» "چلا جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔" حسن بصری' امام نخعی' احمد' اسحاق' ابن منذر اور اصحاب رائے کا بھی یہی مسلک ہے' اور یہی صحیح ہے' کیونکہ یہ مسلک ان عمومی احادیث کے مطابق ہے جو عورت کو خاوند یا محرم کے بغیر ہونے کو روا نہیں سمجھتا۔ امام مالک' شافعی اور اوزاعی رحمہم اللہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اور ہر ایک نے ایسی شرط عائد کی ہے جس کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ ابن منذر فرماتے ہیں' انہوں نے ظاہر حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ غرض ان کے پاس کوئی معتبر دلیل نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق

---- دارالافتاء کمیٹی ----

عورت کے لئے محرم کے بغیر حج کا حکم

سوال ۷ ایک مسکین عورت کے رشتے داروں نے اس کے ساتھ سفر حج سے انکار کر دیا' اس نے اجنبی لوگوں کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا' وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہو گئی

جس کے ساتھ دو عورتیں اور تھیں۔ اس کا یہ حج درست ہے یا نہیں؟

جواب اس کا حج درست ہے لیکن محرم کے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے گناہ گار ٹھہرے گی' اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیئے۔

----شیخ ابن باز----

عورت کا جرابوں اور دستانوں میں احرام باندھنے کا حکم

سوال ۸ عورتوں کے لئے جرابوں اور دستانوں میں احرام باندھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا عورت احرام والا لباس اتار سکتی ہے؟

جواب عورتوں کے لئے جرابوں وغیرہ میں احرام باندھنا زیادہ افضل اور پردے کا باعث ہے۔ اگر وہ عام لباس میں احرام باندھ لے تو یہ بھی کافی ہو گا۔ اگر اس نے جرابوں میں احرام باندھا اور پھر انہیں اتار دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں' جیسا کہ ایک آدمی اگر جوتیوں میں احرام باندھتا ہے اور پھر انہیں اتار دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں عورت دستانوں میں احرام نہیں باندھ سکتی' کیونکہ عورت کے لئے ایسا کرنا منع ہے' جیسا کہ اس کے لئے چہرے پر نقاب اوڑھنا منع ہے' کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ہاں اگر کہیں غیر محرم مردوں سے سامنا کرنا پڑے تو چہرے پر چادر یا دوپٹہ وغیرہ لٹکائے۔ طواف اور سعی میں بھی ایسا ہی کرنا ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا، وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَإِذَا حَاذَوْنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ» (سنن أبي داود وسنن ابن ماجة)

''ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور لوگوں کے قافلے ہمارے پاس سے گذرتے تھے۔ جب وہ لوگ ہمارے سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں چہروں پر لٹکا لیتیں' جب وہ آگے گذر جاتے تو ہم چہرہ ننگا کر لیتیں۔''

صحیح مذہب کی رو سے مرد کے لئے دوران احرام موزے پہننا جائز ہے' اگرچہ وہ کاٹے ہوئے نہ ہوں' جبکہ جمہور انہیں نیچے سے کاٹ ڈالنے کا حکم دیتے ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ جوتیاں میسر نہ آنے کی صورت میں انہیں کاٹے بغیر پہننا جائز ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے عرفات میں دوران خطبہ

ارشاد فرمایا تھا:

«مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ»(صحيح البخاري وصحيح مسلم)

''جس کے پاس چادر نہ ہو وہ شلوار پہن لے اور جس کے پاس جوتیاں نہ ہوں وہ موزے پہن لے۔''

آپ ﷺ نے اس موقعہ پر انہیں کاٹنے کا حکم نہیں دیا اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ انہیں کاٹنے کا حکم منسوخ ہے۔ واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

عورت جس لباس میں چاہے احرام باندھ سکتی ہے

سوال ۹ کیا عورت کسی بھی من پسند لباس میں احرام باندھ سکتی ہے؟

جواب ہاں عورت جس لباس میں چاہے احرام باندھ سکتی ہے' اس کے لئے احرام کے دوران کسی خاص لباس کی پابندی نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ وہ خوبصورت اور جاذب نظر لباس میں احرام نہ باندھے۔ چونکہ حج کے دوران مردوں کے ساتھ عورتوں کا اختلاط رہتا ہے لہٰذا اسے ایسے سادہ کپڑوں میں رہنا چاہیئے جو فتنہ کا باعث نہ بن سکیں۔

----شیخ ابن باز----

احرام تبدیل کرنے کا حکم

سوال ۱۰ کیا دھونے کی غرض سے احرام کا لباس تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

جواب احرام کا لباس دھونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اسے تبدیل کرکے نیا یا دھلا ہوا احرام باندھنے میں کوئی حرج ہے۔

----شیخ ابن باز----

حائضہ کے حج کا حکم

سوال 11 ایام حج میں حیض سے دو چار ہونے والی عورت کا کیا حکم ہے کیا اسے یہی حج کفایت کرے گا؟

جواب جب کوئی عورت حج کے دنوں میں حیض سے دوچار ہو جائے تو وہ دیگر حجاج کی طرح تمام اعمال حج بجالائے۔ ہاں وہ طہارت آنے تک طواف کعبہ اور سعی بین الصفا والمروہ نہ کرے۔ حیض سے فراغت کے بعد وہ غسل کرے' طواف بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ کرے' اگر اسے حیض اس وقت آیا کہ اعمال حج میں سے صرف طواف وداع ہی باقی رہ گیا ہو تو وہ واپسی کا سفر کر سکتی ہے اور طواف وداع نہ کر سکنے کی وجہ سے اس پر کفارہ وغیرہ نہیں ہے اور اس کا حج بھی صحیح ہو گا۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

«اَلنُّفَسَاءُ وَالْحَائِضُ إِذَا أَتَتَا عَلَى الْمِيْقَاتِ تَغْتَسِلاَنِ وَتُحْرِمَانِ وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ»(سنن أبی داؤد والترمذي عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنهما)

”نفاس اور حیض والی عورتیں جب میقات پر آئیں تو غسل کر کے احرام باندھ لیں اور طواف کعبہ کے علاوہ دیگر تمام مناسک حج ادا کریں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ مناسک عمرہ کی ادائیگی سے پہلے حائضہ ہو گئیں تو نبی ﷺ نے انہیں حکم فرمایا: کہ ”وہ حج کا احرام باندھ لیں' البتہ طہارت تک بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔ علاوہ ازیں وہ تمام مناسک حج بجالائیں جو دیگر حجاج بجالاتے ہیں' نیز یہ کہ وہ حج کو عمرے میں داخل کر دیں۔“ (یعنی ترتیب الٹ لیں' پہلے حج کر لیں اور بعد میں عمرہ)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں تو انہوں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟ قَالُوْا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: فَلاَ إِذَنْ»(صحيح البخاري، كتاب الحج)

ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں:

«أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِنَّهَا. قَدْ أَفَاضَتْ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الإِفَاضَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فَلْتَنْفِرْ»

"کیا وہ ہمیں روک رکھے گی؟ تو دوسری بیبیوں نے کہا کہ اس نے طواف افاضہ کر لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "تب کوئی حرج نہیں" ایک اور روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: صفیہ رضی اللہ عنہا طواف افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہو گئیں تو میں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کیا وہ ہمیں روک دے گی؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ طواف افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہوئی ہیں اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو پھر وہ روانہ ہو جائے۔" وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

---- دارالافتاء کمیٹی ----

حیض کی حالت میں عمرے کا احرام باندھنا

سوال ۱۲ ایک خاتون دریافت کرتی ہے کہ وہ حیض میں مبتلا تھی۔ اس کے اہل خانہ نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اگر وہ گھر والوں کے ساتھ نہ جاتی تو گھر پر اکیلی رہ جاتی۔ لہٰذا وہ ان کے ساتھ عمرے کے لئے روانہ ہو گئی اور عمرے کے تمام مناسک بشمول طواف وسعی اس طرح ادا کئے گویا کہ اس پر مانع عمرہ کوئی عذر نہیں تھا' اور اس نے یہ سب کچھ عدم واقفیت اور شرمساری کی بناء پر کیا۔ کہ اسے اپنی اس حالت کے متعلق اپنے سرپرست (باپ وغیرہ) کو بتانا پڑتا۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ وہ ایک ان پڑھ عورت ہے' لکھنا پڑھنا نہیں جانتی۔ دریں حالات اب اسے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب اگر اس نے اہل خانہ کے ساتھ عمرے کا احرام باندھا تھا تو اس پر غسل کرنے کے بعد دوبارہ طواف کرنا ضروری ہے' اسی طرح وہ حلال ہوتے وقت اپنی چٹیا کے بال بھی کاٹے' البتہ علماء کے صحیح قول کی رو سے اس کی سعی درست ہے اور وہی اس کے لئے کافی ہے ویسے احتیاط اور افضلیت اسی میں ہے کہ وہ طواف کرنے کے بعد سعی بھی دوبارہ کرے۔ اسے حیض کی حالت میں طواف کرنے اور طواف دو رکعت نماز پڑھنے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیئے۔

اگر عورت شادی شدہ ہے تو وہ عمرے کی تکمیل تک خاوند کے لئے حلال نہیں ہو گی اور اگر اس کا خاوند عمرہ مکمل ہونے سے پہلے اس سے جماع کر چکا ہے تو اس عورت کا عمرہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر ایک سالہ چھترا یا دو سالہ (دوندا) بکرا بطور فدیہ مکہ میں ہی وہاں کے فقراء کے لئے ذبح کرنا واجب ہو گا اور جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا ہے اسے عمرہ بھی مکمل کرنا ہو گا۔ یعنی اس نے جہاں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہیں سے دوبارہ احرام باندھ کر فاسد عمرے کی جگہ ایک اور عمرہ اسے کرنا

ہو گا۔ ہاں اگر عورت نے شرم وحیا کی وجہ سے اہل خانہ کے ساتھ طواف وسعی تو کی مگر اس نے میقات سے احرام نہیں باندھا تھا تو اسے توبہ کے علاوہ کچھ نہیں کرنا ہو گا' کیونکہ حج اور عمرے کے لئے احرام باندھنا شرط ہے اور احرام کا مطلب ہے عمرہ یا حج یا دونوں کی نیت کرنا۔ ہم' سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور شیطان کے حملے سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

----شیخ ابن باز----

طہارت تک انتظار کرنا

سوال ۱۳ اس میں کوئی شک نہیں کہ طواف افاضہ حج کا رکن ہے۔ اگر کوئی عورت تنگیٔ وقت کی بنا پر اسے چھوڑ دے اور اس کے لئے طہر تک انتظار کرنا بھی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب عورت اور اس کے سرپرست پر انتظار کرنا واجب ہے۔ حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے اور طواف افاضہ کرے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے دوچار ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کیا گیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟ فَلَمَّا: أُخْبِرَ أَنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: انْفِرُوْا»

"کیا وہ ہمیں روک دے گی؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں تو آپ نے فرمایا روانہ ہو جاؤ۔"

اگر اس عورت کے لئے انتظار کرنا ممکن نہ ہو لیکن طواف کی ادائیگی کے لئے دوبارہ مکہ مکرمہ آنا ممکن ہو تو اس کے لئے (طواف کئے بغیر) واپسی کا سفر جائز ہے البتہ طہارت حاصل ہونے کے بعد پھر اسے طواف کرنے کے لئے دوبارہ مکہ مکرمہ آنا پڑے گا۔

اور اگر دوبارہ آنا ممکن نہ ہو یا خطرہ ہو کہ وہ دوبارہ نہیں آسکے گی جیسا کہ مکہ مکرمہ سے دور مغرب یا انڈونیشیا وغیرہ کے رہنے والے لوگ ہیں تو اس بارے میں صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ حفاظتی تدابیر اختیار کر کے حج کی نیت سے طواف کر لے' اس کے لئے یہی کچھ کافی ہو جائے گا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمہما اللہ کے علاوہ علماء کی ایک جماعت کی بھی یہی رائے ہے۔ وَبِاللهِ التَّوْفِيْق وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

----شیخ ابن باز----

عورت کے لئے سر کے بال کٹوانے کا حکم

سوال ۱۴ ایک عورت نے فریضۂ حج سرانجام دیا' تمام مناسک حج ادا کئے مگر عدم واقفیت یا نسیان کی وجہ سے سر کے بال نہیں کاٹ سکی اور اپنے وطن واپس جانے پر اس نے وہ تمام امور سرانجام دیئے جو ایک محرم کے لئے ممنوع ہوتے ہیں' اب اس پر کیا کچھ واجب ہے؟

جواب اگر امر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح سوال میں مذکور ہے کہ اس نے عدم واقفیت یا نسیان کی بناء پر سر کے بال کاٹنے کے علاوہ جملہ مناسک حج ادا کئے' تو یاد آنے پر اپنے وطن میں رہتے ہوئے اتمام حج کی نیت سے سر کے بال کاٹنا اس پر واجب ہے۔ اس پر عدم تقصیر کی وجہ سے کوئی فدیہ واجب نہ ہو گا۔ اگر بال کاٹنے سے پہلے (اور حرم کی حد میں) اسکے خاوند نے اس سے جماع کر لیا تو اس پر بطور دم ایک بکری ذبح کرنا' گائے کا ساتواں حصہ یا اونٹ کا ساتواں حصہ آئے گا۔ (یعنی وہ قربانیاں جو مساکین مکہ کیلئے کفایت کریں ان میں سے کسی ایک کا ان کیلئے مکہ ہی میں دینا ضروری ہے) ہاں اگر جماع حدود حرم سے باہر کسی جگہ ہوا تو فدیہ کا جانور کسی بھی جگہ کیا جاسکتا ہے اور عام مساکین پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

---- دار الافتاء کمیٹی ----

کیا حج میں عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ کھلا (ظاہر) رکھ سکتی ہے؟

سوال ۱۵ عورت دوران نماز چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ تمام کی تمام واجب الستر ہے' اگر وہ دوران حج یا عام سفر میں اجنبی لوگوں کے ساتھ ہو اور ان کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتی ہو' تو کیا اس صورت میں دوران نماز وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھ سکتی ہے یا اجنبی لوگوں کی وجہ سے انہیں ڈھانپنا چاہیئے؟ کیا اسی طرح مسجد الحرام میں اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنا چاہیئے یا وہ انہیں کھلا رکھ سکتی ہے؟

جواب آزاد عورت تمام کی تمام واجب الستر ہے۔ علماء کے صحیح ترین قول کی رو سے اس پر اجنبی لوگوں کی موجودگی میں اپنا چہرہ اور ہاتھ کھولنا حرام ہے۔ وہ حالت نماز میں ہو' حالت احرام میں ہو یا عام حالات میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَإِذَا حَاذُوْنَا

سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ»(سنن أبي داؤد وسنن ابن ماجة وأحمد)

"ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھے۔ قافلے ہمارے پاس سے گذرتے' جب وہ ہمارے بالمقابل (سامنے) آتے تو ہم میں سے ہر ایک عورت اپنا دوپٹہ اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیتی اور جب وہ گذر جاتے تو ہم انہیں کھول لیتیں۔"

جب حالت احرام کا یہ عالم ہے حالانکہ اس میں چہرہ کھلا رکھنا مطلوب ہے تو دیگر حالات میں تو یہ بطریق اولیٰ ہو گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٥٣)

"اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے۔"

---- دارالافتاء کمیٹی ----

والد کی طرف سے حج کرنا

سوال ١٦ تقریباً دس سال قبل میرے والد صاحب کا انتقال ہوا۔ وہ تمام فرائض کے پابند تھے' مگر تنگ دستی کے سبب حج بیت اللہ نہ کر سکے' پھر یوں ہوا کہ مشیت الٰہی سے میں تدریسی امور کی سر انجام دہی کے لئے سعودی عرب آ گئی۔ یہاں آنے پر میں نے اپنی طرف سے فریضۂ حج ادا کیا' اب میں اپنے فوت شدہ باپ کی طرف سے حج کرنا چاہتی ہوں کیا میں ایسا کر سکتی ہوں؟

جواب آپ کیلئے باپ کی طرف سے حج کرنا مشروع ہے' اس پر آپ بھی اجروثواب کی مستحق ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے اور جملہ معاملات میں آسانی پیدا فرمائے۔ آمین

---- شیخ ابن باز ----

عمرہ کرنے والے کے لئے طواف وداع اور بعد ازاں خریداری کا حکم

سوال ١٧ کیا عمرہ میں طواف وداع واجب ہے؟ اور کیا طواف وداع کے بعد مکہ مکرمہ سے خریداری کرنا جائز ہے؟

جواب عمرہ میں طواف وداع کرنا واجب نہیں ہے' البتہ ایسا کرنا افضل واولیٰ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ طواف کئے بغیر واپس روانہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں حج کے موقعہ پر طواف وداع نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق واجب ہے۔

«لاَ يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ»(رواه مسلم في كتاب الحج باب٦٧ وأبوداؤد في كتاب المناسك باب ٤٨ وابن ماجة في كتاب المناسك باب ٨٢)

''طواف وداع کئے بغیر کوئی شخص واپس نہ جائے۔''

یہ خطاب حجاج کے لئے تھا۔

طواف وداع کے بعد تمام ضروریات زندگی کی خریداری کرنا جائز ہے' حتیٰ کہ مختصر مدت میں سامان تجارت بھی خرید سکتا ہے' اگر یہ عرصہ طویل ہو گیا ہو تو دوبارہ طواف کرے اور اگر عرف عام کے اعتبار سے عرصہ دراز نہیں ہوا تو دوبارہ طواف کرنا واجب نہیں ہو گا۔

----شیخ ابن باز----
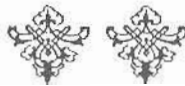
باب: 10

قربانی

قربانی کرنے والے کے لئے کنگھی کرنا

سوال ۱ اگر عورت قربانی کرنا چاہے تو کیا وہ سر میں کنگھی نہ کرے دریں حالت اگر وہ دس دن تک ایسا نہ کرے تو اسے شدید دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جواب حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ وَفَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلاَ يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلاَ مِنْ بَشَرِهِ شَيْئًا»(رواه النسائي في كتاب الضحايا باب١ والدارمي في كتاب الأضاحي، باب١ وفي رواية)

"جب عشرہ ذی الحجہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی دینا چاہے تو وہ اپنے بالوں اور جسم سے کچھ نہ اکھاڑے کاٹے۔"

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَنْ أُمِّ سَلِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ هِلاَلَ ذِيْ الْحَجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيْ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ»(رواه مسلم في كتاب الأضاحي باب٧)

"جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے جو کوئی قربانی دینا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے بالوں اور ناخنوں سے کچھ نہ لے یعنی کچھ نہ کاٹے۔"

علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بال مونڈنا، کاٹنا، اکھاڑنا یا پاؤڈر وغیرہ سے ان کا ازالہ کرنا ہے، یہ سب کچھ منع ہے۔ اس بناء پر کنگھی کرنا یا بالوں کا سنوارنا اس ممانعت کے تحت نہیں آتا۔ اسی طرح بالوں کا دھونا وغیرہ بھی منع نہیں ہے۔ اگر بلا ارادہ کوئی بال گر جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں عورت کے لئے ضرورت کے پیش نظر بالوں میں کنگھی کرنا جائز ہے۔ قربانی نفلی ہو یا کوئی اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم

----شیخ ابن جبرین----

عشرۂ ذی الحجہ میں سر دھونا اور کنگھی کرنا

سوال ۲ کیا عشرہ ذی الحجہ میں بالوں کو کنگھی کرنا جائز ہے؟

جواب ہاں احتیاط سے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کوئی بال گر گیا تو ضرر رساں نہیں ہو گا اور قربانی کا ثواب بھی کم نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر قربانی دینے والا عمدا بال یا ناخن اتر والے تو اس بناء پر وہ قربانی کرنا نہ چھوڑے' اسے قربانی کا اجر مکمل صورت میں ملے گا' ان شاء اللہ العزیز۔

----شیخ ابن جبرین----

عورت بوقت ضرورت قربانی کا جانور ذبح کر سکتی ہے

سوال ۳ جب قربانی کا وقت ہو جائے اور گھر پر کوئی آدمی موجود نہ ہو تو اس صورت میں کیا عورت قربانی کا جانور ذبح کر سکتی ہے؟

جواب ہاں اگر جانور ذبح کرنے کی دیگر شرائط پوری ہو رہی ہوں تو بوقت ضرورت عورت قربانی وغیرہ کا جانور ذبح کر سکتی ہے۔ قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اس زندہ یا فوت شدہ آدمی کا نام لینا مسنون ہے جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو سکے تو نیت کر لینا ہی کافی ہے۔ اگر ذبح کرنے والا غلطی سے اصل شخص کی بجائے کسی اور کا نام لے لے تو بھی کوئی نقصان نہ ہو گا' اس لئے کہ اللہ رب العزت نیتوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ واللہ الموفق

---- شیخ ابن جبرین ----

باب: 11

نکاح

مانع حمل گولیوں کا استعمال

سوال ۱ شادی شدہ خواتین کے لئے مانع حمل گولیاں استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب کثرت اولاد یا ان پر اخراجات کے خوف کے پیش نظر عورتوں کے لئے مانع حمل گولیوں کا استعمال ناجائز ہے۔ اور اگر عورت کے لئے حمل نقصان دہ ہو یا بچے کی ولادت اپریشن کے بغیر طبعی طور پر نہ ہو سکتی ہو یا اس طرح کی کوئی اور ضرورت لاحق ہو تو ایسے حالات میں ایسی گولیوں کا استعمال جائز ہے، ہاں اگر کسی ماہر ڈاکٹر کے ذریعے معلوم ہو کہ ایسی گولیوں کا استعمال کسی اور اعتبار سے نقصان دہ ہے تو حکم تبدیل ہو جائے گا۔

---- دارالافتاء کمیٹی ----

خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

سوال ۲ خاندانی منصوبہ بندی کا کیا حکم ہے؟

جواب خاندانی منصوبہ بندی موجودہ دور کا اہم ترین مسئلہ ہے، اس بارے میں متعدد سوالات اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ممتاز علماء کے بورڈ (کمیٹی) نے اپنے گذشتہ اجلاس میں اس موضوع کا بغور جائزہ لیا اور اپنے علم کی روشنی میں جو بہتر سمجھا قرار دیا، ان فیصلہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ مانع حمل گولیوں کا استعمال ناجائز ہے، وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی اور امت مسلمہ میں اضافے کے اسباب کو اپنانا مشروع قرار دیا ہے، نیز نبی ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ:

«تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ، فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(رواه أبوداؤد في كتاب النكاح باب٤ والنسائي)

”محبت کرنے والی اور زیادہ بچوں کو جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو تحقیق میں روز قیامت تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“

دوسری روایت میں ہے:

«الأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(رواه أحمد جلد٣ ص ١٥٨)

"قیامت کے دن دوسرے انبیاء پر فخر کروں گا۔"

نیز اس لئے بھی کہ امت مسلمہ کو افرادی قوت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا فریضہ سرانجام دے سکیں' اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ جہاد کریں' اور کفار کی مکاریوں سے مسلمانوں کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دے سکیں' لہٰذا ضرورت کے علاوہ ایسی گولیوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے' اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً یہ کہ عورت کے رحم میں کوئی ایسی بیماری ہے کہ جس کی بناء پر حمل نقصان دہ ہو سکتا ہے' یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری ہے تو ایسے حالات میں بقدر ضرورت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح پہلے سے موجود بچوں کی کثیر تعداد کے پیش نظر اگر حمل نقصان دہ ہو تو ایک معین وقت مثلاً سال' دو سال (دودھ پلانے کی مدت) تک ایسی گولیاں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں' تاکہ عورت کے لئے مشکلات میں کمی ہو سکے اور وہ مناسب انداز میں بچوں کی تربیت کر سکے۔ اگر مانع حمل گولیوں کا استعمال صرف اس مقصد کے تحت ہو کہ ملازمت کے لئے فراغت میسر آسکے یا کم بچے خوشحالی کا باعث ہوں گے یا ان جیسا کوئی اور معاملہ ہو جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے' تو یہ قطعاً ناجائز ہے۔

----شیخ ابن باز----

شادی کے لئے مناسب عمر

سوال ۳ عورتوں اور مردوں کے لئے شادی کی موزوں عمر کتنی ہے؟ کیونکہ بعض دوشیزائیں اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں سے شادی نہیں کرتیں' اسی طرح بعض نوجوان اپنے سے بڑی عمر کی عورتوں سے شادی نہیں کرتے' جواب سے آگاہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب نوجوان لڑکیوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ اس بناء پر مرد کو مسترد نہ کریں کہ وہ ان سے دس بیس سال یا تیس سال بڑا ہے' یہ کوئی معقول عذر نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر ترپن (۵۳) برس تھی جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نو برس کی عمر کو پہنچ پائی تھیں۔ بڑی عمر نقصان دہ نہیں ہے۔ مرد کا عورت سے بڑا ہونا یا عورت کا مرد سے بڑا ہونا چنداں قابل حرج نہیں ہے۔ نزول وحی سے قبل نبی ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تو اس وقت ان کی عمر چالیس برس جبکہ آپ ﷺ کی عمر پچیس برس تھی یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ وہ لوگ جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ پر گفتگو کر

کے لوگوں کو شادی کے وقت عمر کے تفاوت سے متنفر کرتے ہیں تو یہ سب کچھ غلط ہے' انہیں ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

شادی کے بارے میں جو کچھ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ عورت نیک اور اپنے لئے موزوں خاوند کا انتخاب کرے اور اگر وہ عمر میں اس سے بڑا ہو تو بھی شادی کے لئے آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ یہی حکم مرد کا ہے کہ وہ نیک' پاکباز اور مناسب بیوی تلاش کرے اور ایسا رشتہ میسر آجانے پر عمر کے فرق کو بہانہ بنا کر شادی سے گریز نہ کرے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ دونوں فریق جوان ہوں اور بچے پیدا کرنے کی عمر میں ہوں۔ مختصر یہ کہ عمر کو بہانہ نہیں بنانا چاہیئے' اگر مرد یا عورت نیک ہوں تو عمر میں تفاوت کو عیب نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرمائے۔ (آمین۔)

----شیخ ابن باز----

شادی پہلے..............!

سوال ۴ ایک رواج سا بن گیا ہے کہ لڑکی یا اس کا باپ لڑکے والوں کی طرف سے منگنی کا پیغام اس عذر کی بناء پر رد کر دیتے ہیں کہ ابھی لڑکی کو ثانوی یا یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم مکمل کرنی ہے یا اسے مزید چند سال زیر تعلیم رہنا ہے' اس طرح بعض لڑکیاں تیس برس یا اس سے بھی زائد عمر تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے' آپ انہیں کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب تمام نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ہماری نصیحت ہے کہ اسباب زواج میسر آنے پر فوراً شادی کر لینی چاہیئے' اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ» (متفق عليه)

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی ضرور کرے' اس لئے کہ شادی باعث شرم وحیا اور باعث عصمت ہے' اور جو کوئی شادی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کہ وہ جوانی کے جذبات کو کنٹرول کرنے کا باعث ہیں۔"

دوسری حدیث میں ہے:

«إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوْهُ، إِلاَّ تفعَلُوْا تَكُنْ

فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ»(سنن ترمذی بسند حسن)
"جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور خلق کو تم پسند کرتے ہو تو اسے رشتہ دے دو' اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو گا۔"

آپ ﷺ ہی کا ایک اور ارشاد ہے:

«تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(مسند أحمد وصحيح ابن حبان)
"زیادہ بچوں کو جنم دینے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کرو تحقیق میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔"

شادی اس لئے بھی جلدی کرنی چاہیئے کہ اس میں بے شمار مصلحتیں ہیں جن سے نبی ﷺ نے آگاہ فرمایا ہے۔ مثلاً یہ کہ اس سے نگاہ جھک جاتی ہے' عزت و آبرو محفوظ رہتی ہے اور افراد ملت اسلامیہ کی کثرت ہوتی ہے اور بڑی خرابیوں اور ان کے بھیانک نتائج سے تحفظ و سلامتی کی ضمانت فراہم ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے جس میں ان کے دینی اور دنیوی امور کی درستی ہو۔ انه سميع مجيب

----شیخ ابن باز----

لڑکی کو اس کے غیر پسندیدہ شخص سے شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا

سوال ۵ کیا باپ اپنی بیٹی کو کسی ایسے شخص سے شادی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے جسے وہ ناپسند کرتی ہو؟

جواب باپ ہو یا کوئی اور شخص اپنے زیر کفالت بچی کو اس کے غیر پسندیدہ شخص سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا' بلکہ اس بارے میں لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ - وَفِي لَفْظٍ آخَرَ - قَالَ: إِذْنُهَا صُمَاتُهَا - وَفِي اللَّفْظِ الثَّالِثِ - وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوْهَا وَإِذْنُهَا سُكُوْتُهَا»(رواه مسلم في كتاب النكاح باب ۹ والدارمي في كتاب النكاح

باب ١٣ وأحمد جلد٢ص٢٣٤)

"جب تک بیوہ عورت سے مشورہ نہ کر لیا جائے اس کا نکاح نہ کیا جائے' اور جب تک کنواری لڑکی سے اجازت نہ لی جائے اس کا نکاح نہ کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے سوال کیا یارسول اللہ! اس کے اذن کی کیا صورت ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی خاموشی۔" دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ: "اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔" تیسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: "کنواری لڑکی سے اس کا باپ اجازت لے اور اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔"

اگر لڑکی کی عمر نو برس یا اس سے زیادہ ہو تو باپ کے لئے اس سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کے دوسرے سرپرست بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں کر سکتے۔ سب لوگوں پر ایسا کرنا واجب ہے' اور اگر کسی نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر دیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہو گا' کیونکہ نکاح کے لئے میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے۔

اگر انہوں نے اس کی مرضی کے بغیر' زبردستی مارپیٹ کر یا سنگین نتائج کی دھمکی دے کر اس کا نکاح کر دیا تو بھی ایسا نکاح صحیح نہیں ہو گا' ہاں اگر لڑکی کی عمر نو سال سے کم ہو اور اس کا باپ اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دے تو صحیح مذہب کی رو سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس لئے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی اجازت کے بغیر شادی کی' جبکہ اس وقت ان کی عمر نو سال سے کم تھی۔ اور اگر لڑکی کی عمر نو سال یا اس سے زائد ہو تو باپ سمیت کوئی بھی شخص اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح نہیں کر سکتا۔ شادی کا پیغام دینے والے شخص کو اگر لڑکی کی ناپسندیدگی کا علم ہو جائے تو اسے ایسے اقدام سے باز رہنا چاہیئے اگرچہ لڑکی کا باپ بھی اس معاملے میں لچک رکھتا ہو۔ باپ پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور بیٹی کی مرضی کے برعکس کوئی قدم نہ اٹھائے۔ اگر باپ کو یہ دعویٰ ہو کہ اس نے لڑکی پر زبردستی نہیں کی پھر بھی شرعی محرمات کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لڑکی سے اجازت لینے کا حکم دیا ہے۔

ہم لڑکی کو بھی نصیحت کریں گے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اس کا باپ اگر اس کی شادی کرنا چاہتا ہو اور منگنی کا پیغام دینے والا شخص دینی اور اخلاقی طور پر پسندیدہ اوصاف کا حامل ہو تو اسے چاہیئے کہ اس پر موافقت کا اظہار کر دے۔ اگر باپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص بھی اس کی شادی کرنا چاہے تو بھی اسے ایسا ہی کرنا چاہیئے کیونکہ نکاح میں بڑی برکات اور مصلحتیں پنہاں ہوتی ہیں' جبکہ

مجرد زندگی بسر کرنے میں بے شمار خطرات پوشیدہ ہوتے ہیں۔

ہم تمام نوجوان لڑکیوں کو نصیحت کریں گے کہ وہ مناسب رشتے آنے پر اپنی موافقت کا اظہار کردیں اور درس وتدریس وغیرہ کو بہانہ نہ بنائیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

----شیخ ابن باز----

لڑکی اور اس کے باپ (ولی) کی رضامندی کافی ہے

سوال ۶ میں اپنی ایک مشکل کا حل چاہتی ہوں' بات یہ ہے کہ میری عمر اس وقت چوبیس سال ہے' میرے لئے ایک ایسے نوجوان نے منگنی کا پیغام دیا جو یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم مکمل کرچکا ہے اور ایک دیندار خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پر میرے والد نے اپنی موافقت کا اظہار کردیا اور نوجوان کو دیکھنے کے لئے مجھے بیٹھک میں آنے کو کہا۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھنے کے بعد ایک دوسرے کو پسند کرلیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ دین حنیف نے شادی سے قبل ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ جب میری والدہ کو معلوم ہوا کہ یہ نوجوان ایک دینی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے تو اس نے ایک ہنگامہ کھڑا کردیا اور قسم کھائی کہ کسی بھی صورت میں یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی' میرے باپ نے بڑی کوشش کی مگر ناکامی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آسکا۔ کیا ان حالات میں مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں شریعت سے اپنے مسئلے میں مداخلت کا مطالبہ کروں؟

جواب بصورت صحت سوال لڑکی کی والدہ کو اس بارے میں اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں بلکہ اس پر ایسا کرنا حرام ہے۔ سائلہ محترمہ! اس معاملے میں تمہاری ماں کی اطاعت تم پر واجب نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ»(متفق علیه)

''اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔''

اور نیک رشتے کے پیغام کو رد کرنا نیکی نہیں ہے۔ نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

«إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوْهُ، إِلاَّ تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ»(سنن ترمذی بسند حسن)

''جب کوئی ایسا شخص تمہیں نکاح کا پیغام دے کہ جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو

تو اسے رشتہ دے دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد کبیر برپا ہو گا۔"
اگر یہ معاملہ عدالت کے سامنے اٹھانے کی ضرورت پیش آئے تو بھی آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔

----شیخ ابن باز----

نماز باجماعت کے تارک کو رشتہ نہ دیا جائے

سوال ۷ ہمارے ہاں ایک نوجوان میری بہن کا رشتہ طلب کرنے آیا' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ باجماعت نماز ادا نہیں کرتا' اس پر ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا کہ اسے رشتہ دیا جائے یا انکار کر دیا جائے۔ میرے بھائی کا کہنا تھا کہ ہم اسے رشتہ دے دیں' شائد اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرما دے' لیکن والد صاحب نے ایسا کرنے سے انکار دیا۔ میں اس بارے میں شرعی حکم چاہتی ہوں۔

جواب جس شخص کے متعلق معلوم ہو کہ وہ نماز باجماعت نہیں پڑھتا تو ضروری ہے کہ اسے رشتہ نہ دیا جائے۔ اس لئے کہ جماعت کا ترک کر دینا کھلی معصیت ہے۔ یہ منافقوں کی علامت ہے اور کلیتاً ترک نماز کا پیش خیمہ ہے۔ جو کہ کفر اکبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ ﴾ (النساء٤/ ١٤٢)

"بے شک منافقین اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی چالبازیاں ان پر الٹ رہا ہے اور یہ لوگ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا»(متفق علیه)

"عشاء اور صبح کی نمازیں منافقوں پر انتہائی بھاری ہیں اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ کتنی فضیلت کی حامل ہیں تو چاہے انہیں گھٹنوں کے بل آنا پڑے ضرور آئیں۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا ۔ يَعْنِىْ الصَّلَاةَ فِى الْجَمَاعَةِ ۔ إِلاَّ مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ»(صحيح مسلم)

''ہم دیکھتے تھے کہ نماز باجماعت سے صرف خالص منافق ہی پیچھے رہتے تھے۔''

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«اَلْعَهْدُ الَّذِىْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»(ترمذى رقم٢٦٢٣، سنن نسائى، سنن ابن ماجة رقم١٠٧٩، مسند أحمد، ٣٤٦/٥، مستدرك الحاكم٧/١، سنن دارمى، السنن الكبرى للبيهقى٣٦٦/٣، مصنف ابن أبي شيبة٣٤/١١ وصحيح ابن حبان رقم١٤٥٤)

''ہمارے اور کفار و مشرکین کے مابین صرف نماز ہی حد فاصل ہے' جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے یقیناً کفر کیا۔''

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد یوں ہے:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»(صحيح مسلم)

''مسلمان اور کفر و شرک کے درمیان ترک نماز کا فاصلہ ہے۔''

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز باجماعت کا ترک کرنا کلیتاً نماز ترک کرنے کا پیش خیمہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سب کی ہدایت اور توفیق کے لئے دعاگو ہیں۔

----شیخ ابن باز----

عیسائی شخص کا مسلمان خاتون سے شادی کرنا

سوال ۸ مسلمان خاتون سے عیسائی مرد کے شادی کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اگر ان سے بچے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب عیسائی شخص کا مسلمان خاتون سے نکاح باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُواْ ﴾ (البقرہ۲۲۱/۲)

''اور مشرکین سے (اپنی) عورتوں کا نکاح نہ کرو' یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ (الممتحنة۱۰/۶۰)

"وہ عورتیں ان (کافروں) کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں۔"
اگر غیر مسلم مرد، مسلمان عورت سے نکاح کرلے تو یہ نکاح باطل ہو گا، اور ہونے والی اولاد، اولاد زنا شمار ہو گی، وہ ماں کے ساتھ رہے گی اور اس کی طرف منسوب ہو گی۔
ہاں اگر یہ نکاح شرعی حکم سے عدم واقفیت کی وجہ سے ہوا تو اس کے لئے خاص حکم ہے اور وہ یہ کہ نکاح باطل ہو گا اور بچے باپ کی طرف منسوب ہوں گے، اس لئے کہ جماع شبہ کی بناء پر ہوا۔

اور اگر دونوں شرعی حکم سے آگاہ تھے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایسا کیا، تو اس صورت میں بچے اولاد زنا سمجھے جائیں گے، اور وہ باپ کی طرف نہیں بلکہ ماں کی طرف منسوب ہوں گے، اور اس مرد پر ایک مسلمان عورت سے ناجائز طور پر جماع کرنے کے جرم میں شرعی حد نافذ کی جائے گی۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب اسلامی حکومت ایسے شخص پر شرعی حد نافذ کرنے پر قادر ہو اور اگر وہ نکاح کے بعد مسلمان ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت نصیب فرمادی تو وہ اس سے نیا نکاح کرے۔ واللہ الموفق

----شیخ ابن باز----

بوقت نکاح طے شدہ شرائط کا پورا کرنا لائق تر ہے

سوال ۹ بوقت نکاح بیوی نے اگر خاوند سے یہ شرط رکھی کہ وہ شادی کے بعد اسے پڑھانے سے منع نہیں کرے گا اور اس شرط پر خاوند کی موافقت کے بعد عورت اس سے شادی پر راضی ہو گئی۔ کیا اس صورت میں کہ بیوی ملازمہ ہے، اس پر اپنے خاوند اور بچوں کا نان ونفقہ لازم ہے؟ اور کیا خاوند بیوی کی رضامندی کے بغیر اس کی تنخواہ میں سے کچھ لینے کا مجاز ہے؟ اور جب عورت دین دار ہو اور وہ موسیقی اور گانا بجانا سننا نہ چاہتی ہو لیکن خاوند اور اس کے گھر والے گانے سننے پر مصر ہوں اور یہ کہیں کہ گانے نہ سننے والا وسوسوں میں مبتلا کرتا ہے، تو کیا ان حالات میں عورت کو خاوند کے گھر والوں کے ساتھ رہنا چاہیئے؟

جواب جب عورت نے نکاح کے لئے یہ شرط رکھی کہ مرد اسے تعلیم وتعلم سے نہیں روکے گا، اور اس نے یہ شرط قبول کرتے ہوئے شادی کرلی تو ایسی شرط صحیح ہے اور بیوی سے ہم بستری کر لینے کے بعد خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اسے اس سے روکے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی

ہے:

«إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوْطِ أَنْ يُوْفَى بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ»(متفق عليه)

''جن شروط کے نتیجے میں تم نے شرمگاہوں کو حلال سمجھا ان شرطوں کا پورا کرنا لائق تر ہے۔''

اگر خاوند شرط کے مطابق بیوی کو کام کرنے سے روکتا ہے تو عورت کو اس امر کا اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کے پاس رہے یا شرعی عدالت سے فسخ نکاح کا مطالبہ کرے۔ جہاں تک خاوند اور اس کے گھر والوں کا موسیقی سننے سے تعلق ہے تو ان کے اس عمل سے نکاح فسخ نہیں ہو گا' عورت خیر خواہی کے پیش نظر ان لوگوں کو اس کی تحریم کے حکم سے آگاہ کرے اور خود ایسی منکرات سے کنارہ کش رہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ»(صحيح مسلم)

''دین خیر خواہی کا نام ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ»(صحيح مسلم)

''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے ایسا کرے (یعنی دل میں برا سمجھے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

اس موضوع سے متعلق بہت سی آیات اور احادیث نبوی موجود ہیں۔

بیوی بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری خاوند پر ہے' وہ بیوی کی مرضی کے بغیر اس کے مال سے کچھ بھی لینے کا اختیار نہیں رکھتا' جیسا کہ عورت بھی خاوند کی مرضی کے بغیر اس کے گھر سے اپنے والدین یا کسی اور کے گھر نہیں جا سکتی۔ واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

ہوٹلوں میں تقریبات منعقد کرنے کا حکم

سوال ۱۰ ہوٹلوں میں منعقد ہونے والی تقریبات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب (۱) ہوٹلوں میں منعقدہ تقریبات میں متعدد قباحتیں (کئی خرابیاں) ہیں' ایسی تقریبات عام طور پر فضول خرچی اور غیر ضروری اخراجات کا باعث بنتی ہیں۔

(۲) ہوٹلوں میں تقریبات دعوت ولیمہ کے موقعہ پر تکلفات' بے پناہ اخراجات اور غیر متعلقہ لوگوں کی شرکت پر منتج ہوتی ہیں۔

(۳) ایسی تقریبات کبھی مرد وزن کے اختلاط کا سبب بنتی ہیں' جو کہ انتہائی معیوب اور منکر انداز میں سامنے آتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر ممتاز علماء پر مشتمل بورڈ (کمیٹی) نے ایک قرارداد سعودی فرمانروا کی خدمت میں پیش کی' جس میں مفاد عامہ اور خیر خواہی کے پیش نظر اس امر کی سفارش کی گئی کہ شادی بیاہ اور دعوت ہائے ولیمہ کے پروگرام ہوٹلوں میں منعقد کرنے پر پابندی عائد کر دی جائے۔ لوگ ایسی تقریبات اپنے گھروں میں رکھیں اور ہوٹلوں میں تکلفات سے کام نہ لیں کہ اس طرح ولیمہ کی دعوتیں کئی طرح کی خرابیوں کو جنم دیتی ہیں۔ اسی طرح ایسی دعوتوں کا انعقاد شادی گھروں میں بھی ممنوع قرار دیا جائے جو کہ بھاری رقوم کے بدلے کرائے پر حاصل کئے جاتے ہیں' یہ سب کچھ خیر خواہی کے نتیجے کے طور پر تھا۔ پابندی کی سفارش کا مقصد عوام الناس کا مفاد' ملکی اقتصادیات کا تحفظ اور اسراف وتبذیر کا خاتمہ تھا تاکہ متوسط طبقے کے لوگ بھی شادی رچانے پر قادر ہو سکیں اور تکلفات سے محفوظ رہ سکیں۔ جب ایک شخص اپنے چچا زاد یا کسی عزیز کو ہوٹلوں اور دعوت ولیمہ کے پروگراموں میں اس قدر تکلف کرتے دیکھتا ہے تو اب اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا کہ یا تو وہ بھی ان کی دیکھا دیکھی شاہانہ تکلفات سے کام لے اور اس طرح قرضہ جات اور بھاری بھرکم اخراجات کے بوجھ تلے کراہتا رہے' دوسری صورت یہ ہے کہ ان تکلفات کے ڈر سے شادی کے بھاری پتھر کو اٹھانے سے ہی باز رہے۔

تمام مسلمان بھائیوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ اس طرح کی دعوتیں ہوٹلوں اور مہنگے قسم کے شادی گھروں میں ہرگز نہ کریں بلاشبہ ایسی تقریبات کا اہتمام سستے قسم کے شادی گھروں' اپنے ہی گھر یا اگر ممکن ہو تو اپنے کسی قریبی عزیز کے گھر میں بالاولی بہتر ہے۔

-----شیخ ابن باز-----

راگ رنگ پر مشتمل تقریبات میں خواتین کی شرکت

سوال ۱۱ شادی بیاہ اور سالگرہ کی تقریبات میں خواتین کی شرکت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ سالگرہ وغیرہ

کی تقریبات بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے' علاوہ ازیں ایسی تقریبات رات بھر جاگنے کے لئے بعض طربیہ پروگراموں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ نیز کیا عورتوں کا دلہن کو دیکھنے اور شادی والوں کی عزت افزائی کے لئے' راگ ورنگ سے بغیر ایسے پروگراموں میں شرکت کرنا حرام ہے؟

جواب شادی بیاہ کی تقریبات مرد و زن کے اختلاط کے بغیر اور فحش قسم کے گانوں وغیرہ کی منکرات سے محفوظ ہوں یا ان کی شرکت سے خرافات پر مشتمل پروگرام ختم ہو سکتے ہوں' تو خوشی کے ایسے پروگراموں میں شرکت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے بلکہ اگر وہ ایسی منکرات کو ختم کرنے کی طاقت رکھتی ہوں تو ان کا شریک ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ایسی تقریبات شرعی منکرات سے پر ہوں اور وہ ان کے انکار پر قادر نہ ہوں تو اس صورت میں ان کا شریک ہونا حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَذَرِ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِۦٓ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلِىٌّ وَلَا شَفِيعٌ ﴾

(الأنعام٦/ ٧٠)

"اور ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت میں پھنس جائے کہ اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہو نہ سفارشی۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾ ﴾ (لقمان٣١/ ٦)

"اور کوئی (بدبخت) انسان ایسا بھی ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی چیزیں خرید کرتا ہے تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکائے اور اس راہ کا مذاق اڑائے' ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔"

غناء اور موسیقی کی مذمت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ جہاں تک سالگرہ کا تعلق ہے' تو چونکہ یہ بدعت ہے لہذا کسی مسلمان مرد و عورت کے لئے اس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسی تقریبات کے انکار اور شرعی حکم کے اظہار کے لئے ان میں شرکت کرے تو جواز کی صورت موجود ہے۔ ---- دارالافتاء کمیٹی ----

حق مہر کا مسئلہ

سوال ۱۲ کیا آدمی اپنی بیٹی یا بہن کے مہر کے عوض نکاح کر سکتا ہے؟

جواب کسی شخص کی بیٹی یا بہن کا مہر اس عورت کا اپنا حق ہے' ہاں اگر کوئی عورت اپنا سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ اپنی رضامندی اور اختیار سے اسے ہبہ کر دے اور اس کا یہ عمل شرعاً معتبر بھی ہو تو وہ ایسا کر سکتی ہے' اور اگر وہ اپنا مہر اسے نہ دے تو اس کا اس سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے صرف باپ اپنی بیٹی کے حق مہر سے اتنا سا لے سکتا ہے جو بیٹی کے لئے ضرر رساں نہ ہو اور نہ وہ کسی سے امتیازی سلوک کرے۔ جیسا کہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ، وَإِنَّ أَوْلاَدَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ»(رواه الترمذي في الأحكام باب ۲۲ والنسائي في كتاب البيوع باب۱ وأحمد۶/ ۱۶۲ وابن ماجه في كتاب التجارات باب۶٤)

"سب سے پاکیزہ مال جو تم کھاتے ہو وہ تمہاری اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد تمہاری کمائی سے ہے۔"

---- دارالافتاء ----

بیویوں کی تعداد

سوال ۱۳ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا غیر مشروع ہے' سوائے اس آدمی کے کہ جس کی کفالت میں یتیم بچیاں ہوں اور وہ ان میں عدم انصاف سے خائف ہو' تو اس صورت میں وہ ان کی ماں یا کسی ایک لڑکی سے شادی کر سکتا ہے۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا۟ فِى ٱلْيَتَٰمَىٰ فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ ﴾ (النساء٤/ ۳)

"اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم بچیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو' دو دو سے' تین تین سے چار چار سے۔"

ہم جناب سے حقیقت کی وضاحت چاہتے ہیں۔

جواب یہ قول سراسر باطل ہے۔ مذکورہ بالا آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم میں سے کسی کی گود میں یتیم بچی ہو اور وہ اسے مہر مثل دینے سے ڈرتا ہو' تو وہ کسی اور عورت سے نکاح کرے کہ عورتوں کی کمی نہیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی تنگی نہیں کی۔ یہ آیت دو تین یا چار عورتوں سے شادی کے مشروع ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس طرح پاکدامنی' شرم وحیا اور عزت و آبرو کا تحفظ بہتر انداز میں ہو سکتا ہے۔ تعدد ازواج کثرت آبادی' اکثر خواتین کی عفت' ان پر احسان وانفاق کا ایک ذریعہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کا ایک مرد کے نصف' تیسرے یا چوتھے حصے پر حق رکھنا بغیر خاوند کے رہنے سے بہتر ہے۔ ہاں اس میں عدل واستطاعت شرط ہے۔ جو شخص عدم انصاف سے خائف ہو تو وہ ایک بیوی پر ہی اکتفاء کرے' اس کے ساتھ وہ لونڈی بھی رکھ سکتا ہے۔ اس کی تائید اور تاکید اسوۂ رسول ﷺ سے ہمارے سامنے آتی ہے' وہ یوں کہ جس وقت آپ ﷺ کا انتقال ہوا آپ کے پاس نو بیویاں تھیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۲۱)

"تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔"

آپ نے امت کیلئے تصریح فرمادی کہ ان میں سے کوئی شخص بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ شادی نہیں کر سکتا' اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی اقتدا چار یا ان سے کم عورتوں میں ہے' رہا اس سے زائد کو حبالہ عقد میں لانا تو وہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

----شیخ ابن باز----

تعدد ازواج سے متعلقہ آیات میں کوئی تعارض نہیں

سوال ۱۴ قرآن مجید میں تعدد ازواج کے ضمن میں ایک آیت یہ کہتی ہے:

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ﴾ (النساء٤/ ٣)

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے۔"

جبکہ دوسری جگہ یوں ارشاد ہے:

﴿ وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ (النساء٤/ ١٢٩)

"اور تم سے یہ تو کبھی نہیں ہو سکے گا کہ تم بیویوں کے درمیان پورا پورا انصاف کرو خواہ تم اس کی کتنی ہی خواہش اور کوشش کرو۔"

پہلی آیت میں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کے لئے انصاف کرنے کو شرط قرار دیا گیا ہے' جبکہ دوسری آیت میں اس امر کی وضاحت ہے کہ قیام عدل غیر ممکن ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ پہلی آیت منسوخ ہے اور نتیجتاً صرف ایک عورت سے ہی شادی ہو سکتی ہے؟ کیونکہ عدل کی شرط کا پورا ہونا ناممکن ہے' وضاحت درکار ہے؟

جواب دونوں آیتوں میں نہ تو کوئی تعارض ہے اور نہ ایک آیت دوسری کے لئے ناسخ ہے' اس لئے کہ عدل سے مراد وہ عدل ہے جو انسانی بس میں ہو' اور وہ ہے باری مقرر کرنے اور نان ونفقہ میں عدل۔ جہاں تک محبت اور ازدواجی تعلقات وغیرہ میں عدل وانصاف کا تعلق ہے تو یہ انسانی بس سے باہر ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْآ أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ (النساء ۴/ ۱۲۹) میں مذکورہ عدل سے یہی عدل مراد ہے۔ یہ اس لئے کہ نبی ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں ان کی باری تقسیم فرماتے اور عدل سے کام لیتے پھر فرماتے:

«اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا أَمْلِكُ، فَلاَ تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلاَ أَمْلِكُ»

(سنن أبی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی وسنن ابن ماجة)

"اے اللہ! جو امور میرے بس میں ہیں ان میں میری تقسیم یہ ہے' اور جن امور کا مالک میں نہیں بلکہ تو ہے تو ان کے بارے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔" واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

عورت کا مرد کو دیکھنا

سوال ۱۵ ٹیلی ویژن پر یا عام حالات میں عورت کا مرد کو دیکھنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب ٹیلی ویژن پر یا عام حالات میں عورت کا مرد کو دیکھنا دو حال سے خالی نہیں۔

(۱) شہوت اور لطف اندوزی سے دیکھنا' تو فتنہ وفساد کے پیش نظر یہ حرام ہے۔

(۲) شہوت اور لطف اندوزی کے بغیر دیکھنا' تو علماء کے صحیح قول کی رو سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ جائز ہے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ حبشیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا کرتیں اور رسول اللہ ﷺ انہیں ان سے چھپاتے اور انہیں اس حالت پر باقی رہنے دیتے۔

نیز اس لئے بھی کہ عورتیں بازاروں میں چلتے پھرتے باپردہ حالت میں بھی مردوں کو دیکھتی ہیں۔ اس صورت میں اگرچہ مرد حضرات عورتوں کو نہیں دیکھ پاتے مگر عورتیں انہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں'

لیکن جیسا کہ ہم نے بتایا اس کی شرط یہ ہے کہ فتنہ وشہوت کا وجود نہ ہو اور اگر ایسا ہو تو ٹیلی ویژن وغیرہ پر عورتوں کا مردوں کو دیکھنا حرام ہو گا۔

----شیخ ابن عثیمین----

عورتوں کا اجنبی (غیر محرم) مردوں کو دیکھنا

سوال ۱۶ عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب اجنبی مردوں کی تصویریں دیکھنے کے بارے میں ہم عورتوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ سب سے بہتر بات یہ ہے کہ مرد وزن ایک دوسرے کو نہ دیکھیں، کشتیوں اور دوسرے کھیلوں وغیرہ کے مقابلے دیکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چونکہ عورت میں قوت برداشت کی کمی ہوتی ہے اور عام طور پر فلمیں وغیرہ اور پرفتن تصویریں شہوت انگیز (شہوت کے جذبات بھڑکانے والی) اور باعث فتنہ وفساد ہوتی ہیں لہٰذا اس کے اسباب وذرائع سے دور رہنا سلامتی کے قریب ہے۔ واللہ المستعان۔

----شیخ ابن جبرین----

نوجوانوں اور دوشیزاؤں کا باہم خط وکتابت کرنا

سوال ۱۷ نوجوان مردوں اور عورتوں کا باہم خط وکتابت کرنا شرعاً کیسا ہے، جبکہ وہ فسق وفجور اور عشق وفریفتگی سے خالی ہو؟

جواب کسی شخص کے لئے اجنبی عورت سے خط وکتابت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں فتنہ سامانیاں ہیں اگرچہ لکھنے والا یہ سمجھتا ہو کہ ایسا نہیں ہے، لیکن شیطان ان کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑتا، جب تک وہ اسے فتنہ وفساد میں مبتلا نہ کر دے، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ "جو شخص یہ سنے کہ دجال ظاہر ہو گیا ہے تو وہ (اس کو دیکھنے کی بجائے) اس سے دور رہے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے، ایک مومن شخص ایمان کی حالت میں اس کو دیکھنے کے لیے جائے گا تو دجال اس شخص کو فتنے میں مبتلا کر دے گا (اور وہ شخص کافر ہو جائے گا) اسی طرح سائل اگرچہ یہ کہے کہ ان خطوط میں عشق وفریفتگی نہیں ہوتی پھر بھی مردوں کا عورتوں کے نام خطوط ارسال کرنا سنگین خطرات اور بڑے فتنوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، البتہ مردوں کا مردوں سے اور عورتوں کا عورتوں سے خط وکتابت کرنا اگر کسی ممنوع چیز کے ارتکاب

کا سبب نہ بنے تو جائز ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

یہ قبیح جرم ہے

سوال ۱۸ ایک خاتون نے اپنے باپ کے ترکہ میں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے ایک وکیل کی خدمات حاصل کیں۔ وکیل نے اپنی مؤکلہ سے جو فیس طلب کی وہ اس کے پاس نہیں تھی' تو وکیل نے اس کی وکالت کے عوض اس سے شادی کا مطالبہ کیا جبکہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے' لیکن اس کا خاوند اس کے پاس موجود نہیں وہ بسلسلہ روزگار ملک سے باہر ہے۔ اس عورت نے خاوند کے خلاف اس وکیل کی وساطت سے فسخ نکاح کا کیس درج کرا دیا۔ خاوند کا ایڈریس اس کی بیوی کے پاس موجود تھا' لیکن وکیل نے خاوند سے رابطہ کئے بغیر ہی ایسا کر ڈالا۔ عورت کا خاوند اپنی بیوی' گیارہ سالہ بیٹی اور آٹھ سالہ بیٹے کے جملہ اخراجات بھی بھیجا کرتا تھا۔ اس شادی کا کیا حکم ہے؟ اور نیز لڑکے اور لڑکی کی پرورش کس کے ذمے ہے؟

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک سنگین و بدترین اور حرام جرم ہے اور فاسد حیلہ بھی' کیونکہ عورت ابھی تک خاوند کے عقد میں ہے۔ اس کا خاوند اپنے بیوی بچوں کے اخراجات بھیجتا رہا ہے' نیز اس لئے بھی کہ وکیل عورت سے خود نکاح کرنے کے لئے فسخ نکاح کے لئے کوشاں رہا' جبکہ اس کے خاوند سے رابطہ قائم کرنا' اس کا عذر سننا اور معقول مدت تک اسے مہلت دینا ممکن تھا۔ ان حالات میں اگر فسخ نکاح' شرعی حاکم کے ذریعے' معقول اسباب اور جواز کی بناء پر ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور اگر اس کے لئے کوئی معقول سبب اور جواز نہ تھا تو ایسا کرنا ناجائز ہو گا' عورت بدستور پہلے خاوند کی بیوی ہی رہے گی اور اس کا عقد ثانی حرام ہو گا۔

رہا اولاد کا مسئلہ تو وہ اپنی ماں کے پاس ہی رہے گی' اگر دوسرا خاوند اس بارے میں رکاوٹ بنتا ہے تو پھر ان کی سرپرستی و پرورش کا ذمہ ماں یا باپ کے قریبی رشتے داروں کو منتقل ہو جائے گا اور اگر باپ جلدی واپس لوٹ آتا ہے تو اسے اپنی صوابدید کے مطابق مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

بیوی کی ذمہ داریاں

سوال ۱۹ میں نے ایک رسالے میں ایک عالم کا یہ فتوی پڑھا کہ عورت پر خاوند کی خدمت کرنا قطعاً واجب نہیں ہے' اس کا نکاح صرف جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہے' اگر عورت خاوند کی خدمت بجالاتی ہے تو یہ حسن معاشرت کا ایک حصہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر عورت خاوند کی خدمت نہیں کرنا چاہتی یا کسی وجہ سے وہ اپنی خدمت بھی نہیں کر سکتی تو اس کے لئے ملازم رکھنا خاوند کی ذمہ داری ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر صحیح نہیں تو بحمد اللہ یہ رسالہ کثیر الاشاعت نہیں ہے' بصورت دیگر جو بعض عورتیں یہ فتوی پڑھیں گی تو ان کے خاوند تنہائی کا شکار ہو کر رہ جائیں گے۔

جواب یہ فتوی نہ تو صحیح ہے اور نہ اس پر کسی کا عمل ہے۔ صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے خاوندوں کی خدمت کیا کرتی تھیں جیسا کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی خدمت کا تذکرہ کیا ہے' اسی طرح سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی اپنے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مصروف رہتی تھیں' اس کے علاوہ بھی کئی شواہد موجود ہیں۔ حالات کی مناسبت سے مسلمان معاشرے کا شروع سے یہ عرف رہا ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی عمومی خدمات بجالایا کرتی ہے مثلاً کھانا پکانا' کپڑے دھونا' برتن صاف کرنا' گھر کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا' اس کے علاوہ کھیتی باڑی کے ماحول میں جانوروں کو پانی پلانا اور ان کا دودھ دوھنا وغیرہ۔ یہ ایک ایسا مشہور عمل ہے جس پر بغیر انکار کے عہد نبوی سے لیکر آج تک عمل رہا ہے' ہاں عورت کو ایسے امور کی انجام دہی کا مکلف نہیں بنانا چاہیئے جو اس کیلئے باعث مشقت ہوں' وہ اپنی بساط اور عام عادت کے مطابق ہی خاوند کی خدمت بجالانے کی پابند ہے۔ واللہ الموفق

----شیخ ابن جبرین----

دلہا اور دلہن کا مجمع عام میں جلوہ گر ہونا

سوال ۲۰ کیا شادی کی تقریبات میں دلہا و دلہن عورتوں کے سامنے جلوہ گر ہو سکتے ہیں؟

جواب ایسا کرنا جائز نہیں ہے' یہ بے حیائی اور اخلاق باختہ لوگوں کی تقلید کی دلیل ہے' دلہن تو عام لوگوں کے سامنے آنے سے شرماتی ہے پھر وہ دلہا کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے عام مجمع میں کیسے

جلوہ گر ہو سکتی ہے؟

----شیخ ابن جبرین----

مسلمان عورت کا کافر سے شادی کرنا جائز نہیں

سوال ۲۱ کیا مسلمان دوشیزہ کا ایسے عیسائی مرد سے شادی کرنا جائز ہے جس نے اس کی خاطر اسلام کا اقرار کیا ہو؟ وہ یوں کہ ایک عیسائی نے مسلمان خاتون سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا اور اسے آگاہ کیا کہ وہ عنقریب اپنا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لے گا۔ اس کے متعلق آگاہ فرمائیں' میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں اس شخص کے اسلام قبول کرنے کا سبب ہوں۔

جواب ایک مسلمان خاتون کا کسی کافر شخص سے شادی کرنا قطعاً حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ (الممتحنة ۶۰/ ۱۰)

"وہ (مومن) عورتیں ان (کافروں) کے لئے حلال نہیں' اور نہ وہ (کافر) ان مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَلَا تُنكِحُوا ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۟ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ﴾ (البقرہ ۲/ ۲۲۱)

"اور اپنی عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور مومن غلام بہتر ہے مشرک (آزاد) سے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو۔"

اگر کافر مسلمان ہو جائے اور اپنے آپ کو اچھا مسلمان ثابت کر دے تو اس سے شادی کرنا جائز ہے۔ لیکن شادی سے قبل اس کا جانچنا پرکھنا ضروری ہے۔ کہ وہ نماز' روزہ اور دیگر عبادات کی پابندی کرتا ہے؟ قرآن اور دیگر شرعی احکام کا علم حاصل کرتا ہے؟ اور اس کے ساتھ ساتھ شرک' شراب اور دیگر شرعی محرمات کو چھوڑ چکا ہے اپنے اقامہ (Stay Permit)' پاسپورٹ اور شناختی کارڈ میں کیا اس نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے؟ اور سفر و حضر اور ذاتی معاملات الغرض ہر اعتبار سے اپنا دین ترک کر چکا ہے۔ اس کے اسلام قبول کر لینے کے بعد اتنا انتظار کر لیا جائے جس سے اس کا واقعتاً مسلمان ہونا ثابت ہو۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ شادی کے لئے اسلام کو بطور حیلہ استعمال نہ کر سکے اور مقصد حاصل کر لینے کے بعد دوبارہ مرتد نہ ہو جائے' اگر وہ ارتداد کا مرتکب ہو

گا تو واجب القتل ہے' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ»(البخاري، كتاب الجهاد باب ١٤٩)

"جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اسے قتل کردو۔"

---- شیخ ابن جبرین -----

مسلمان عورت کا عیسائی سے نکاح کرنا

سوال ۲۲ مسلمان عورت کا کسی عیسائی سے نکاح کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اس شادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہے؟ نیز اس نکاح کے مختار (نکاح خواں) کے متعلق کیا حکم ہے کہ جو اس شادی کی تکمیل کا سبب بنا اور اس بیوی کا کیا حکم ہے کہ جب اگر وہ اس نکاح کے بطلان سے آگاہ بھی ہو؟ کیا عورت پر شرعی حد قائم کی جائے گی یا نہیں؟ اگر نکاح کے بعد خاوند مسلمان ہو جائے تو پہلے نکاح کا کیا حکم ہو گا؟ اور پھر نیا نکاح کیسے ہو گا؟

جواب مسلماں عورت کا عیسائی یا کسی بھی کافر مرد سے نکاح کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُنكِحُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۟ ﴾ (البقره٢/ ٢٢١)

"اور مشرکوں کے نکاح میں مسلمان عورتیں نہ دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ (الممتحنة٦٠/ ١٠)

"وہ (مومن) عورتیں ان کافروں کے لئے حلال نہیں' اور نہ وہ (کافر) ان مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں۔"

اگر ایسا نکاح ہو جائے تو اس کا فسخ فوراً واجب ہے' اگر عورت کو اس نکاح اور اس کے شرعی حکم کا علم تھا تو وہ واجب تعزیر ہے اسی طرح ولی' گواہ اور نکاح خواں (نکاح رجسٹرار) اس نکاح کے شرعی حکم سے آگاہ ہونے کی صورت میں واجب تعزیر ہوں گے۔ اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد اسلام میں ماں کے تابع ہوگی' اگر نکاح کے بعد خاوند مسلمان ہو جائے اور اس کے حسن اسلام کا یقین ہو جائے تو نکاح دوبارہ ہو گا۔ حسن اسلام کی شرط اس لئے ہے کہ کہیں وہ اسلام کو نکاح کے لئے بطور حیلہ کے استعمال نہ کرے اور اگر وہ اس کے بعد مرتد ہو جائے تو واجب القتل

ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ»(البخاري، كتاب الجهاد باب١٤٩)

"جو شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے اسے قتل کردو۔"

----شیخ ابن جبرین----

خاندان سے باہر شادی کرنا

سوال ۲۳ میرا ایک قریبی رشتے دار میرے لئے منگنی کا پیغام لایا' میں نے قبل ازیں سن رکھا تھا کہ بچوں کے مستقبل کے حوالے سے خاندان سے باہر شادی کرنا بہتر ہے' اس کے متعلق آپکی کیا رائے ہے؟

جواب اس قاعدے کی طرف بعض علماء نے اشارہ کیا ہے اور جیسا کہ آپ نے کہا ان لوگوں نے اس جانب توجہ مبذول کرائی ہے کہ وراثت کا یقیناً ایک اثر ہوتا ہے' اور انسانی تخلیق اور اخلاقیات میں وراثت ایک مؤثر عنصر ہے۔ صحیح بخاری' کتاب الطلاق میں ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے۔ (وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا تھا کہ اس کے والدین سفید رنگ کے ہیں وہ کالا کیسے ہو گیا شائد اس کی ماں کی کسی ناجائز حرکت کا دخل ہو؟) اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

((هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟)) "کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟"

"اس نے جواباً کہا: "ہاں"" آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَا أَلْوَانُهَا؟)) "ان کا رنگ کون سا ہے؟

اس نے کہا: "سرخ" آپ ﷺ نے پوچھا:

((هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟)) "کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ میں بھی ہے؟"

اس نے کہا: "ہاں" آپ ﷺ نے پوچھا:

((فَأَنَّى لَهَا ذٰلِكَ؟)) "انہیں یہ رنگ کہاں سے ملا؟"

اس نے جواب دیا' شاید یہ کوئی رگ کھینچ لائی ہو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِبْنُكَ هٰذَا لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ)) "شائد تیرے اس بیٹے کو بھی کوئی رگ کھینچ لائی ہو"

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ خاندانی وراثت کا اثر ضرور ہوتا ہے' اور اس

میں کوئی شک بھی نہیں، لیکن نبی ﷺ نے فرمایا:

«تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لأَرْبَع: لِمَالِهَا، وَحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»(صحيح البخارى وصحيح مسلم)

"عورت سے چار چیزوں کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے' اس کے مال کی وجہ سے' حسب کی وجہ سے' خوبصورتی کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے۔ تو دین دار عورت سے کامیابی حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔"

لہٰذا عورت کو شادی کا پیغام دیتے وقت دین کو بنیادی اہمیت حاصل رہنی چاہیے' وہ جتنی دین دار اور خوبصورت ہو گی' بہتر ہو گی' اس کا تعلق قریبی رشتے داروں سے ہو یا دور کے لوگوں سے۔ یہ اس لئے کہ دین دار بیوی اس کے گھر' اس کی اولاد اور اس کے مال کی محافظ ہو گی اور خوبصورت بیوی اس کی جنسی حاجت پوری کرے گی' اس کی نظر کو جھکا کر رکھے گی اور وہ اس کی موجودگی میں کسی بھی دوسری عورت کی طرف متوجہ نہ ہو گا۔ واللہ اعلم۔

----شیخ ابن عثیمین----

باپ کا بیٹی کو نکاح پر مجبور کرنا حرام ہے

سوال ۲۴ باپ کی طرف سے میری ایک بہن ہے' جس کی عمر اکیس برس ہے۔ میرے باپ نے اس کا نکاح اس کی مرضی اور رائے لئے بغیر ایک شخص سے کر دیا۔ نکاح کے گواہوں نے اس امر کی جھوٹی گواہی دی کہ لڑکی اس نکاح پر راضی ہے اور شادی کی دستاویزات پر بھی لڑکی کی جگہ اس کی ماں نے دستخط کئے' اسطرح نکاح کی کاروائی تو مکمل ہوئی جبکہ لڑکی ابھی تک اسے رد کر رہی ہے۔ اس نکاح اور جھوٹے گواہوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب آپ کی بہن اگر کنواری تھی اور باپ نے اس شخص سے اس کا نکاح جبرا کیا ہے تو بعض اہل علم اس نکاح کی صحت کے قائل ہیں۔ ان کی رائے میں اگر مرد عورت کا (تمام صفات میں) مماثل ہو تو اگرچہ لڑکی ایسے شخص کو ناپسند کرتی ہو تب بھی باپ کو جبرا اس کا نکاح کرانے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس بارے میں راجح قول یہ ہے کہ باپ یا کسی بھی اور شخص کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لڑکی کا نکاح اس کے غیر پسندیدہ شخص سے کر سکیں چاہے وہ اس کا کفو ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ»
"کنواری عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہ کیا جائے۔"
یہ حکم عام ہے اس بارے میں اولیاء میں سے کسی ایک کو مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا' بلکہ صحیح مسلم میں تو یوں ہے:

«اَلْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوْهَا»(صحيح البخاري كتاب النكاح باب ٤١ ومسلم كتاب النكاح باب ٦٤)
"کنواری عورت سے اس کا باپ اجازت حاصل کرے۔"

اس حدیث میں کنواری عورت اور باپ کا ذکر بطور نص موجود ہے۔ نزاعی مسئلے میں یہ حدیث نص ہے' لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس بنا پر آدمی کی طرف سے اپنی بیٹی کا نکاح کسی ایسے شخص سے کر دینا جسے وہ پسند نہیں کرتی حرام ہے۔ اور حرام نہ تو صحیح ہوتا ہے اور نہ ہی نافذ' کیوں کہ ایسے حکم کی صحت اور نفاذ شارح علیہ السلام کی نہی کے منافی ہے کیونکہ اس سے شارح علیہ السلام کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امت اس فعل کی مرتکب نہ ہو۔ ہم اس حکم کو صحیح قرار دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم خود اس کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اسے ان احکام کی جگہ دے رہیں جنہیں شارح علیہ السلام نے مباح قرار دیا ہے جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا راجح قول کی رو سے آپ کے باپ کی طرف سے لڑکی کا نکاح ایسے مرد سے کر دینا جسے وہ پسند نہیں کرتی فاسد ہے اور اس معاملے میں عدالت کی مداخلت ضروری ہے۔ جہاں تک جھوٹے گواہوں کا تعلق ہے' تو وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، فَذَكَرَهَا وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، ثُمَّ قَالَ: أَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ، أَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ، أَلاَ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ - فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قَالُوْا لَيْتَهُ سَكَتَ»(صحيح البخارى وصحيح مسلم)
"کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ پھر آپ ﷺ نے ان کا ذکر فرمایا: اس دوران آپ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے رہے پھر (آپ اٹھ کر یعنی سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: خبردار جھوٹی بات سے بچو' خبردار جھوٹی بات سے بچو' خبردار جھوٹی گواہی سے بچو۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کو دھراتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا: کاش آپ مزید نہ دھرائیں۔"

ان جھوٹے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے' حق بات کا اظہار کرنا چاہیے اور شرعی

عدالت کے سامنے برملا اعتراف کرنا چاہیئے کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی تھی اور اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں۔ اسی طرح جس ماں نے بیٹی کی طرف سے جھوٹے دستخط کئے تھے وہ اپنے اس فعل سے گناہ گار ہوئی ہے اس کے لئے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے اور آئندہ کے لئے ایسا کرنے سے رک جائے۔

----شیخ ابن عثیمین----

طلاق کی نیت سے نکاح کرنا

سوال ۲۵ ایک شخص حکومتی نمائندے کے طور پر ملک سے باہر جانا چاہتا ہے' وہ شرم گاہ کے تحفظ (بے حیائی سے بچنے) کی خاطر بیرون ملک معینہ مدت تک شادی کرنا چاہتا ہے' اس عرصے کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا' لیکن وہ عورت کو اس کے متعلق آگاہ نہیں کرتا کہ وہ اسے طلاق دے گا۔ اس کے اس فعل کا کیا حکم ہے؟

جواب طلاق کی نیت سے نکاح کرنا دو حالتوں سے خالی نہیں' یا تو وہ نکاح کے وقت شرط لگائے کہ وہ لڑکی سے ایک ماہ' ایک سال یا تعلیم مکمل ہونے تک شادی کرے گا۔ یہ نکاح متعہ ہے اور حرام ہے۔ یا پھر بوقت نکاح اس بات کو مخفی رکھے اور بطور نکاح کی شرط کے اس کا تذکرہ نہ کرے تو حنابلہ کے مشہور مذہب کی رو سے یہ بھی حرام ہے اور نکاح فاسد ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ "مخفی بھی مشروط کی طرح ہے۔" کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى» (البخاري حديث ١)

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔"

نیز اس لئے بھی کہ اگر کوئی شخص مطلقہ ثلاثہ سے اس بنا پر نکاح کرے کہ وہ اس عورت کو پہلے خاوند کے لئے حلال کرنے کی خاطر طلاق دے دے گا (یعنی حلالہ کرے) تو یہ نکاح فاسد ہو گا اگرچہ یہ نکاح بغیر کسی شرط کے تھا' کیوں کہ نیت والا مشروط کی طرح ہے۔ جس طرح حلالہ کی نیت نکاح کو فسخ کر دیتی ہے اس طرح متعہ کی نیت بھی نکاح کو فسخ کر دیتی ہے یہ حنابلہ کا قول ہے۔

اس مسئلے میں اہل علم کا دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق کی نیت سے نکاح کرنا جائز ہے' مثلاً ان اجنبی مسافروں کے لئے جو حصول تعلیم وغیرہ کے لئے باہر جاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایسا نکاح اس لئے جائز ہے کہ اس نے ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی۔ اس نکاح اور نکاح متعہ میں فرق یہ ہے

کہ نکاح متعہ کی صورت میں معینہ عرصہ پورا ہونے پر فریقین میں از خود جدائی ہو جاتی ہے' خاوند چاہے یا نہ چاہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' جبکہ ایسے نکاح میں ممکن ہے کہ خاوند بیوی میں دلچسپی کا اظہار کرے تو وہ اس کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے۔

میرے نزدیک ایسا نکاح صحیح ہے۔ متعہ نہیں' اس لئے کہ اس پر متعہ کی تعریف صادق نہیں آتی لیکن یہ نکاح اس اعتبار سے حرام ہے کہ اس میں بیوی اور اس کے خاندان کو دھوکہ دیا جاتا ہے' جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ دہی کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر اس عورت یا اس کے خاندان کو اس بات کا علم ہو جائے کہ یہ شخص بس ایک مدت تک اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے لئے کبھی بھی آمادہ نہ ہوں گے۔ بعینہ یہ شخص بھی یہ نہیں چاہے گا کہ کوئی شخص اس کی بیٹی سے شادی کرے اور پھر مطلب پورا ہونے کے بعد اسے طلاق دے دے۔ آخر یہ شخص دوسروں سے وہ سلوک کیوں کرنا چاہتا ہے جسے وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا؟ یہ رویہ ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»(البخاري حديث ١٣)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ کچھ پسند نہ کرے جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ اس کام کو ایسے مقصد کیلئے استعمال کرتے ہیں جس کا کوئی بھی قائل نہیں وہ یہ کہ بعض لوگ صرف شادی رچانے کیلئے ہی بیرون ملک جاتے ہیں' پھر جس عورت کے ساتھ انہوں نے ایک معینہ مدت تک شادی کی ہوتی ہے اس عرصے تک اسکے ساتھ رہتے ہیں اور پھر واپس لوٹ آتے ہیں۔ یہ رویہ بھی سخت ممنوع ہے' چونکہ اس میں سنگین قسم کا دھوکہ اور فراڈ ہے لہٰذا ایسے غیر پسندیدہ اعمال کا سدباب کرنا ضروری ہے' خاص طور پر ایسے حالات میں کہ لوگ جاہل ہیں اور اکثر لوگوں کو ان کی نفسانی خواہشات حدود اللہ کو پامال کرنے سے نہیں روکتیں۔

----شیخ ابن عثیمین----

سادہ شادی ! نہایت بابرکت

سوال ٢٦ بھاری بھر کم حق مہر اور شادی بیاہ کی تقریبات میں فضول خرچی سے متعلق آپ کی کیا

رائے ہے؟ خاص طور پر ہنی مون کے متعلق کہ جس پر بھاری رقوم خرچ کی جاتی ہیں، کیا شریعت اسے برقرار رکھتی ہے؟

جواب حق مہر اور شادی بیاہ کی تقریبات میں اسراف و تبذیر خلاف شرع ہے۔ اس لئے کہ کم خرچ شادی انتہائی بابرکت ہوتی ہے، اور خرچ جتنا کم ہو گا برکت اتنی زیادہ ہو گی ایسے معاملات کا تعلق عام طور پر عورتوں سے ہوتا ہے کیونکہ وہی مردوں کو زیادہ اور بھاری مہر پر اکساتی ہیں، اگر کہیں سے کم مہر کی پیش کش ہو تو اسے یہ کہہ کر ٹھکرا دیتی ہیں کہ ہماری بیٹی کے لئے مہر، تو اتنا اور اتنا ہونا چاہیئے۔ اسی طرح تقریبات پر اٹھنے والے کثیر اخراجات ہیں کہ شریعت ان سے بھی روکتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت آتے ہیں:

﴿ وَلَا تُسْرِفُوٓاْ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٤١)

"فضول خرچی مت کرو یقیناً اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اور ایسی فضول خرچیوں پر بھی عام طور پر عورتیں ہی مردوں کو اکساتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دیکھو جی! فلاں کے پروگرام میں یہ کچھ ہوا، فلاں نے یہ کیا۔ ایسے معاملات میں یہ امر ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ وہ شرعی انداز میں ہو، حدود سے تجاوز کرتے ہوئے فضول خرچی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ فضول خرچی منع ہے۔

﴿ وَلَا تُسْرِفُوٓاْ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴾ (الانعام٦/ ١٤١)

"فضول خرچی مت کرو یقیناً اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

باقی رہا ہنی مون کا معاملہ، تو یہ انتہائی بدترین اور قابل نفرت اور برا عمل ہے۔ یہ محض غیر مسلموں کی تقلید اور اموال کثیرہ کا ضیاع ہے، جبکہ دینی امور کا ضیاع اس کے علاوہ ہے، خاص طور پر اس وقت جب اسے غیر اسلامی ممالک میں منایا جائے، اس صورت میں نوبیاہتا جوڑے ایسی تباہ کن عادات و تقالید لے کر لوٹتے ہیں۔ جو خود ان کے لئے اور مسلم معاشرے کے لئے باعث خوف ہیں ہاں! اگر کوئی انسان اپنی بیوی کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت یا عمرے کی ادائیگی کے لئے سفر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (بلکہ بہت بہتر ہے)۔ ان شاء اللہ

----شیخ ابن عثیمین----

خاوند کا انتخاب

سوال ۲۷ وہ اہم امور کون سے ہیں جن کی بنا پر ایک دوشیزہ کو اپنے رفیق حیات کا انتخاب کرنا چاہیئے؟ اور کیا دنیوی اغراض کیلئے ایک نیک خاوند کو ٹھکرا دینا عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے؟

جواب جن اہم امور کی بنا پر ایک خاتون کو اپنے لئے رفیق حیات کا انتخاب کرنا چاہیئے ان میں سے سرفہرست یہ ہیں کہ وہ دین دار اور صاحب اخلاق ہو۔ جہاں تک مال اور حسب ونسب کا تعلق ہے' تو یہ ثانوی چیزیں ہیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ منگنی کا پیغام دینے والا شخص بااخلاق اور دین دار ہو' کیونکہ ایسے شوہر سے عورت کچھ بھی گم نہیں پاتی' اگر وہ اسے بیوی بنا کر رکھے گا تو اچھے طریقے سے رکھے گا اور اگر چھوڑے گا تو احسان کے ساتھ چھوڑے گا۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ دین واخلاق سے متصف خاوند' عورت اور اس کی اولاد کے لئے باعث برکت ہوتا ہے کہ جو اس سے دین واخلاق کا درس لے گی۔

اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو ایسے خاوند سے بچنا ہی بہتر ہے' خاص طور پر ایسے لوگوں سے جو نماز میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں یا شراب نوشی میں بدنام ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جہاں تک ایسے لوگوں کا تعلق ہے جو سرے سے نماز نہیں پڑھتے' تو وہ کافر ہیں۔ ان کے لئے مومن عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ وہ مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ الغرض رفیق حیات کے انتخاب کے لئے عورت کو دین واخلاق پر پوری توجہ دینی چاہیئے۔ رہا نسب کا معاملہ' تو اگر وہ حاصل ہو سکے تو بہت بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِيْنَهُ فَزَوِّجُوْهُ»(ابن ماجه كتاب النكاح باب٤٦)

"جب تمہارے پاس ایسا شخص شادی کا پیغام لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔" لیکن تمام اوصاف میں برابر والا اگر میسر آجائے تو وہ افضل ہے۔"

----شیخ ابن عثیمین----

شادی سے قبل تعلقات

سوال ۲۸ شادی سے پہلے کے تعلقات کے متعلق دین کیا کہتا ہے؟

جواب شادی سے پہلے والے تعلقات سے سائل کی مراد اگر نکاح کے بعد اور دخول سے قبل کے تعلقات ہیں تو ان میں کوئی حرج نہیں' کیوں کہ عورت عقد نکاح سے بیوی بن جاتی ہے اگرچہ دخول کے مراسم ادا نہ ہوئے ہوں۔ اور اگر تعلقات سے مراد عقد نکاح سے قبل' منگنی کے بعد کے تعلقات ہیں تو ایسے تعلقات حرام ہیں۔ کسی انسان کے لئے ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر محرم عورت سے گفتگو' نظر' یا خلوت وغیرہ کے ذریعے لطف اندوز ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ، وَلاَ تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلاَّ مَعَ ذِي مَحْرَمٍ»(صحيح البخاری وصحيح مسلم)

"کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ اس کے محرم کے بغیر خلوت نہ اپنائے' اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ عقد نکاح کے بعد والے تعلقات میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ عقد سے پہلے کے تعلقات ناجائز اور حرام ہیں چاہے وہ منگنی کے بعد ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ عورت نکاح ہونے تک ان کے لئے بیگانی ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

دوران مجامعت عزل کرنا

سوال ۲۹ عورت کے لئے مانع حمل گولیاں استعمال کرنا کب جائز اور کب حرام ہیں؟ کیا تحدید نسل (خاندانی منصوبہ بندی) کے بارے میں کوئی صریح نص یا فقہی رائے موجود ہے؟ اور کیا بغیر کسی (معقول) سبب کے کوئی مسلمان خاوند دوران جماع بیوی سے عزل کر سکتا ہے؟

جواب جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو اپنی نسل بڑھانی چاہیۓ' اس لئے کہ نبی ﷺ نے اس جانب ہماری توجہ مبذول کرائی ہے۔ آپ کا فرمان ہے:

«تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ»(مسند أحمد وصحيح ابن حبان)

"محبت کرنے والی' زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو۔ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا۔"

نیز اس لئے بھی کہ کثرت نسل کثرت امت ہے اور امت کی کثرت اس کی ایک قوت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَجَعَلْنَٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝٦ ﴾ (الاسراء١٧/٦)

"اور ہم نے تمہیں بہت بڑی جماعت بنا دیا۔"

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے (اللہ تعالیٰ کا احسان جتلاتے ہوئے) فرمایا تھا:

﴿ وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ﴾ (الأعراف٧/٨٦)

"اور وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے تھے پس اس نے تمہیں زیادہ کر دیا۔"

اس امر سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ امت کی کثرت اس کی طاقت اور عزت کا سبب ہے، بعض بدگمان اور کج فہم لوگوں کے اس دعوی کے برعکس کہ کثرت امت اس کے فقرو فاقہ اور بھوک و افلاس کا سبب ہے۔ جب امت زیادہ تعداد میں ہو گی اور اس کا ذات باری تعالیٰ پر ایمان ہو گا اور اس کے اس وعدہ پر یقین ہو گا:

﴿ ۞ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا ﴾ (ھود١١/٦)

"اور زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں ان کی روزیاں اللہ تعالیٰ کے ذمے ہیں۔"

تو اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ آسان فرما دے گا اور اپنے فضل و کرم سے اسے غیروں کا دست نگر بننے سے بے نیاز فرما دے گا۔ اس تفصیل سے مذکورہ بالا سوال کا جواب واضح ہو گیا۔ پس دو شرطوں کے بغیر مانع حمل گولیوں کا استعمال کسی عورت کے لئے جائز نہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ عورت کو اس کی ضرورت ہو، مثلاً وہ مریضہ ہے اور ہر سال حمل کی طاقت نہیں رکھتی۔ وہ جسمانی طور پر کمزور ہو یا ایسی کوئی اور رکاوٹیں ہیں جو ہر سال حمل کی صورت میں اس کے لئے باعث نقصان ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس بات کی اجازت اس کا خاوند بھی دے کیونکہ بچے اور ان کی پیدائش کا حق خاوند کو حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مانع حمل گولیوں کے استعمال کے لئے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا ضروری ہے کہ آیا ان کا استعمال نقصان دہ تو نہیں۔

مذکورہ بالا دونوں شرطیں پوری ہونے پر عورت مانع حمل گولیوں کا استعمال کر سکتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ان گولیوں کا استعمال ہمیشہ کے لئے، عمل تولید کو روکنے کی خاطر نہ کرے، کیوں کہ اس میں قطع نسل کا خطرہ موجود ہے۔ جہاں تک سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع خاندانی منصوبہ بندی ناممکن ہے اس لئے کہ حمل یا عدم حمل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

پھر جب کوئی انسان بچوں کے لئے کوئی عددی حد مقرر کر لے تو اس تعداد کا یک ہی سال میں کسی وباء یا حادثے کی بناء پر خاتمہ بھی ممکن ہے' اس صورت میں تو آدمی اولاد اور نسل کے بغیر رہ جائے گا۔ شریعت اسلامیہ میں خاندانی منصوبہ بندی کا کوئی حکم موجود نہیں ہے ہاں ضرورت کے پیش نظر وقتی طور پر حمل کو روکنا جائز ہے' جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

رہا معاملہ دوران جماع بلا سبب عزل کرنے کا تو علماء کے صحیح قول کی رو سے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ»(صحيح البخاري، كتاب النكاح باب ٩٧ وصحيح مسلم، كتاب الطلاق باب ٢٦)

''ہم نزول قرآن کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے۔'' (یعنی عہد نبوی میں ہم یہ کام کرتے تھے)۔

اگر یہ فعل حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے منع فرما دیتے لیکن علماء کا کہنا ہے کہ خاوند آزاد عورت کی مرضی کے بغیر اس سے عزل نہیں کر سکتا کیونکہ بچوں میں عورت کا بھی حق ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ عزل کرنے سے اس کے لطف اندوزی والے حق میں کمی آجاتی ہے جو کہ انزال کے بعد ہی مکمل ہوتی ہے۔ اس بنا پر اس سے اجازت نہ لینا' اس کے لطف اندوزی کے حق کو نقصان پہنچاتا ہے اس سے بچوں کا نقصان بھی ہو سکتا ہے لہٰذا ہم نے اس کی اجازت کی شرط لگائی ہے۔

----شیخ ابن عثیمین-----

بے نماز خاوند کے ساتھ رہنا

سوال ۳۰ میرا خاوند دین کے بارے میں بے پروائی کا مظاہرہ کرتا ہے' وہ نہ تو نماز پڑھتا ہے اور نہ رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے بلکہ الٹا مجھے بھی ہر اچھے کام سے روکتا ہے' علاوہ ازیں وہ مجھ پر شک بھی کرنے لگا ہے' تمام کام کاج چھوڑ کر گھر بیٹھا رہتا ہے تاکہ وہ میری نگرانی کر سکے۔ دریں حالات مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب ایسے خاوند کے پاس نہیں رہنا چاہیئے' کیونکہ وہ نماز چھوڑنے کی بنا پر کافر ہو چکا ہے اور کافر آدمی کے ساتھ مسلمان عورت کا رہنا حلال نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾
(الممتحنة ٦٠/ ١٠)

"اگر تمہیں ان کے مومن ہونے کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔ وہ (مومن عورتیں) کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ (وہ کافر) مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں۔"

لہٰذا تمہارا نکاح ٹوٹ چکا ہے' تمہارے درمیان کوئی نکاح نہیں تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرما دے' اور وہ تائب ہو کر اسلام کی طرف لوٹ آئے' صرف اسی صورت میں رشتۂ ازدواج باقی رہ سکتا ہے۔ جہاں تک آپ کے خاوند کے رویے کا تعلق ہے تو شک پر مبنی اس کا یہ طرز عمل ناروا ہے۔ میرے خیال میں وہ شک اور وسواس کی بیماری میں مبتلا ہے جو کہ بعض لوگوں کو عبادات اور دوسروں کے ساتھ معاملات کے دوران لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے کہ اسے ذکر الٰہی' انابت الی اللہ اور توکل علی اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ الغرض آپ کو ایسے خاوند سے الگ ہو جانا چاہیئے۔ وہ کافر ہے اور آپ مومنہ۔ آپ کے خاوند کو ہماری نصیحت ہے کہ وہ دین کی طرف پلٹ آئے اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے ایسے ذکر واذکار کا اہتمام کرے جو اس کے دل سے شکوک ووساوس کو باہر نکال دے۔ ہم اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق کی استدعا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

----شیخ ابن عثیمین----

گمشدہ آدمی کی بیوی کا نکاح

سوال ۳۱ ایک شخص عرصۂ دراز تک اپنی بیوی سے غائب رہا یہاں تک کہ اس کے بارے میں یقین ہو گیا کہ وہ گم ہو گیا ہے' لہٰذا اس کی بیوی نے ایک دوسرے شخص سے شادی کر لی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا کئی سال کے بعد پہلا خاوند واپس لوٹ آیا' کیا دوسرے خاوند سے اس کا نکاح برقرار رہے گا یا فسخ ہو جائے گا' اور کیا پہلے خاوند کو اپنی یہ بیوی واپس لینے کا حق حاصل ہے اگر ہے تو کیا نیا نکاح کرنا ہو گا؟

جواب یہ مسئلہ فقہی زبان میں "گم شدہ آدمی کی بیوی کا نکاح" کہلاتا ہے۔ اگر کسی عورت کا خاوند گم ہو گیا اور اس کی تلاش کی مدت گذر گئی' پھر اس کی موت کا فیصلہ ہو گیا اور عورت نے

عدت گذار کر کسی اور آدمی سے شادی کر لی' بعد ازاں پھر گم شدہ خاوند بھی آ گیا' تو اس صورت میں پہلے خاوند کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس دوسرے نکاح کو اپنی حالت پر برقرار رہنے دے یا بیوی واپس لے لے۔ اگر یہ دوسرا نکاح باقی رہتا ہے تو معاملہ واضح ہے اور نکاح بھی درست ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا' (بلکہ) اپنی بیوی واپس لینا چاہتا ہے تو وہ واپس آجائے گی مگر وہ اس سے مجامعت نہیں کر سکتا تاوقتیکہ وہ دوسرے خاوند کی عدت نہ گذارے۔ پہلے خاوند کو نیا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی' کیونکہ پہلا نکاح کسی بھی وجہ سے باطل نہیں ہوا کہ جس کی بنا پر نیا نکاح کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ جہاں تک عورت سے دوسرے خاوند کے بچے کا تعلق ہے تو وہ قانونی بچہ ہے' اجازت شدہ نکاح شرعی کا نتیجہ ہے' لہٰذا اپنے باپ کی طرف منسوب ہو گا۔

----شیخ ابن عثیمین----

غیر محدود نظر

سوال ۳۲ کیا استمتاع بالحلال کی نیت سے میاں بیوی کا ایک دوسرے کو مکمل طور پر دیکھنا شرعاً حلال ہے؟

جواب میاں بیوی کیلئے ایک دوسرے کے سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ ﴾ (المعارج ۷۰/۲۹-۳۱)

"اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں' ہاں اگر اپنی بیویوں اور باندیوں سے حفاظت نہ کریں تو ان پر کوئی ملامت نہیں البتہ جو کوئی اس کے علاوہ اور ڈھونڈیں تو یہ لوگ شرعی حد سے نکلنے والے ہیں۔"

----شیخ ابن عثیمین----

تعلیم کی تکمیل تک کسی دوشیزہ کی شادی کو مؤخر کرنا

سوال ۳۳ ایک عام عادت ہے کہ لڑکی یا اس کا باپ لڑکے کی طرف سے شادی کے پیغام کو اس لئے رد کر دیتے ہیں کہ لڑکی نے ابھی کالج یا یونیورسٹی تعلیم مکمل کرنی ہے' یا اسے چند سال تک مزید زیر تعلیم رہنا ہے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہیں آپ کیا نصیحت کرنا چاہیں

گے: یہ بات قابل ذکر ہے کہ اکثر لڑکیاں شادی کئے بغیر تیس سال یا اس سے بھی زیادہ عمر کی ہو جاتی ہیں۔

جواب ایسا رویہ نبی ﷺ کے احکامات کی صریح خلاف ورزی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِيْنَهُ فَزَوِّجُوْهُ»(ابن ماجه، كتاب النكاح باب ٤٦)

"جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کے دین اور خلق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کرا دو۔"

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

«يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ»(متفق عليه)

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی کر لے۔ شادی نگاہوں کو جھکا دینے والی اور شرم گاہ کو انتہائی محفوظ رکھنے والی ہے۔"

شادی سے انکار شادی کے مقاصد و مصالح کو فوت کر دیتا ہے۔

مسلمان لڑکیوں اور ان کے سرپرستوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ درس و تدریس کو بہانہ بنا کر شادی سے انکار نہ کریں' البتہ یہ ممکن ہے کہ لڑکی بوقت نکاح لڑکے سے۔ تعلیم مکمل کرنے کی شرط طے کر لے۔ اسی طرح جب تک وہ بچوں کی مصروفیت میں نہیں پڑتی سال دو سال کیلئے تدریس کا سلسلہ جاری رکھنے کی شرط عائد کر سکتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ رہا یونیورسٹی کی سطح تک اعلیٰ تعلیم میں عورت کی ترقی کا مسئلہ' تو ہمارے معاشرے کو اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ میں جو کچھ سمجھ پایا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر عورت ابتدائی تعلیمی مرحلہ مکمل کر کے لکھنا پڑھنا جان لے' قرآن مجید' اس کی تفسیر' احادیث نبویہ اور ان کی تشریحات سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جائے تو یہی کافی ہے۔ ہاں ایسے علوم میں ترقی کرنا جو لوگوں کے لئے اشد ضروری ہیں مثلاً ڈاکٹری یا دیگر علوم تو ان کے حصول میں کوئی حرج نہیں ہے' بشرطیکہ اس مرحلے میں مخلوط تعلیم جیسی قباحتیں نہ ہوں۔

-----شیخ ابن عثیمین-----

حائضہ سے نکاح کا حکم

سوال ۳۴ میں ایک نوجوان لڑکی ہوں' کچھ عرصہ قبل ایک نوجوان کے ساتھ شادی کا پروگرام

طے ہوا، مگر اتفاقاً اس دوران میں حیض سے دوچار تھی۔ میں نے نکاح خواں سے دریافت کیا: کیا ان ایام میں نکاح ہو سکتا ہے؟ اس نے تو جواز کا فیصلہ دے دیا مگر اس پر میں خود مطمئن نہ ہوئی۔ آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور اگر صحیح نہیں تو کیا دوبارہ کرنا ہو گا؟

جواب دوران حیض عورت سے نکاح جائز اور درست ہے۔ اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ عقود نکاح میں اصل چیز اس کا حلال اور صحیح ہونا ہے۔ جبکہ حالت حیض میں تحریم نکاح کی کوئی دلیل نہیں۔ اگر صورت حال اس طرح کی ہو تو نکاح درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں نکاح اور طلاق کے مابین فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ دوران حیض طلاق دینا ناجائز بلکہ حرام ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایام حیض کے دوران طلاق دی ہے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور اسے حکم دیا کہ وہ بیوی سے رجوع کرے، پھر آئندہ طہر تک اسے چھوڑے رکھے، پھر چاہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر چاہے تو روک لے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ١)

"اے نبی! (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اپنے اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے، نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ بجز اس صورت میں کہ وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا یقیناً وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔"

لہٰذا دوران حیض طلاق دینا یا اس طہر میں طلاق دینا جس میں اس نے بیوی سے جماع کیا ہو جائز نہیں ہے، سوائے اس صورت میں کہ حمل ظاہر ہو جائے۔ اور اگر حمل ظاہر ہو جائے تو جب چاہے طلاق دے سکتا ہے، یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ عام لوگوں میں ایک عجیب و غریب بات مشہور ہے کہ دوران حمل دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، یہ بات درست نہیں ہے حاملہ عورت کو دی گئی طلاق مؤثر ہو جاتی ہے اور تمام طلاقوں میں مدت کے اعتبار سے یہ زیادہ وسیع طلاق ہے، لہٰذا حاملہ عورت کو طلاق دینا آدمی کے لئے حلال ہے۔ اگر اس نے غیر حاملہ عورت سے کچھ ہی عرصہ قبل

جماع کیا ہو تو پھر اس پر انتظار کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ عورت حائضہ ہو جائے اور پھر پاک ہو یا یہ کہ حمل واضح ہو جائے۔ سورۂ طلاق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأُوْلَٰتُ ٱلْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ دوران حمل دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یوں بھی ہے:

«مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا»

"اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر طہر یا حمل کی حالت میں اسے طلاق دے۔"

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ دوران حیض عورت سے نکاح کرنا جائز اور صحیح ہے تو میری رائے میں خاوند کو طہر تک بیوی کے پاس نہیں جانا چاہئے' اس لئے کہ اگر وہ طہر سے پہلے اس کے پاس جائے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ کہیں دوران حیض ممنوع کام کا ارتکاب نہ کر بیٹھے' شاید وہ اپنے آپ پر کنٹرول نہ کر سکے' خاص طور پر جب وہ جوان ہو تو اسے طہر تک انتظار کرنا چاہئے تب وہ بیوی کے ساتھ اس وقت مجامعت کرے جب وہ شرمگاہ سے لطف اندوز ہونے پر قادر ہو۔ واللہ اعلم

---شیخ ابن عثیمین---

بیوی کی دبر میں جماع کرنے کا حکم

سوال ۳۵ ایک شخص نے اپنی بیوی سے اس کی دبر میں اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔ کیا دینی نقطۂ نظر سے اس کا یہ عمل درست ہے؟

جواب یہ عمل منکر ہے۔ تحقیق ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا»

"اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرنے والا لعنتی ہے۔"

---شیخ محمد بن صالح عثیمین---

اجنبی عورتوں سے مصافحہ کرنے کی حرمت

سوال ۳۶ اسلام نے عورتوں پر غیر محرم مردوں سے مصافحہ کرنا کیوں حرام قرار دیا ہے؟ کیا بغیر شہوت کے عورت سے مصافحہ کرنا ناقض وضو ہے؟

جواب اسلام نے غیر محرم عورتوں کا مردوں سے مصافحہ کرنا اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ اجنبی عورتوں کو چھونا بڑے بڑے فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے۔ ہر وہ چیز جو فتنوں کا سبب ہو شرع نے اس سے منع کیا ہے۔ اسی لئے فساد سے بچنے کی خاطر شریعت نے نظریں جھکا کے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو چھوئے (ہاتھ لگائے) تو اگرچہ یہ شہوت کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو' ناقض وضو نہیں ہے' ہاں اس کے نتیجے میں اگر منی یا مذی کا اخراج ہو تو منی نکلنے کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہے جب کہ مذی نکلنے کی صورت میں ذکر اور اس کے اردگرد کو دھونے کے بعد وضو کرنا واجب ہے۔

-----شیخ محمد بن صالح عثیمین-----

بن بیاہی عورتوں کو نصیحت

سوال ۳۷ میں آپ سے ایک ایسے مسئلے کے بارے میں دریافت کرنا چاہتی ہوں جو میرے اور میرے جیسی دوسری لڑکیوں سے متعلق ہے' وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بغیر شادی کے رہنا لکھ دیا ہے' جبکہ ہم شادی کی عمر سے گذر کر مایوسی کی دہلیز پر جا بیٹھی ہیں' اس حقیقت کے باوجود کہ ہم بحمد اللہ اخلاقیات کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم یافتہ ہیں مگر ہمارا مقدر یہی ہے۔ مادی پہلو ایک ایسا پہلو ہے جو کسی کو ہم سے شادی کرنے کی ترغیب نہیں دیتا' کیونکہ شادی کے معاملات خاص طور پر ہمارے ملک کے حوالے سے مستقبل میں میاں بیوی کی مشارکت پر انحصار کرتے ہیں۔ برائے کرم میری اور میرے جیسی دیگر بہنوں کی راہنمائی فرمائیں اور ہمیں نصیحت سے نوازیں۔

جواب شادی سے محروم رہ جانے والی سائلہ مذکورہ جیسی عورتوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ گڑ گڑا کر' عاجزی وانکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں التجا کریں کہ وہ ایسے مردوں کو ان کا مقدر بنائے جن کے دین اور اخلاق کو وہ پسند کرتا ہو۔ انسان جب صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو'

دعا کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے قبولیت دعا کی رکاوٹوں کو دور کرے تو ایسے لوگوں کے بارے میں وہ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝١٨٦ ﴾ (البقرة۲/ ۱۸٦)

"اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو (بتا دیجئے کہ) میں بہت قریب ہوں' جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ وہ میرے احکام قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پاجائیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر۴۰/ ٦۰)

"اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف یقین وایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر متوجہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ میں تو توجہ الی اللہ' اس کے حضور عاجزی و انکساری اور بہتری کے انتظار سے بڑھ کر کسی چیز کو طاقتور نہیں سمجھتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا»(رواه أحمد۱/ ۳۰۷)

"جان لو یقیناً مدد صبر کے ساتھ' خوشحالی بدحالی کے ساتھ اور آسانی تنگی کے ساتھ ہے۔"

میں اللہ رب العزت سے ان کے لئے اور ان جیسی دوسری عورتوں کے لئے دعاگو ہوں کہ وہ ان کی مشکلات کو آسان فرمائے اور ان کے لئے ایسے نیک مردوں کا انتظام فرمائے جو دین ودنیا کی بھلائی کی خاطر ان کا انتخاب کریں۔ واللہ اعلم

----شیخ ابن عثیمین----

فیملی ڈرائیور اور عورتیں

سوال ۳۸ گھریلو ڈرائیور کا گھر کی عورتوں اور دوشیزاؤں سے ملنا جلنا اور ان کے ساتھ مارکیٹ یا سکول وغیرہ جانا' شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب رسول اللہ ﷺ کا فرمان صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ :

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثُهُمَا»(الترمذي كتاب الرضاع باب ١٦)

"کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہیں جاتا مگر تیسرا ان کا شیطان ہوتا ہے۔"

خلوت گھر میں ہو یا گاڑی میں' مارکیٹ میں ہو یا کہیں اور ایک ہی بات ہے۔ مرد و زن کی تنہائی میں اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ ان کی گفتگو باعث فتنہ اور باعث شہوت انگیزی نہیں ہو گی' اس بات کے باوجود کہ بعض خواتین و حضرات میں تقوی و پرہیز گاری' خشیت الٰہی اور معصیت و خیانت سے نفرت موجود ہوتی ہے' مگر ان میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور گناہ کو کم تر صورت میں پیش کر کے فریب کاری کا دروازہ کھول دیتا ہے' لہٰذا اس سے اجتناب کرنا باعث حفاظت و سلامتی ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

مرد و زن میں مراسلہ نگاری کا حکم

سوال ۳۹ اگر کوئی شخص کسی اجنبی خاتون سے خط و کتابت کرتا ہے' اور اس کے نتیجے میں وہ دونوں دوست بن جائیں تو کیا یہ عمل حرام متصور ہو گا؟

جواب یہ کام ناجائز ہے۔ ایسا کرنا مرد و زن کے مابین شہوت کو بھڑکاتا اور طبیعت کو باہم وصال ملاقات پر ابھارتا ہے۔ عام طور پر ایسی خط و کتابت اور اظہار محبت فتنوں کو جنم دیتا ہے اور دل میں زنا کی آبیاری کرتا ہے جس سے انسان فحاشی کا شکار ہو جاتا ہے یا کم از کم اس کے اسباب مہیا کرتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنی مصلحت اور تحفظ کا جویا (متلاشی) ہو اسے ہماری نصیحت ہے کہ وہ دین اور عزت و آبرو کے تحفظ کیلئے باہم خط و کتابت اور مکالمات سے پرہیز کرے۔ واللہ الموفق

----شیخ ابن جبرین----

بہنوئی غیر محرم ہے

سوال ۴۰ کیا میری بہن کے لئے اپنے چچا زاد بھائی سے پردہ کرنا جائز ہے جبکہ وہ ہمارا سسرالی رشتے دار بننے والا ہے' یعنی اپنی بیٹی کا نکاح میرے بھائی سے کرنے والا ہے؟ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابھی تک شادی نہیں ہوئی۔ برائے کرم اس بارے آگاہ فرمائیں۔

جواب آپ کی بہن پر اپنے چچا زاد سے پردہ کرنا واجب ہے' اگرچہ وہ رشتے دار ہے مگر محرم

نہیں، چاہے وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس کے بھائی سے کر بھی دے (تب بھی پردہ کرے) کیونکہ بہنوئی اجنبی ہوتا ہے اسی طرح بھائی کا باپ وغیرہ بھی غیر محرم ہیں۔ ان سے پردہ کرنا واجب ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

عورت کا ٹیلی فون پر گفتگو کرنا

سوال ۴۱ کنوارے نوجوان کا کنواری دوشیزہ سے ٹیلی فون پر بات چیت کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب اجنبی عورت کے ساتھ لجاجت سے لبریز عشقیہ اور نازو نخرے کے انداز میں شہوت انگیز گفتگو کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسی گفتگو فون پر ہو یا کسی اور ذریعے سے، بالکل حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۳۲)

"پس نرم لہجے سے بات نہ کرو ورنہ وہ شخص جس کے دل میں کھوٹ ہے وہ (غلط) توقعات پیدا کرے گا۔"

ہاں، گفتگو اگر فتنے سے خالی ہو تو ضرورت کے پیش نظر، بقدر ضرورت کسی سے گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

باب: 12

میاں بیوی کے مابین معاشرت

میرا خاوند قطعاً میری پروا نہیں کرتا

سوال 1 میرا خاوند -- اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے--اگرچہ خشیت الٰہی کا حامل اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہے۔ مگر میری قطعاً کوئی پروا نہیں کرتا' ہمیشہ ہی ترش روئی اور سنگدلی کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ وہ اس کا ذمہ دار مجھے ہی ٹھہراتا ہے' لیکن اللہ جانتا ہے کہ بحمد اللہ میں اس کے جملہ حقوق کی ادائیگی کرتی ہوں۔ ہمیشہ اس کی راحت و اطمینان کا سامان فراہم کرتی ہوں' اور اس کے لئے ہر ناگوار عمل سے پرہیز کرتی ہوں' اس کے باوجود جو سلوک وہ مجھ سے روا رکھتا ہے اس پر صبر کرتے ہوئے سب کچھ برداشت کرتی ہوں۔ میں جب بھی کسی چیز کے متعلق دریافت کرتی ہوں یا کسی مسئلے کے بارے میں بات کرتی ہوں تو غضب ناک ہو کر بھڑک اٹھتا ہے' اس کے برعکس وہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ خندہ رو اور ہشاش بشاش رہتا ہے' میں نے ہمیشہ ہی اس کی طرف سے بد معاملگی اور ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا کیا ہے۔ اس کا یہ رویہ کبھی کبھی تو اتنا تکلیف دہ اور المناک ہوتا ہے کہ میں یہ سوچنے لگتی ہوں؟کیوں نہ اس گھربار کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ الحمدللہ! میں مڈل حصے تک پڑھی لکھی خاتون ہوں' اور اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی میں کوشاں رہتی ہوں۔

فضیلۃ الشیخ اگر میں گھر چھوڑ دوں' تن تنہا اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کروں اور زندگی کے دکھ سکھ برداشت کروں تو کیا میں گناہ گار ہوں گی؟ یا اسی جگہ اسی حالت میں اس کے پاس رہوں اور سب کچھ پس پشت ڈال کر زندگی کے باقی ایام پورے کروں؟

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں بیوی دونوں پر حسن معاشرت' اخلاق فاضلہ اور خندہ روئی کا تبادلہ واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (النساء٤/ ١٩)

"بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اپناؤ۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ (البقرة۲/ ۲۲۸)
"اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسا دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے' البتہ مردوں کو عورتوں پر (ایک گونہ) فضیلت حاصل ہے۔"

اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ»(صحیح مسلم کتاب البر والصلة حدیث۱٤)
"نیکی حسن خلق کا نام ہے۔"

آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے:

«لاَ تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ أَنْ تَلْقٰى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلْقٍ»
(صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب٤٣)
"کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو' اگرچہ تو اپنے بھائی کو خندہ روئی سے ہی کیوں نہ ملے۔"

مزید فرمایا:

«أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِيْ»
"ایمان والوں میں سے کامل ترین مومن وہ ہے' جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ تم میں سے اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں (بیویوں) کے لئے اچھے ہیں اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب میں سے اچھا ہوں۔"

علاوہ ازیں کئی ایک احادیث نبوی جو کہ مسلمانوں میں عمومی طور پر حسن خلق' اچھی ملاقات اور حسن معاشرت کی ترغیب دلاتی ہیں' میاں بیوی اور عزیز' رشتے داروں کو تو کہیں زیادہ ان امور پر غور کرنا چاہیئے۔ آپ نے خاوند کے جورو ستم اور ایذا رسانی کے باوجود صبر جمیل کا مظاہرہ کیا جو قابل تعریف ہے۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے مطابق مزید صبر اور گھر نہ چھوڑنے کی نصیحت کرتا ہوں' کیونکہ اس میں بہت زیادہ بھلائی اور انجام بالخیر ہے۔ ان شاء اللہ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱصْبِرُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴿٤٦﴾ ﴾ (الأنفال۸/ ٤٦)
"اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصۡبِرۡ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجۡرَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿٩٠﴾ ﴾

"یقیناً جو شخص اللہ سے ڈر جائے اور صبر کرے پس بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔"

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجۡرَهُم بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۱۰)

"یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب دیا جائے گا۔"

ایک اور جگہ پر یوں فرمایا:

﴿ فَٱصۡبِرۡۖ إِنَّ ٱلۡعَٰقِبَةَ لِلۡمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾ ﴾ (هود ۱۱/ ۴۹)

"پس صبر کیجئے تحقیق بہترین انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔"

خاوند کے ساتھ دل لگی کرنے اور ایسے اچھے الفاظ کے ساتھ' کہ جن سے اس کا دل نرم ہو جائے' مخاطب ہونے میں کوئی حرج نہیں' کہ وہی الفاظ آپ کے بارے میں خوش روئی کا سبب بن جائیں اور اس میں آپ کے حقوق ادا کرنے کا شعور بیدار ہو جائے۔ (یعنی ایسا انداز تکلم جو اس کے دل کو نرم کر دے)۔ جب تک وہ تمام ضروری اور اہم معاملات کی ادائیگی پر قائم ہے' حتیٰ کہ جب تک اس کا سینہ کھل نہیں جاتا اور تمہارے بڑے بڑے مطالبات کے لئے اس کے دل میں وسعت پیدا نہیں ہوتی' اپنی دنیوی ضروریات کے مطالبے کو چھوڑ دیں۔ بالآخر آپ کی ہی تعریف کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو مزید صبر و استقامت سے نوازے' آپ کے خاوند کی اصلاح فرمائے۔ اسے رشد و خیر ودیعت کرے اور حسن خلق اور خندہ پیشانی کے ساتھ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بخشے کہ وہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے۔

----شیخ ابن باز----

میرا خاوند میرے ساتھ حسن معاشرت سے کام نہیں لیتا

سوال ۲ میں عرصہ پچیس سال سے شادی شدہ ہوں' میرے کئی بچے ہیں' جبکہ مجھے خاوند کی طرف سے کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ اکثر میرے بچوں' عزیز واقارب اور عام لوگوں کے سامنے

بلاوجہ میری بے عزتی کرتا رہتا ہے اور اسے میری قدر افزائی کی کبھی توفیق نہیں ہوئی۔ جب تک وہ گھر سے باہر نہ چلا جائے مجھے کبھی سکھ کا سانس نصیب نہیں ہوتا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ سلامتی کے راستے کی طرف میری رہنمائی فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ خیرا

جواب میری بہن صبر سے کام لیں، اسے اچھے انداز سے سمجھائیں، اللہ تعالیٰ اور روز قیامت یاد دلائیں، شائد اس طرح وہ حق کی طرف رجوع کرے اور برے اخلاق چھوڑ دے۔ اگر وہ پھر بھی اپنی ضد پر قائم رہتا ہے، تو خود مجرم اور گناہ گار ہو گا، آپ صبر واستقامت کے بدلے اجر عظیم کی مستحق ٹھہریں گی۔ آپ دوران نماز اور عام حالات میں دعا کرتی رہا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے صراط مستقیم دکھائے، اخلاق فاضلہ سے نوازے اور آپ کو اس کے اور دوسروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آپ اپنا محاسبہ کرتی رہیں، دین میں استقامت کا مظاہرہ کریں، اگر اللہ تعالیٰ یا خاوند کے حق میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اس بارے میں خالق کائنات کے حضور توبہ کریں۔ عین ممکن ہے کہ آپ کے کسی گناہ کی وجہ سے اسے آپ پر مسلط کر دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَصَـٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ ﴾

(الشوریٰ ٤٢/ ٣٠)

"اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی سے ہوتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ اس کے باپ، بڑے بھائیوں، یا ایسے رشتے داروں اور ہمسایوں سے اس کے متعلق بات کریں کہ جن کی اس کے ہاں کوئی قدر ہو تاکہ وہ اسے سمجھائیں اور حسن معاشرت کی تلقین کریں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ ﴾ (النساء ٤/ ١٩)

"اور ان (بیویوں) کے ساتھ حسن سلوک سے رہو سہو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ ﴾ (البقرۃ ٢/ ٢٢٨)

"اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا کہ دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو عورتوں پر (ایک گونہ) فضیلت حاصل ہے۔"

اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے حال کی اصلاح فرمائے' آپ کے خاوند کو ہدایت عطاء فرمائے اور اسے رشد و صواب کی طرف لوٹائے اور آپ دونوں کو خیر و ہدایت پر اکٹھا رکھے' کہ وہ بڑا سخی ہے۔

-----شیخ ابن باز-----

میرا خاوند مجھے لعن طعن کرتا ہے اور گالیاں بکتا ہے

سوال ۳ جب مندرجہ ذیل اسباب کی بناء پر خاوند کے ساتھ زندگی بسر کرنا محال ہو جائے تو مطالبہ طلاق کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے! میرا خاوند جاہل ہے اور میرے حقوق سے آگاہ نہیں وہ مجھے اور میرے والدین کو لعن طعن کرتا ہے' مجھے یہودی' عیسائی اور رافضی جیسے القاب دیتا ہے' لیکن میں بچوں کی خاطر اس کے مذموم اخلاق پر صبر کرتی ہوں' مگر جب میں جوڑوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئی تو بے بسی کے عالم میں میرے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ مجھے اس سے اتنی شدید نفرت ہو گئی کہ اس سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں رہا۔ میں نے ان حالات میں طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے رد کر دیا۔ میں گذشتہ چھ سال سے اپنے بچوں کے ساتھ اس کے گھر میں ایک مطلقہ اور اجنبی کی طرح پڑی ہوں لیکن وہ میرا طلاق کا مطالبہ رد کرتا آرہا ہے۔ براہ کرم جواب باصواب سے نوازیں۔

جواب اگر خاوند کا رویہ ایسا ہی ہے جیسا آپ نے بتایا ہے تو ایسے حالات میں اس سے طلاق طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح اس سے جان چھڑانے کے لئے خلع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اس کی بد کلامیوں' زیادتیوں اور سوء معاشرت کی بنا پر اس سے طلاق لینے کے لئے اسے کچھ مال دے دیں اور اس سے جان چھڑالیں۔ اگر آپ اپنے بچوں کی خاطر اور اپنے اور ان کے اخراجات کی خاطر اسے برداشت کر سکیں اور ساتھ ہی ساتھ اچھے انداز سے اسے سمجھاتی رہیں اور اس کے لئے ہدایت کی دعا کرتی رہیں تو ہم آپ کے لئے اجر و ثواب اور اچھے انجام کی امید کرتے ہیں۔ ہم بھی اس کے لئے ہدایت اور استقامت کے لئے اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس صورت میں ہے کہ اگر وہ نماز پڑھتا ہو اور اہانت دین کا مرتکب نہ ہوتا ہو اور اگر وہ تارک نماز ہے یا دین کی اہانت کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ کافر ہے اور آپ کا اس کے ساتھ رہنا یا اسے اپنے اوپر بااختیار بنا دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ علماء کا اجماع ہے کہ دین اسلام کو گالیاں دینا اور اس کا استہزاء کرنا کفر' گمراہی اور ارتداد عن الاسلام ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ

إِيمَٰنِكُمْ ﴾ (التوبة٩/ ٦٥-٦٦)

"آپ فرما دیجئے! اچھا تم استہزاء کر رہے تھے اللہ' اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ؟ اب بہانے نہ بناؤ تم اظہار ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔"

اسی طرح اہل علم کے صحیح قول کی رو سے ترک نماز کفر اکبر ہے' اگرچہ ایسا شخص نماز کے وجوب کا انکار نہ بھی کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»(صحیح مسلم کتاب الإیمان باب ٣٥)

"مومن اور کافر کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہی حد فاصل ہے۔"

اور دوسری حدیث میں ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»(سنن ترمذی رقم٢٦٢٣، سنن نسائی، سنن ابن ماجه رقم١٠٧٩، مسند أحمد٥/ ٣٤٦، مستدرك الحاكم١/ ٧، سنن دارمی، السنن الكبرى للبيهقی٣/ ٣٦٦، مصنف ابن أبی شيبة١١/ ٣٤ وصحيح ابن حبان رقم١٤٥٤)

"ہمارے اور ان (کفار) کے مابین نماز ہی تو حد فاصل ہے' جس نے نماز کو چھوڑا اس نے یقیناً کفر کیا۔ علاوہ ازیں کتاب و سنت کے بہت سارے دلائل اس موضوع پر موجود ہیں۔
واللہ المستعان

----شیخ ابن باز----

عورت کا خاوند کے علم کے بغیر اس کا مال لینا

سوال ۴ میرا خاوند میری اور میری اولاد کے روز مرہ کی ضروریات کے لئے خرچ نہیں دیتا۔ ہم کبھی کبھار اسے بتائے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لیتے ہیں۔ کیا اس طرح ہم گناہ گار ٹھہریں گے؟

جواب اگر خاوند بیوی کو اس کی جائز ضروریات کی تکمیل کے لئے خرچ مہیا نہیں کرتا تو اس صورت میں بیوی کے لئے خاوند کو بتائے بغیر اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات کے لئے اس کے مال میں سے ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں لے لینا جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے کہ ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی:

«يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ لاَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَيَكْفِيْ بَنِيَّ، فَقَالَ ﷺ: خُذِيْ مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ، مَا يَكْفِيْكِ وَيَكْفِيْ بَنِيْكِ» (متفق عليه)

"یارسول اللہ! ابو سفیان مجھے اور میرے بچوں کو اتنا مال نہیں دیتا جو ہمیں کافی ہو' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے مال سے ضرورت کے مطابق اتنا مال لے لو جو تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو۔"

---- شیخ ابن باز ----

اطاعت صرف نیکی میں ہے

سوال ۵ میں نے ایک شخص سے شادی کی۔ شادی کے بعد اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس کے بھائیوں سے چہرے کا پردہ نہ کروں وگرنہ وہ مجھے طلاق دے دے گا۔ دریں حالات مجھے کیا کرنا چاہئے؟ جبکہ مجھے طلاق سے خوف آتا ہے۔

جواب خاوند کے لئے غیر مردوں کے سامنے بیوی کو بے پردہ کرنا ناجائز ہے۔ خاوند کو اپنے گھر میں اتنا کمزور نہیں ہونا چاہئے کہ اس کی بیوی اس کے بھائیوں' چچاؤں اور ان کے بیٹوں وغیرہ غیر محرم رشتے داروں کے سامنے اپنا چہرہ ننگا کرنے کے لئے مجبور ہو۔ ایسا کرنا قطعاً ناجائز ہے' اگر خاوند اس کے لئے پابند کرتا ہے تو بیوی پر اس کی اطاعت ایسے امور میں واجب نہیں ہے۔ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے عورت پر پردہ کرنا ضروری ہے۔ چاہے اس کی پاداش میں وہ اسے طلاق ہی دے دے' اگر وہ ایسا کر گذرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر انتظام فرما دے گا۔ ان شاء اللہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ ٱللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِۦ ﴾ (النساء٤/ ١٣٠)

"اگر وہ الگ الگ ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی فرما دے گا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ شَيْئًا لله عَوَّضَهُ اللهُ خَيْرًا مِّنْهُ» (الدرر المنتشرة للسيوطي)

"جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی چیز چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر معاوضہ

دے گا۔"

اسی طرح اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مِنْ أَمْرِهِۦ يُسْرًا ﴿٤﴾ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا' اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔"

اگر بیوی پردہ کرتی ہو اور عفت وعصمت کے اسباب اپنانا چاہتی ہو' تو خاوند کو اسے طلاق کی دھمکی نہیں دینی چاہئے۔ نسأل الله العافية

----شیخ ابن باز----

بیوی کا اپنے خاوند کو نصیحت کرنا

سوال ٦ خاوند مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے' اس پر بیوی اسے سمجھاتی اور ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔ کیا بیوی ایسا کرنے سے گناہ گار ہوگی کہ خاوند کا حق بیوی پر زیادہ ہے؟

جواب اگر خاوند شرعی محرمات کا ارتکاب کرتا ہو' مثلاً وہ نماز باجماعت ادا کرنے میں سست ہے یا منشیات کا استعمال کرتا ہے یا رات بھر تماش بینی کرتا ہے اور اس پر اس کی بیوی اسے نصیحت کرتی ہے تو وہ گناہ گار نہیں ہو گی' بلکہ اجر وثواب کی مستحق قرار پائے گی۔ ہاں نصیحت بانداز احسن اور نرم لہجے میں کرنی چاہئے' کیونکہ اس طرح اس کا قبول کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ والله ولى التوفيق

----شیخ ابن باز----

میرا خاوند ہمیشہ سگریٹ پیتا رہتا ہے

سوال ٧ میرا خاوند دائمی سگریٹ نوش ہے جس سے وہ سانس کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے' اس کے اس فعل بلا سے باز نہ آنے کی وجہ سے ہماری زندگی میں کئی مشکلات نے جنم لیا ہے۔ پانچ ماہ قبل اس نے دو رکعت نماز نفل ادا کر کے قسم اٹھائی کہ وہ دوبارہ سگریٹ نوشی نہیں کرے گا' مگر اسکے ایک ہفتہ بعد ہی وہ دوبارہ سگریٹ پینے لگا' اس سے مزید مشکلات کا پیدا ہونا یقینی تھا' چنانچہ میں نے اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا تو اس نے دوبارہ ایسا نہ کرنے اور ہمیشہ کے لئے اس عادت کو

چھوڑنے کا وعدہ کیا' لیکن اب مجھے اس پر قطعاً اعتماد نہیں رہا۔ اس بارے میں آپ کی درست رائے کیا ہے؟ اس کی قسم کا کفارہ کیا ہے؟ آپ مجھے کیا نصیحت کرنا چاہیں گے؟ جزاکم اللہ خیرا

جواب سگریٹ نوشی حرام اور خبیث اشیاء میں سے ہے۔ اس کے بے شمار نقصانات ہیں۔ قرآن حکیم میں سورۂ مائدہ کے اندر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ﴾ (المائدة ٥/ ٤)

"آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کچھ حلال کیا گیا ہے؟ فرما دیجئے! پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں نبیٔ اکرم حضرت محمد ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ ﴾ (الأعراف ٧/ ١٥٧)

"وہ ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سگریٹ ایک خبیث چیز ہے' لہٰذا آپ کے خاوند پر اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے پیش نظر' ذات باری تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب سے بچنے کی خاطر' اپنے دین' صحت اور گھریلو حسن معاشرت کی خاطر آپ کے خاوند کو سگریٹ نوشی ترک کر دینی چاہئے۔ قسم توڑنے کے جرم میں اس پر کفارہ واجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنا اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرنے کا عہد کرنا چاہئے۔ کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا' یا انہیں لباس پہنانا' یا گردن (غلام) آزاد کرنا ہے کھانا کھلانے کی صورت میں انہیں صبح یا شام کا کھانا کھلانا کافی ہو گا' یا ہر ایک مسکین کو شہری خوراک سے نصف صاع دینا ہو گا۔ نصف صاع کی مقدار تقریباً ڈیڑھ کلو ہے۔

ہم آپ کو وصیت کرتے ہیں کہ اگر وہ نماز پڑھتا ہے اور اس کی سیرت اچھی ہے اور سگریٹ نوشی بھی چھوڑ دیتا ہے' تو اس سے طلاق کا مطالبہ نہ کریں' اور اگر وہ اس معصیت پر گامزن رہے تو طلاق کا مطالبہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم اس کے لئے ہدایت اور خالص توبہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں۔

----شیخ ابن باز----

نفسیاتی حالت انکار کا جواز فراہم کرتی ہے

سوال ۸ شدید قسم کی نفسیاتی حالت یا کسی تکلیف دہ بیماری کے وقت اگر بیوی اپنے خاوند کے مطالبے پر اسے قریب آنے سے منع کر دے، تو کیا اس صورت میں بیوی گناہ گار ہو گی؟

جواب اگر خاوند بیوی کو اپنے بستر پر بلائے تو بیوی پر اس کی تعمیل ضروری ہے۔ لیکن اگر وہ کسی نفسیاتی یا جسمانی بیماری کی وجہ سے اس مطالبے کی تعمیل کرنے سے قاصر ہے تو اس حالت میں خاوند کے لئے ایسا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ»(رواه ابن ماجة في كتاب الأحكام١٧ وأحمد بن حنبل ٥/ ٣٢٧)

"تکلیف اٹھانا اور کسی کو تکلیف پہچانا جائز نہیں ہے۔"

لہٰذا اسے توقف کرنا چاہئے، یا کسی غیر مضر طریقے سے اپنی خواہش پوری کرنی چاہئے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

باب: 13

رضاعت

مایوسی کی عمر میں دودھ پلانا

سوال ۱ اس عورت کے دودھ کا کیا حکم ہے جو ناامیدی (بڑھاپے) کی عمر کو پہنچ جائے لیکن کسی (روتے) بچے کو دیکھ کر اس کی چھاتی میں دودھ اتر آئے اور وہ مدت رضاعت میں ایک بچے کو پانچ یا اس سے زائد مرتبہ دودھ پلا دے تو' اس دودھ کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا یہ دودھ حرمت کا باعث بنے گا اور کیا اس کا رضاعی باپ ہو گا' جبکہ دودھ پلانے والی عورت کا اس وقت کوئی خاوند نہیں؟

جواب یقیناً رضاعت بھی نسب کی طرح حرام کرنے والی ہے' اس بنا پر مدت رضاعت (دو سال) کے دوران جس عورت نے بچے کو پانچ یا اس سے زائد مرتبہ دودھ پلایا وہ اس بچے کی رضاعی ماں بن جائے گی' اس لئے کہ یہ آیت عام ہے:

﴿ وَأُمَّهَـٰتُكُمُ ٱلَّـٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ ﴾ (النساء٤/ ٢٣)

"اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دوددھ پلایا (تم پر حرام ہیں۔)"

اگر مایوسی کی عمر تک پہنچنے کے بعد بھی کوئی عورت کسی بچے کو دودھ پلائے تو بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ پھر اگر دودھ پلانے والی عورت خاوند والی ہے تو شیر خوار بچہ اس کا رضاعی بیٹا اور جس آدمی کی طرف عورت کا دودھ منسوب ہے وہ اس بچے کا باپ ہو گا۔ اگر وہ عورت بے خاوند ہے یعنی ابھی اس کی شادی ہی نہیں ہوئی' لیکن اس کی چھاتی میں دودھ اتر آئے (اور وہ دودھ پلا دے) تو وہ اس بچے کی ماں بن جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا ہو گا۔ لیکن اس کا رضاعی باپ نہیں ہو گا۔ یہ بات تعجب والی نہیں ہے کہ بچے کی رضاعی ماں تو ہو مگر اس کا رضاعی باپ نہ ہو' بعینہ یہ بھی تعجب والی بات نہیں ہے کہ اس کا رضاعی باپ تو ہو مگر رضاعی ماں نہ ہو۔

پہلی صورت کچھ یوں ہے کہ ایک عورت نے کسی بچے کو دو دفعہ دودھ پلایا یہ دودھ اس کے (پہلے) خاوند کے سبب تھا' پھر وہ خاوند اس سے الگ ہو گیا اور عورت نے عدت گذرنے کے بعد دوسرے خاوند سے شادی کر لی' اس سے جماع ہوا اور وہ حاملہ ہو گئی اس نے ایک بچے کو جنم دیا تب اس نے اس پہلے رضاعی بچے کو باقی ماندہ تین رضعات دودھ پلایا تو اس طرح وہ اس کی رضاعی ماں بن جائے گی۔ کیونکہ اس نے اس عورت سے پانچ مرتبہ دودھ پی لیا ہے' مگر اس بچے کا کوئی

رضاعی باپ نہیں ہو گا کیونکہ اس عورت نے بچے کو ایک خاوند سے پانچ یا ان سے زائد مرتبہ دودھ نہیں پلایا۔

جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے کہ ایک بچے کا رضاعی باپ تو ہو مگر رضاعی ماں نہ ہو تو وہ یوں ہے کہ مثلاً ایک شخص کی دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک نے بچے کو دو مرتبہ دودھ پلایا اور دوسری نے مزید تین دفعہ دودھ پلا کر پانچ رضعات مکمل کئے' تو اس صورت میں یہ بچہ ان کے خاوند کا رضاعی بیٹا تو ہو گا کیونکہ اسے ایک باپ کا پانچ مرتبہ دودھ پلایا گیا ہے جبکہ اس کی رضاعی ماں نہیں ہو گی کیونکہ اس نے پہلی عورت سے دو مرتبہ اور دوسری عورت سے تین مرتبہ دودھ پیا۔

---- شیخ محمد بن صالح العثیمین ----

(نوٹ) یاد رہے حدیث نبوی کی رو سے رضاعت ثابت کرنے کے لئے بچے کا کم از کم پانچ رضعات دودھ پینا ضروری ہے' اس سے کم دودھ پینے کی صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ (مترجم)

وہ آپ کے رضاعی ماموں ہیں

سوال ۲ میری ماں کو ایک دوسری عورت نے دودھ پلایا' جبکہ اس عورت کی سوکنیں بھی ہیں' تو کیا ان سوکنوں کے بچے میرے ماموں سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

جواب چونکہ اس عورت نے آپ کی ماں کو دودھ پلایا ہے' لہٰذا وہ آپ کی نانی ٹھہرے گی۔ اس کا خاوند آپ کی ماں کا رضاعی باپ اور آپ کا رضاعی نانا ہے۔ چونکہ اس کی سوکنیں آپ کے رضاعی نانا کی بیویاں ہیں لہٰذا ان کے بیٹے آپ کے رضاعی ماموں ہوں گے۔

---- شیخ ابن جبرین ----

باب: 14

طلاق

ضرورت کے پیش نظر طلاق طلب کرنا

سوال ۱ میرے خاوند نے دوسری شادی کا پروگرام بنایا' اس نے مجھے اس سے آگاہ کیا تو میں نے اس کے اس فیصلے کو رد کر دیا' اس بارے میں میری حجت (دلیل) یہ ہے کہ میں نے اس کے بچوں کو جنم دیا اور اس کے تمام حقوق بدرجۂ اتم ادا کرتی ہوں' لہٰذا اسے دوسری شادی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جب اس نے شادی پر اصرار کیا تو میں نے طلاق کا مطالبہ کر دیا' کیا میں حق پر ہوں؟

جواب خاوند کے ساتھ آپ کا سلوک جو بھی ہو اسے دوسری شادی سے روکنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ اسے مزید اولاد کی ضرورت ہو گی' یا وہ کسی عورت کو عفیف بنانا چاہتا ہو گا' یا وہ سمجھتا ہو گا کہ ایک عورت اسے پاکدامن نہیں رکھ سکتی۔ بہرحال موجودہ بیوی اسے دوسری شادی سے نہیں روک سکتی۔ ہاں اگر موجودہ بیوی دوسری شادی کی صورت میں خاوند کی طرف سے جور و ستم سے ڈرتی ہو یا وہ سوکن کے ساتھ نباہ نہ کر سکتی ہو تو ضرورت کے پیش نظر طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ ضرورت کے علاوہ طلاق کا مطالبہ جائز نہیں ہے۔

(نوٹ) :- خاوند کا ظلم و ستم یا سوکن کے ساتھ نباہ نہ کر سکنا' یہ تمام چیزیں وقت ظہور سے پہلے معلوم نہیں ہو سکتیں لہٰذا ایک ایسی چیز کو جواز بنانا جو ابھی تک واقع نہیں ہوئی اور اس کے واقع ہونے یا نہ ہونے کے امکانات برابر ہیں۔ جائز نہیں ہے۔ اس لئے طلاق کا مطالبہ قبل از وقت ہے۔ واللہ اعلم۔ (محمد عبدالجبار)

----شیخ ابن جبرین----

اگر مرد اولاد کے قابل نہ ہو تو طلاق کا مطالبہ کرنا جائز ہے

سوال ۲ ایک خاتون کافی مدت سے شادی شدہ ہے' مگر وہ بے اولاد ہے۔ میڈیکل چیک اپ (یعنی طبی معائنے) کے بعد معلوم ہوا کہ نقص خاوند میں ہے اور اس سے اولاد کا ہونا محال ہے' کیا اس صورت میں بیوی کو طلاق طلب کرنے کا حق حاصل ہے؟

جواب جب واضح ہو گیا کہ بانجھ پن صرف مرد میں ہے تو عورت کو اس خاوند سے طلاق طلب

کرنے کا حق ہے۔ اگر وہ طلاق دے دے تو بہتر ورنہ قاضی نکاح کو فسخ کرا دے گا اس لئے کہ عورت کو بھی بچے پیدا کرنے کا حق حاصل ہے۔ اکثر عورتیں صرف بچوں کے لئے ہی شادی کرتی ہیں۔ جب عورت کا خاوند اولاد کے قابل نہ ہو تو عورت کو طلاق طلب کرنے اور فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ اہل علم کا راجح قول یہی ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

میں اس سے طلاق چاہتی ہوں

سوال ۳ میرے بڑے بھائی نے میری مرضی کے بغیر میرا نکاح کر دیا' اس کے باوجود میں چھ سال تک اپنے خاوند کے ساتھ رہی' ہماری کوئی اولاد بھی نہیں' میں اب بھی اس کے پاس ہوں۔ اسے چاہتی نہیں ہوں بلکہ میں تو اس سے طلاق حاصل کرنا چاہتی ہوں' لیکن میں نے ایک حدیث سن رکھی ہے کہ جو عورت بلاوجہ خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے جنت میں داخل نہ ہو گی۔ اس کا حل کیا ہے؟

جواب جب آپ کوئی اعتراض کئے بغیر خاوند کے ساتھ چلی گئیں اور ایک عرصے تک اس کے ساتھ رہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اپنے بھائی کے تصرف کو سند جواز عطاء کی۔ لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے' کیونکہ نکاح سند جواز کی وجہ سے درست قرار پاتا ہے' مگر جب ایک خاوند کے ساتھ آپ ناخوش اور غیر مطمئن ہیں اور کراہت و تنگی محسوس کرتی ہیں اور اس کے بارے میں تقصیر حقوق کا خوف بھی لاحق رہتا ہے اور اس سے اولاد بھی نہیں تو یہ تمام اسباب ووجوھات اس سے مطالبۂ طلاق کو جائز ٹھہرانے کے لئے کافی ہیں۔

----شیخ ابن جبرین----

عورت کے ایام مخصوصہ میں طلاق کا حکم

سوال ۴ ایک خاتون دو بچوں کی ماں ہے۔ جب اس کے خاوند نے اسے طلاق دی تو وہ ایام مخصوصہ گذار رہی تھی مگر اس نے خاوند کو اس سے آگاہ نہ کیا۔ وہ قاضی کے پاس کورٹ میں گئے تو وہاں بھی اس نے اس بات کو چھپائے رکھا' صرف عورت کی ماں کو اس بات کا علم تھا۔ اس نے بیٹی سے کہہ رکھا تھا کہ عدالت کو اس بات سے آگاہ نہ کرنا ورنہ طلاق قطعاً مؤثر نہیں ہو گی اس کے بعد

عورت میکے چلی گئی۔ پھر اس نے بچوں کے ضائع ہونے کے خوف سے خاوند سے رجوع کرنا چاہا۔ اس طلاق کے متعلق شرعی حکم کیا ہے جو دوران حیض دی گئی؟

جواب دوران حیض ہونے والی طلاق کے بارے میں علماء کا لمبا چوڑا اختلاف ہے کہ آیا یہ طلاق مؤثر ہو گی یا لغو قرار پائے گی؟ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ ایسی طلاق مؤثر ہو گی اور ایک طلاق شمار ہو جائے گی' ہاں خاوند سے کہا جائے گا کہ وہ بیوی سے رجوع کر لے' پھر اسے آئندہ سے آئندہ طہر تک ایسے ہی چھوڑے رکھے' پھر اگر چاہے تو اسے طلاق دے دے چاہے تو بیوی بنا کر روک لے۔ ائمہ اربعہ امام احمد' امام شافعی' امام مالک اور امام ابو حنیفہ سمیت جمہور علماء کا یہی مذہب ہے جبکہ ہمارے نزدیک شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب راجح ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ ایام حیض کے دوران دی گئی طلاق غیر مؤثر ہو گی کیونکہ یہ طلاق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»(متفق عليه)

"جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

خاص طور پر اس مسئلے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث دلیل ہے کہ انہوں نے دوران حیض اپنی بیوی کو طلاق دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

«مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَتْرُكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ»(متفق عليه واللفظ لمسلم، كتاب الطلاق حديث١)

"اسے حکم دو کہ وہ بیوی سے رجوع کرے پھر اسے آئندہ سے آئندہ طہر تک اسی حالت پر چھوڑے رکھے' پھر چاہے تو اسے چھوئے بغیر طلاق دے دے اور اگر چاہے تو بیوی بنا کر روک لے اور یہ وہ مدت ہے کہ جس کے اندر عورتوں کو طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔"

پس وہ عدت جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں بغیر جماع کئے طلاق دے۔ چنانچہ اس بنا پر اگر خاوند نے دوران حیض بیوی کو

طلاق دی تو چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق طلاق نہیں دی اس لئے وہ مردود ہو گی۔ لہٰذا یہ طلاق جو اس عورت کو دی گئی تھی ہماری رائے میں غیر مؤثر ہے اور عورت ابھی تک خاوند کے عقد میں ہے۔ آدمی کو طلاق دیتے وقت اس کے طاہر ہونے کا علم تھا یا نہیں' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن اگر خاوند کو اس کے غیر طاہر ہونے کا علم تھا تو گناہ گار بھی ہو گا اور طلاق بھی واقع نہیں ہو گی' اور اگر اسے اس بات کا علم نہیں تھا تو نہ وہ گناہ گار ہو گا نہ طلاق نافذ ہو گی۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----
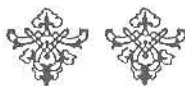
باب: 15

عدت اور سوگ

سوگ منانے والی عورت کے احکام

سوال ۱ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے کن احکامات کا التزام کرنا چاہئے؟

جواب حدیث کی رو سے سوگ منانے والی عورت پر چند امور کا التزام کرنا ضروری ہے:

(۱) جس گھر میں عورت کا خاوند فوت ہوا عدت ختم ہونے تک وہ اسی گھر میں مقیم رہے گی عدت کی مدت چار ماہ دس دن ہے۔ عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت وضع حمل ہے۔ وضع حمل کے ساتھ ہی عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأُولَٰتُ ٱلْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

عورت دوران عدت ضرورت کے علاوہ گھر سے نہیں نکل سکتی' مثلاً بیماری کی وجہ سے ہسپتال جانا' بازار سے اشیاء خورد و نوش خریدنا وغیرہ' یہ بھی اسی صورت میں کہ کوئی اور شخص ایسے امور کی انجام دہی کے لئے اس کے پاس موجود نہ ہو' اسی طرح اگر رہائشی مکان گر جائے تو دوسرے گھر منتقل ہو سکتی ہے' اگر اس کے پاس جی بہلانے کیلئے اور کوئی نہ ہو یا اسے اپنی جان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں بھی دوسرے گھر میں جاکر رہنا جائز ہے۔

(۲) عورت عدت کے ایام میں خوبصورت لباس زیب تن کرنے سے پرہیز کرے' وہ زرد یا سبز رنگ کا لباس نہ پہنے بلکہ اسے سادہ لباس استعمال کرنا چاہئے اگرچہ وہ سیاہ ہو یا سبز وغیرہ' مقصد یہ ہے کہ کپڑے خوبصورت نہیں ہونے چاہئیں' نبی ﷺ کا یہی فرمان ہے۔

(۳) عورت عدت کے دوران سونے' چاندی' ہیروں اور موتیوں کے زیورات پہننے سے اجتناب کرے' ایسے زیورات ہار کی صورت میں ہوں' کنگن کی صورت میں یا انگوٹھی وغیرہ کی صورت میں۔ (سب ممنوع ہیں)۔

(۴) خوشبو سے پرہیز کرنا' اس دوران عورت کسی طرح کی خوشبو استعمال نہیں کر سکتی وہ دھونی ہو یا خوشبو کی کوئی اور قسم' ہاں وہ ایام مخصوصہ سے فراغت کے بعد بعض خوشبودار اشیاء کی دھونی لے سکتی ہے۔

(۵) سرمہ لگانے سے اجتناب کرنا' عورت دوران عدت سرمہ بھی نہیں لگا سکتی' چہرے کے میک اپ کیلئے استعمال ہونے والا سامان' جو کہ مردوں کیلئے باعث فتنہ ہو' بھی سرمے کا حکم رکھتا ہے۔ لہذا میک اپ کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے' البتہ عام استعمال والی اشیاء مثلاً پانی اور صابن وغیرہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن وہ سرمہ جو آنکھوں کو خوبصورت بنا دیتا ہے اور دوسری ایسی چیزیں جو بعض خواتین اپنی چہرے کے حسن کے لیے استعمال کرتی ہیں' یہ سب ناجائز ہے۔

یہ پانچ اشیاء ہیں جن کا اہتمام کرنا ہراس عورت پر واجب ہے جو خاوند کی وفات پر عدت کے دن گذار رہی ہو۔ باقی رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ کسی سے گفتگو نہیں کر سکتی' ٹیلی فون پر کسی سے بات نہیں کر سکتی' ہفتے میں ایک سے زائد بار غسل نہیں کر سکتی' گھر میں ننگے پاؤں نہیں چل سکتی اور نہ چاند کی روشنی میں باہر نکل سکتی ہے' تو یہ سب خرافات ہیں' اس طرح کی فضولیات کا اسلام میں کوئی وجود نہیں۔ وہ گھر میں ننگے پاؤں چل سکتی ہے اور جوتے پہن کر بھی گھر کے کام کاج کر سکتی ہے' خود اپنا اور مہمانوں کا کھانا وغیرہ تیار کر سکتی ہے۔ چھت پر یا گھر کے باغیچے میں جہاں چاہے چاند کی روشنی میں چل پھر سکتی ہے' جب چاہے غسل کر سکتی ہے' جس سے چاہے شریفانہ اور باوقار گفتگو کر سکتی ہے اپنی محرم اور دوسری عورتوں سے مصافحہ کر سکتی ہے' ہاں غیر محرم مردوں سے مصافحہ نہیں کر سکتی۔ غیر محرم کی عدم موجودگی میں سر سے چادر وغیرہ اتار سکتی ہے۔ مہندی اور خوشبو کا استعمال نہیں کر سکتی' اسے زعفران سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے اس کا استعمال نہ تو کپڑوں میں کرے اور نہ قہوہ میں' کیونکہ زعفران بھی ایک طرح کی خوشبو ہے۔ کسی شخص کو صراحتاً منگنی کا پیغام نہیں دے سکتی ہاں اشارے کنائے میں کوئی حرج نہیں۔ وباللہ التوفیق

----شیخ ابن باز----

سوگ کے دوران گھڑی پہننا

سوال ۲ کیا عورت کے لئے سوگ کے دوران گھڑی پہننا جائز ہے' جبکہ مقصد صرف وقت دیکھنا ہو نہ کہ تحسین و تجمیل؟

جواب ہاں ایسا کرنا جائز ہے' کیونکہ حکم کا دارومدار نیت پر ہے' لیکن گھڑی کا نہ باندھنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ یہ زیور سے ملتی جلتی ہے۔

----دار الافتاء کمیٹی----

حاملہ عورت خاوند کی وفات پر کتنی عدت گزارے؟

سوال ۳ ایک سائل دریافت کرتا ہے کہ اس کے باپ کی بیوی حاملہ ہے' کیا وہ سائل کے باپ کی وفات پر چار ماہ دس دن عدت گذارے گی یا وضع حمل تک؟

جواب فتوی دینے والی کمیٹی نے ہر طرح سے سوال کا جائزہ لینے کے بعد فتوی جاری کیا کہ اس عورت کی عدت وضع حمل تک ہے۔ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

---- دارالافتاء کمیٹی ----

بوڑھی عورت کی عدت اور اس کی حکمت

سوال ۴ ایک ایسی ستر سالہ عورت کا خاوند فوت ہو گیا جو کہ چنداں عقل وشعور کی حامل نہ تھی' اور خاوند کی خدمت کی پوزیشن میں بھی نہیں تھی' جب اس کا خاوند فوت ہوا تو وہ اس کے عقد میں تھی' کیا اس پر بھی عام عورتوں کی طرح عدت گزارنا واجب ہے؟ اور اگر بوڑھی عورت پر عدت دوسری عورتوں کی طرح واجب ہے تو اس کی حکمت کیا ہے؟ جب عدت کی مشروعیت کا مقصد عورت کے حاملہ یا غیر حاملہ ہونے کا تیقن ہے تو ایسی عورت کے لئے تو حمل کا امکان ہی نہیں' پھر عدت کس لئے؟

جواب سوال میں مذکورہ عورت عدت گذارے۔ اس کی عدت چاہ ماہ دس دن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے عموم میں داخل ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾

(البقرة ۲/ ۲۳٤)

"اور تم میں سے جو لوگ وفات پاجاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں' ان کی بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن تک روکے رکھیں۔"

عورت کے معمر ہونے اور حمل کی صلاحیت نہ رکھنے کے باوجود اس کے عدت گذارنے کی حکمت عقد نکاح کی تعظیم اس کی قدر و منزلت اور شرف وبزرگی کا اظہار' نیز خاوند کے حق کی ادائیگی اور تزئین و تجمیل سے پرہیز کر کے اس کی وفات کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات کا اظہار

کرنا مقصود ہوتا ہے' اسی لئے شریعت نے باپ اور بیٹے سے کہیں زیادہ خاوند کا سوگ منانے کو مشروع قرار دیا ہے۔ حاملہ عورت کی عدت فقط وضع حمل ہے'

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عام ہے:

﴿ وَأُوْلَٰتُ ٱلْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (الطلاق٦٥/ ٤)

"اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے عمومی حکم کی تخصیص کر رہی ہے۔

﴿ وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ (البقرة٢/ ٢٣٤)

"اور تم میں سے جو لوگ وفات پاجاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں ان کی بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں۔"

وضع حمل سے عدت ختم ہونے کی حکمت یہ ہے کہ چونکہ حمل پہلے خاوند کا حق ہے' اگر حاملہ عورت نے خاوند کی وفات یا کسی اور وجہ سے جدائی کے بعد فوراً نکاح کر لیا تو دوسرے خاوند نے اپنا پانی غیر کی کھیتی کو پلایا اور یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

«لاَ يَحِلُّ لِامْرِیءٍ مُسْلِمٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ»(سنن أبی داؤد، کتاب النکاح حدیث٢١٥٨ وأحمد بن حنبل ٤/ ١٠٨)

"کسی ایسے مسلمان کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی غیر کی کھیتی کو پلائے۔"

ایک مسلمان پر شرعی احکام کی تعمیل کرنا ضروری ہے' اسے ان احکام کی حکمت کا علم ہو یا نہ ہو۔ اسے اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جملہ مشروعات میں حکیم ہے' جسے اللہ تعالیٰ حکمت کی معرفت عطا فرمادے تو یہ نور علی نور اور خیر الی خیر ہے۔ وباللہ التوفیق

---- دار الافتاء کمیٹی ----

بوڑھی عورت اور نابالغ منکوحہ لڑکی پر عدت

سوال ۵ کیا مردوں سے بے نیاز بوڑھی عورت یا نابالغ منکوحہ لڑکی کے لئے خاوند کے فوت ہونے پر عدت گذارنا لازم ہے؟

جواب ایسی بوڑھی عورت جسے مردوں کی ضرورت نہیں اور ایسی منکوحہ لڑکی جو ابھی نابالغ ہے' دونوں پر خاوند کی وفات پر عدت گذارنا لازم ہے۔ اگر بیوہ ہو جانے والی عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے' اور اگر وہ غیر حاملہ ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس کی دلیل اس ارشاد باری تعالیٰ کا عموم ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾

(البقرۃ۲/ ۲۳۴)

"اور تم میں سے جو لوگ وفات پاجاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں ان کی بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں۔"

اسی طرح اس ارشاد باری تعالیٰ کا عموم ہے:

﴿ وَأُوْلَٰتُ ٱلْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

---- دارالافتاء کمیٹی ----

عدت گزارنے والی کا اپنے گھر سے والدین کے ہاں منتقل ہونا

سوال ٦ ایک خاتون نے ایک شخص سے شادی کی' شادی کے بعد خاوند فوت ہو گیا۔ اس سے نہ تو عورت کی کوئی اولاد ہے اور نہ خاوند کے شہر میں عورت کے رشتے دار ہیں۔ کیا ان حالات میں عورت عدت گذارنے کے لئے اپنے خاوند کے شہر سے اپنے ولی کے شہر منتقل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب ایسی عورت کے لئے اپنے ولی کے شہر منتقل ہونا جائز ہے نیز اس کے علاوہ وہ کسی بھی ایسی پرامن جگہ پر منتقل ہو سکتی ہے جہاں وہ خاوند کی وفات کے بعد عدت کے دن گذار سکے۔ اگر عورت فوت شدہ خاوند کے گھر اپنی جان' یا عزت و آبرو کے لئے خطرہ سمجھتی ہے اور اس کے پاس ایسا کوئی شخص بھی نہیں جو اسے تحفظ فراہم کر سکے تو اسے کہیں بھی منتقل ہونے کا حق حاصل ہے اور

اگر وہ صرف اپنی فیملی کے قریب رہنے کی غرض سے خاوند کا گھر چھوڑتی ہے تو اس مقصد کے لئے اسے ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں ہے' اسے اپنے مکان میں رہ کر ہی عدت گزارنا ہو گی اس کے بعد وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔

----دارالافتاء کمیٹی----

کیا زیر تعلیم لڑکی دوران عدت تعلیم جاری رکھ سکتی ہے؟

سوال ۷ زیر تعلیم لڑکی کا خاوند فوت ہو گیا' اس بنا پر اسے عدت گذارنا ہے۔ کیا اس کے لئے تعلیم جاری رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا اس پر اسی گھر میں عدت گذارنا واجب ہے جو کہ چار ماہ دس دن ہے۔ اسی گھر میں سوئے' اس دوران اسے خوبصورتی کا باعث بننے والی جملہ اشیاء سے اجتناب کرنا چاہیئے جیسا کہ خوشبو لگانا' سرمہ لگانا' خوبصورت کپڑے زیب تن کرنا اور بدن کو خوبصورت بنانا وغیرہ' یعنی اس کے لئے ایسی تمام اشیاء سے پرہیز کرنا ضروری ہے جو اسے حسن وجمال عطا کریں۔

دوران عدت عورت کسی ضرورت کے پیش نظر گھر سے باہر جا سکتی ہے' اس بنا پر مذکورہ طالبہ کا حصول تعلیم اور فہم مسائل کی غرض سے سکول جانا جائز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے ان تمام اشیاء سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ جن سے سوگ منانے والی عورت پرہیز کرتی ہے۔ یعنی ایسی تمام اشیاء جو مردوں کو ورغلانے والی اور پرکشش ہوں اور انہیں منگنی کا پیغام دینے پر آمادہ کرنے والی ہوں' سے اجتناب ضروری ہے۔

----دارالافتاء کمیٹی----

نکاح کے بعد اور دخول سے قبل خاوند فوت ہو جائے تو عورت کے لئے عدت کا حکم

سوال ۸ ایک شخص نے ایک خاتون سے شادی کی مگر وہ دخول سے قبل ہی فوت ہو گیا۔ کیا اس

کی بیوہ پر عدت لازم ہے؟

جواب جس عورت کا خاوند عقد نکاح کے بعد دخول سے قبل فوت ہو جائے اس پر سوگ منانا واجب ہے' اس لئے کہ عورت صرف عقد نکاح سے بیوی بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾

(البقرة۲/ ۲۳٤)

"اور تم میں سے جو لوگ وفات پاجاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں' وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں۔"

نیز اس لئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثٍ إِلاَّ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا»(صحيح البخاری وصحيح مسلم)

"کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے سوائے خاوند کے کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔"

اور اس لئے بھی کہ نبی ﷺ نے بروع بنت واشق نامی عورت' جس کے خاوند نے اس سے نکاح کیا اور وہ دخول سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ اس پر عدت گذارنا لازم ہے اور وہ وراثت کی حقدار بھی ہوگی۔

----دار الإفتاء کمیٹی----

دوران عدت عورت کا فون سننا اور جواب دینا

سوال ۹ ابتسام بنت ناصر ایک ایسی خاتون کے بارے میں دریافت کرتی ہے جو خاوند کی وفات پر عدت گذار رہی ہے کیا وہ ٹیلی فون کا جواب دے سکتی ہے جبکہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ فون کرنے والا مرد ہے یا عورت؟ نیز دوران عدت عورت پر کیا کچھ واجب ہے؟

جواب عدت کے دوران عورت پر زیبائشی لباس زیب تن کرنا' زیورات پہننا' خضاب لگانا اور خوبصورتی کے لئے سرمہ لگانا وغیرہ ناجائز ہے۔ ان اشیاء سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ وہ خوشبو اور عطر وغیرہ استعمال نہیں کر سکتی ضرورت کے علاوہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی۔ اجنبی مردوں کے سامنے نہیں آسکتی' ہاں وہ گھر کے اندر اور اس سے ملحقہ حصوں میں چل پھر سکتی ہے۔ گھر کی چھت پر چڑھ سکتی

ہے۔ اگر اسے ٹیلی فون وغیرہ پر گفتگو کرنے والا' مردوں یا عورتوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جو اپنے لئے مناسب رشتے کی خاطر اپنا تعارف کرانا چاہتے ہیں تو اسے گفتگو فوراً بند کر دینی چاہیئے۔ وہ غیر محرم رشتے داروں سے بھی باپردہ گفتگو کر سکتی ہے۔ عدت کے علاوہ عام حالات میں بھی وہ اس طرح بات چیت کر سکتی ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

سوگ منانے کے لئے سیاہ لباس پہننا

سوال ۱۰ کیا کسی فوت شدہ شخص' خاص طور پر خاوند کے لئے غم میں سیاہ لباس پہننا جائز ہے؟

جواب مصائب کے وقت سیاہ لباس پہننا باطل اور بے اصل شعار ہے۔ مصیبت کے وقت انسان کو شریعت کے مطابق ہی سب کچھ کرنا چاہیئے۔ مثلاً: ((اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن)) پڑھنا چاہیئے۔

«اَللّٰھُمَّ أُجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَأَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا»(صحیح مسلم، کتاب الجنائز حدیث ۳)

کہنا چاہیئے' جب وہ بحالت ایمان اور ثواب کی نیت سے ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر وثواب اور نعم البدل عطا فرمائے گا' رہا کوئی مخصوص لباس مثلاً سیاہ وغیرہ تو یہ ایک بے اصل' باطل اور قابل مذمت چیز ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

عذر شرعی کے بغیر عدت اور سوگ مؤخر کرنا

سوال ۱۱ میری عمر چالیس سال ہے میں شادی شدہ ہوں اور پانچ بچوں کی ماں۔ میرا خاوند بارہ مئی ۱۹۸۵ء کو فوت ہو گیا' لیکن میں خاوند اور اولاد سے متعلقہ بعض امور کی انجام دہی کی بنا پر عدت نہ گذار سکی۔ اس کی وفات کے ٹھیک چار ماہ بعد یعنی بارہ ستمبر ۱۹۸۵ء کو میں نے عدت گذارنا شروع کی' لیکن ایک ماہ بعد پھر مجھے مجبوراً گھر سے نکلنا پڑا' کیا یہ ایک ماہ عدت میں شمار ہو گا؟ اور کیا خاوند کی وفات کے چار ماہ بعد عدت گذارنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس امر سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ مجھے گھر کے بعض ضروری کاموں کی وجہ سے گھر سے باہر جانا پڑتا ہے' میرے گھر میں ایسا کوئی فرد نہیں ہے جس پر میں گھریلو معاملات کے بارے میں اعتماد کر سکوں۔

جواب آپ کا یہ عمل ایک ممنوع (حرام) عمل ہے' کیونکہ خاوند کی وفات کے ساتھ ہی عورت پر عدت اور سوگ واجب ہو جاتا ہے اسے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾

(البقرة ٢/ ٢٣٤)

"اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں ان کی بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں۔"

آپ کا چار ماہ تک انتظار کر کے پھر عدت شروع کرنا' گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہئے اور کثرت سے نیک عمل بجا لانے چاہیں۔ شائد اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرما دے۔ عدت کا وقت گذر جانے پر اس کی قضا نہیں دی جا سکتی۔

---شیخ محمد بن صالح عثیمین---

باب: 16

تذکیر اور تانیث
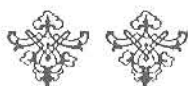
ہر وقت قسم اٹھاتے رہنا اور قسم کا کفارہ

سوال ۱ میں دوران گفتگو اکثر (واللہ) "اللہ کی قسم" کہتا رہتا ہوں' کیا یہ قسم سمجھی جائے گی' توڑ دوں تو اس کا کفارہ کیسے ادا کروں؟

جواب جب ایک مکلف مسلمان مرد یا عورت کچھ کرنے یا نہ کرنے کے قصد وارادہ سے لفظ (واللہ) اللہ کی قسم! دو تین یا زیادہ بار دھرائے مثلاً اللہ کی قسم! میں فلاں شخص سے نہیں ملوں گا' یا یوں کہے: اللہ کی قسم میں فلاں شخص سے ملوں گا' وغیرہ وغیرہ' پھر وہ اس قسم پر عمل نہ کرے تو اس طرح وہ قسم توڑنے کا مرتکب ہوا' لہٰذا اس پر قسم توڑنے کا کفارہ دینا لازم ہو گا جس کی مقدار دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا یا گردن (غلام) آزاد کرنا ہے۔ کھانے کی صورت میں شہر کی غالب خوراک مثلاً کھجور یا چاول وغیرہ میں سے نصف صاع تقریباً ڈیڑھ کلو دینا ہو گا۔ کپڑوں کی صورت میں کم از کم ہر ایک مسکین کو اتنا کپڑا دینا واجب ہے کہ جس میں نماز صحیح ہو سکے مثلاً قمیص' تہہ بند یا اوڑھنے کی چادر' اگر ان تین اشیاء میں سے کسی ایک کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر تین دن کے روزے رکھنا واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ (المائدہ ۵/ ۸۹)

"اللہ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا' لیکن جن قسموں کو تم مضبوط کر چکے ہو ان پر تم سے مؤاخذہ کرے گا۔ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو' یا انہیں کپڑا دینا یا غلام آزاد کرنا ہے' لیکن جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر تین دن کے روزے ہیں' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم اٹھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔"

لیکن جو قسم قصد و ارادہ کے بغیر ایسے ہی زبان پر جاری رہتی ہے تو ایسی قسم لغو شمار ہو گی اور اس پر کسی قسم کا کفارہ واجب نہیں ہو گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ ﴾ (المائدہ ۵/ ۸۹)

"اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا۔"

کسی ایک کام کے لئے کئی قسمیں اٹھانے پر اور پھر انہیں توڑنے پر ایک ہی کفارہ واجب ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے اور اگر کئی کاموں کے لئے ایسا کیا تو ہر قسم کے بدلے الگ الگ کفارہ دینا واجب ہو گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص یوں کہے: اللہ کی قسم! میں فلاں سے ضرور ملوں گا' اللہ کی قسم! میں فلاں سے بات نہیں کروں گا' یا اللہ کی قسم! میں فلاں کو ضرور پیٹوں گا وغیرہ' تو اس صورت میں کسی ایک قسم کو توڑنے پر ایک کفارہ واجب ہو گا اور ساری قسمیں توڑنے پر ہر قسم کے بدلے کفارہ دینا ہو گا۔ واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

میں اپنی اولاد کو ہر وقت قسم دیتی رہتی ہوں مگر وہ نہیں مانتے

سوال ۲ میرے بچے ہیں میں اکثر اوقات انہیں قسم دیتی رہتی ہوں کہ وہ یوں نہیں کریں گے مگر وہ میرا حکم تسلیم نہیں کرتے' کیا اس حالت میں مجھ پر کفارہ واجب ہو گا؟

جواب جب آپ اپنی اولاد یا کسی اور کو ارادتاً و قصداً کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم دیں اور وہ اس پر عمل نہ کریں تو آپ پر قسم کا کفارہ واجب ہو گا' کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ﴾ (المائدہ ۵/ ۸۹)

"اللہ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا' لیکن جن قسموں کو تم مضبوط کر چکے ہو ان پر تم سے مؤاخذہ کرے گا۔ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو' یا انہیں کپڑا دینا یا غلام آزاد کرنا ہے لیکن جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر تین دن کے روزے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ

ہے جبکہ تم قسم اٹھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔"

اسی طرح اگر آپ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم اٹھائیں پھر دیکھیں کہ مصلحت اس میں نہیں بلکہ دوسرے کام میں ہے تو ایسی قسم کے توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں' ہاں اس کا کفارہ ادا کرنا واجب ہو گا کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ»(متفق عليه)

"جب تو قسم اٹھائے پھر اس کام کے مقابلے میں دوسرے کام کو بہتر سمجھے تو قسم کا کفارہ ادا کر کے بہتر کام کر لے۔"

----شیخ ابن باز----

عورت نے روزوں کی نذر مانی پھر اس پر عمل نہ کر سکی

سوال ۳ ایک عورت نے نذر مانی کہ اگر اسکا حمل محفوظ رہا اور بچہ صحیح سالم پیدا ہوا تو وہ ایک سال کے روزے رکھے گی' اور واقعتاً اسکا حمل پوری مدت تک سالم رہا اور اس نے صحیح سالم بچے کو جنم دیا' پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اب اسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب یہ بات تو شک وشبہ سے بالا تر ہے کہ نذر ایک عبادت ہے اور اللہ رب العزت نے نذر پوری کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا ۝﴾ (الدهر/ الإنسان٧٦/ ٧)

"یہ لوگ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی سختی عام ہو گی۔" (یعنی جس کی برائی چاروں طرف پھیلنے والی ہو گی)۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيْعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهِ» (رواه البخاري، كتاب الأيمان باب٢٨ وأحمد٦/ ٣١ وأبوداؤد، كتاب الأيمان باب ١٩)

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے اس کی نافرمانی کی نذر مانی وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔"

ایک شخص نے بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی' وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی ایسا بت ہے جس کی پرستش کی جاتی ہو؟ کہا گیا: ''نہیں''' پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا ہے؟ کہا گیا ''نہیں''' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لاَ وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلاَ فِيْمَا لاَ يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ»(أبوداؤد كتاب الأيمان والنذور باب ٢٣)

''اپنی نذر پوری کر۔ اللہ کی نافرمانی پر مشتمل نذر قطعاً پوری نہیں کرنی چاہئے اور نہ اس چیز کی نذر کہ جس کا انسان مالک ہی نہیں۔''

سائلہ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے سال بھر کے روزے رکھنے کی نذر مانی تھی' جبکہ ایک سال کے مسلسل روزے رکھنا زندگی بھر کے روزے رکھنے کے مترادف ہے' جو کہ مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے!

«مَنْ صَامَ الدَّهْرَ فَلاَ صَامَ وَلاَ أَفْطَرَ»(رواه أحمد٤/ ٢٥)

''جس نے زندگی بھر روزہ رکھا تو اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا۔''

. اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مکروہ عبادت اللہ تعالیٰ کی معصیت ہے' لہٰذا ایسی نذر پوری نہیں کرنی چاہئے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«لَوْ نَذَرَ عِبَادَةً مَكْرُوْهَةً مِثْلَ قِيَامِ اللَّيْلِ كُلِّهِ وَصِيَامِ النَّهَارِ كُلِّهِ لَمْ يَجِبِ الْوَفَاءُ بِهٰذَا النَّذْرِ»(فتاوى ابن تيمية)

''اگر کسی نے مکروہ عبادت کی نذر مانی مثلاً یہ کہ وہ ہمیشہ رات بھر قیام کرے گا اور ہمیشہ دن کا روزہ رکھے گا' تو ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں۔''

اس اعتبار سے سائلہ پر قسم کا کفارہ واجب ہے' جس کی مقدار دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ہر مسکین کو شہر کی غالب خوراک مثلاً کھجور' چاول وغیرہ سے نصف صاع (تقریباً ڈیڑھ کلو) دینا ہوگا۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو مسلسل تین روزے رکھنے ہوں گے۔ وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

---- دار الافتاء کمیٹی ----

نذر کو مؤخر کر کے پورا کرنا

سوال ۴ ایک آدمی مثلاً یہ کہتا ہے کہ وہ شفاء یاب ہونے پر پانچ روزے رکھے گا' پھر اسے شفاء ہو گئی' اب وہ نذر پوری کرنے میں تاخیری حربے اختیار کرتا ہے' حالانکہ نذر سے متعلقہ تمام شرائط بھی پوری ہو چکی ہیں' تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس نے روزے رکھنے کے لئے دن متعین نہیں کئے تھے؟ کیا اس پر پانچ دن کے مسلسل روزے رکھنا واجب ہے؟ اور کیا تاخیر کی وجہ سے اس پر کوئی کفارہ واجب ہے؟ واضح رہے کہ وہ شخص اس نذر کا انکار نہیں کرنا چاہتا۔

جواب نذر اطاعت مثلاً روزہ' صدقہ' اعتکاف' حج یا قراءت کرنا وغیرہ جیسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ اگر نذر مشروط ہے جس طرح کہ بیماری سے شفایابی یا سفر سے واپسی وغیرہ کے ساتھ تو اس پر جلدی نذر پوری کرنا واجب ہے۔ اور اگر کوئی اسے مؤخر کر کے پورا کر دے تو اس پر تاخیر کا کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ اگر وہ نذر پوری کئے بغیر مر گیا تو اس کے ورثاء اس کی نذر پوری کریں گے۔ ویسے نذر کو جلدی اور فوری پورا کرنا ضروری ہے تاکہ مسلمان واجبات کے ادائیگی سے سرخرو ہو سکیں۔

----شیخ ابن جبرین----

نذر مان کر اس کے خلاف کرنا

سوال ۵ ایک عورت اپنے بچوں سمیت بیمار ہو گئی' اس کا ایک بچہ مر گیا' جبکہ وہ خود ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی' اور اسے گھر میں موجود بچوں کے بارے میں معلوم نہ تھا کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے ہیں' اس حالت میں اس نے نذر مانی کہ اگر میں تندرست ہو کر زندہ بچوں سے مل سکوں تو ایک اونٹنی ذبح کروں گی اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھاؤں گی' اس کے ساتھ ایک ماہ کے روزے بھی رکھوں گی۔ بعد ازاں اس نے اونٹنی ذبح کی اور ایک ماہ کے روزے بھی رکھے' لیکن اونٹنی کا گوشت کھالیا اب سوال یہ ہے کہ آیا اسے ذبح شدہ اونٹنی کافی ہو گی یا اس کی جگہ ایک اور اونٹنی ذبح کرنا ہو گی؟

جواب جب اس نے اونٹنی ذبح کرنے کی نذر لوجہ اللہ صدقہ کرنے کے لئے مانی اور نذر اطاعت ہونے کی وجہ سے اس کا پورا کرنا بھی واجب تھا تو اس صورت میں اس پر تمام کی تمام اونٹنی کو لوجہ

اللہ تقسیم کرنا واجب تھا۔ عورت نے بتایا ہے کہ اس نے خود بھی اونٹنی سے کچھ گوشت کھالیا تو اس پر دوبارہ اونٹنی ذبح کرنا تو واجب نہیں، ہاں اتنی مقدار میں گوشت خرید کر مساکین میں تقسیم کرنا لازم ہے۔ ان شاء اللہ اس طرح وہ نذر پوری کرنے سے فارغ ہو جائے گی۔

----شیخ ابن جبرین----

نذر کی اقسام

سوال ۹ نذر کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور کیا نذر پوری نہ کرنے پر کوئی سزا بھی ہے؟

جواب نذر کا شرعی حکم یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے۔ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«إِنَّهُ لاَ يَرُدُّ شَيْئًا، إِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ»(رواه البخاري كتاب القدر باب٦)

"کہ نذر تقدیر کو نہیں بدل سکتی، اس کی وجہ سے صرف بخیل آدمی سے کچھ نکالا جاتا ہے۔"

یہ اس لئے کہ بعض لوگ بیمار ہونے یا کوئی نقصان اٹھانے یا کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف آنے پر صدقہ کرنے، کوئی جانور ذبح کرنے یا مال تقسیم کرنے کی نذر مانتے ہیں، اسکا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نذر مانے بغیر نہ تو انہیں شفا دے گا اور نہ نقصان پورا کرے گا۔ تو اس بنا پر نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نذر ماننے سے اپنی قضا وقدر کو تبدیل نہیں کرتا، ہاں وہ بندہ بخیل ہے نذر مانے بغیر کچھ نہ دے گا اگر وہ قتل، زنا، شراب نوشی یا چوری ڈاکہ وغیرہ اور معصیت سے عبارت ہو تو اسے پورا کرنا ناجائز ہے۔ اس پر کفارۂ قسم دینا، یعنی دس مساکین کو کھانا کھلانا واجب ہے۔ اگر نذر مباح ہو مثلاً کھانا، پینا، لباس، سفر یا عام سی گفتگو تو نذر ماننے والے کو اختیار ہے چاہے تو نذر پوری کرے اور چاہے تو قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اور اگر کسی نے اطاعت الٰہی میں مساکین اور غربا میں کچھ تقسیم کرنے کی نذر مانی، مثلاً انہیں کھانا کھلانا، ان میں تقسیم کرنے کے لئے کوئی جانور ذبح کرنا وغیرہ تو ایسی نذر پوری کرتے ہوئے مساکین اور غربا پر نذر کے مطابق تقسیم کرنا لازم ہے۔ اگر وہ نذر کسی خاص چیز سے مخصوص کر دے مثلاً مساجد، کتابیں یا دینی منصوبہ جات وغیرہ کے ساتھ تو وہ معین کردہ جہتوں کے ساتھ ہی مخصوص ہو گی۔

----شیخ ابن جبرین----

نذر کی جہت تبدیل کرنے کا حکم

سوال ۷ ایک شخص نے مخصوص مقاصد کے لئے مخصوص نذر مانی' پھر اس نے دوسرے مقاصد کو زیادہ مفید سمجھا' تو کیا اس صورت میں نذر کی جہت تبدیل کرنا جائز ہے؟

جواب مذکورہ سوال کا جواب دینے سے قبل چند تمہیدی باتیں ضروری ہیں:۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کو نذر نہیں ماننی چاہئے' کیونکہ نذر ماننا مکروہ ہے یا حرام۔ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ نذر خیر کا باعث نہیں ہے اس کی وجہ سے بخیل سے کچھ نکالا جاتا ہے' لوگ جس مقصد کو نذر کی وجہ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں حقیقتاً اس کا سبب نذر نہیں ہوتی۔ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ بیمار ہونے پر کسی کام کے کرنے کی نذر مانتے ہیں' کسی گم شدہ چیز کے ملنے کی صورت میں کچھ اور کرنے کی نذر مانتے ہیں۔ اب اگر اسے شفا حاصل ہو جائے یا گم شدہ چیز واپس مل جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سب کچھ نذر کی وجہ سے ہوا' لہٰذا آپ نذر مانے بغیر اللہ تعالیٰ سے شفا اور گم شدہ چیز کے مل جانے کی دعا کریں' نذر ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر یوں ہوتا ہے کہ عموماً نذر ماننے والے حضرات اگر ان کی مراد بر آئے تو وہ ایفاء نذر میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جبکہ اکثر اوقات اسے چھوڑ ہی دیتے ہیں جو کہ انتہائی خطرناک چیز ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ۞ وَمِنْهُم مَّنْ عَـٰهَدَ ٱللَّهَ لَئِنْ ءَاتَىٰنَا مِن فَضْلِهِۦ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُم مِّن فَضْلِهِۦ بَخِلُوا۟ بِهِۦ وَتَوَلَّوا۟ وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٧٦﴾ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِى قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُۥ بِمَآ أَخْلَفُوا۟ ٱللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا۟ يَكْذِبُونَ ﴿٧٧﴾ ﴾ (التوبۃ۹/ ۷۵_۷۷)

"اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں مال عطا فرمادے تو ہم خوب صدقہ کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو اس میں بخیلی اور روگردانی کرنے لگے وہ منہ پھیرے ہوئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا یہ دی کہ ان کے دلوں میں اس روز تک کے لیے نفاق پیدا کر دیا کہ جس دن وہ اللہ کے پاس حاضر ہوں گے' اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔"

اس بنا پر مومن کو نذر ماننی ہی نہیں چاہئے۔ اب ہم آپ کے سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں، جب انسان کسی قسم کی نذر مان لے اور پھر یہ سمجھے کہ اس نذر کے علاوہ کوئی اور چیز اس سے افضل اور اقرب الی اللہ اور لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے، تو اس صورت میں جہت تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: ''میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں نماز ادا کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، تو یہیں نماز پڑھ لے۔ اس آدمی نے پھر وہی بات دہرائی اور آپ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا۔ اس نے پھر وہی بات کہی، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا پھر جیسے تیری مرضی ہے کر لے اس سے معلوم ہوا کہ انسان ادنیٰ درجے کی نذر کو اگر اعلیٰ (افضل) درجے کی نذر سے بدل لے تو یہ جائز ہے۔''

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

باب: 17
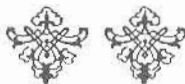
قسم کا کفارہ

کفارۂ قسم میں کھانا کھلانے کی مقدار

سوال ۱ ہمیں معلوم ہے کہ قسم کا کفارہ دس مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔ آپ سے سوال یہ ہے کہ ہر مسکین کے کھانے کی مقدار کتنی ہے؟

جواب قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا یا گردن (غلام) آزاد کرنا ہے اور جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر مسلسل تین دن کے روزے رکھنا واجب ہے۔ کھانا ایسا ہونا چاہئے جو قسم اٹھانے والا عام طور پر اپنے بچوں کو کھلاتا ہے۔ دس مساکین دوپہر اور شام میں سے کسی ایک وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھائیں۔ یا وہ انہیں ایک وقت کا کھانا دے دے' جس کی مقدار چاول وغیرہ سے نصف صاع (تقریباً ڈیڑھ کلو) ہے کپڑا دینے کی صورت میں کم از کم اتنا کپڑا دینا ضروری ہے جس میں نماز ادا ہو سکے۔

----شیخ ابن جبرین----

کفارۂ قسم اور گواہی کے بارے میں چند سوالات واستفسارات

سوال ۲ ① اگر مجھے اپنے شہر میں دس مساکین نہ مل سکیں تو کیا ایک ہی مستحق کفارہ مسکین کو دس مساکین کا کھانا کھلا سکتی ہوں؟

② ہمارے ملک کی غالب خوراک چاول ہے' کیا میں چاولوں کی صورت میں کفارہ دے سکتی ہوں؟

③ اگر نقدی مساکین کے لئے زیادہ مفید ہو تو کیا میں خوراک کے بدلے نقد پیسے دے سکتی ہوں؟ اور اس صورت میں فی کس کتنے ریال ادا کرنے ہوں گے؟

⑤ ایک ماں اکثر اپنے بچوں کو اس لئے قسمیں دیتی رہتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں' جبکہ اس کے بچے اکثر وبیشتر اس کی مخالفت کرتے ہیں جس سے اس کی قسم پوری نہیں ہوتی' تو کیا اس صورت میں اس پر کفارۂ قسم واجب ہو گیا یا اس کی قسم لغو سمجھی جائے گی؟

⑥ میری ایک ہم جماعت اور ہماری استانی کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو گیا' میری ہم

جماعت نے استانی کی اجازت کے بغیر ہی اس سے بلند آواز میں بات کرنا شروع کر دی' اس پر استانی نے میری ساتھی لڑکی کے خلاف مجھ سے گواہی چاہی تو میں نے لڑکی کے حق میں گواہی دے دی۔ حالانکہ میں جانتی تھی کہ اس نے اجازت لئے بغیر گفتگو کی ہے' اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں اسے سزا نہ ہو جائے بعد میں مجھے اس پر بڑی ندامت ہوئی' میں نے استانی سے معافی مانگنے کا پروگرام بنایا مگر وہ سعودی عرب سے جاچکی تھی۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب

① آپ کے لئے شہر میں مساکین کو تلاش کرنا ضروری ہے' اگر وہاں نہ مل سکیں تو دوسرے قریبی شہروں میں تلاش کریں اگر ایک ہی مسکین مل سکے تو اسے دس دن تک کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ ہاں صدقات وخیرات جمع کرنے والے اور پھر انہیں مستحقین پر خرچ کرنے والے ایسے اداروں کو کفارہ ادا کرنا جائز ہے جن میں ضرورت مند مستحقین آتے ہیں اور وہ انہیں بقدر ضرورت واستحقاق دے دیتے ہیں یا اتنا کہ جس سے ان کی ضرورت کم ہو سکے۔

② مساکین کو اکٹھا کر کے انہیں صبح یا شام پیٹ بھر کر کھانا کھلانا جائز ہے اور اگر کوئی شخص کچے راشن کی صورت میں کفارہ ادا کرنا چاہے تو وہ عمومی اور گھر میں استعمال ہونے والی خوراک سے یوں بھی ادا کر سکتا ہے اور اگر وہ گھر میں عام طور پر گوشت اور چاول کا استعمال کرتے ہیں تو وہ اس خوراک سے انہیں ایک وقت کی خوراک دے گا۔

③ جہاں تک قیمت ادا کرنے کا تعلق ہے تو ایسا کرنا کافی نہ ہو گا اگرچہ اس میں ان کی سہولت اور فائدہ ہی ہو' کیونکہ لوگ عام طور پر کھانا کھلانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی منصوصات سے آگاہ نہیں ہوتے۔

ہماری رائے میں ماں سے صادر ہونے والی ایسی قسمیں لغو ہوتی ہیں اس لئے کہ وہ اس کے لئے سنجیدہ نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ ٱللَّهُ بِٱللَّغْوِ فِىٓ أَيْمَٰنِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ ٱلْأَيْمَٰنَ ﴾

(المائدۃ/ ٨٩)

"اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا لیکن جن قسموں کو تم مضبوط کر چکے ہو ان پر تم سے مواخذہ کرے گا۔"

اس سے مراد عزم و ارادہ سے صادر ہونے والی قسمیں ہیں۔ جبکہ ایسی بے شمار قسمیں عام طور تنبیہ کرنے کے لئے ہوتی ہیں' لہٰذا اس صورت میں کفارے کی ضرورت نہیں۔

آپ نے سہیلی کے دفاع میں امر واقعہ کے خلاف گواہی دی تو سنگین غلطی کا ارتکاب کیا' اس کا کفارہ توبہ واستغفار اور سکول کی ہیڈ مسٹریس سے معذرت اور استانی کے حق میں دعائے خیر کرنا ہے۔ اگر اصل استانی کے ٹھکانے کا علم ہو سکے' ممکن ہو تو بالمشافہ ورنہ بذریعہ فون یا ڈاک استانی سے معذرت ہونی چاہئے۔ واللہ الموفق

----شیخ ابن جبرین----

قسم اٹھاتے وقت "ان شاء اللہ" کہنا

سوال ۳ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث نبوی کا کیا مطلب ہے؟

«مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَحْنُثْ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ»(نصب الراية للزيلعي ۳/ ۲۳٤)

"جس شخص نے قسم اٹھاتے وقت "انشاء اللہ" کہہ لیا' اگر اس سے قسم کا ایفاء نہ ہوا تو اس قسم کا کفارہ نہیں؟"

جواب اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص قسم اٹھاتے وقت ((إِنْ شَاءَ اللّٰه)) کہہ لے پھر وہ قسم کو پورا نہ کر سکے تو اس پر قسم توڑنے کا کفارہ نہ ہو گا' مثلاً وہ یوں کہے: "اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ ایسا ضرور کروں گا" پھر وہ کام نہ کرے یا یوں کہے: اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ ایسا نہیں کروں گا۔ پھر وہ اسے کر گذرے تو اس طرح اس پر کفارہ قسم واجب نہیں ہو گا' لہذا قسم اٹھانے والے کو قسم اٹھاتے وقت "ان شاء اللہ" کہہ لینا چاہئے تاکہ اگر کسی وجہ سے قسم پوری نہ کر سکے تو کفارہ ادا نہ کرنا پڑے۔ اس کے علاوہ قسم اٹھانے کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کا ایک اور فائدہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس طرح قسم پوری کرنے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَٰلِغُ أَمْرِهِۦ ۚ قَدْ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَىْءٍ قَدْرًا ﴿٣﴾ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٣)

"اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ اللہ اپنا کام بہرحال پورا کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر شے کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

قسم کا کفارہ

سوال ۴ قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسم کا کفارہ بیان فرمایا ہے۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ﴾ (المائدہ ۵/ ۸۹)

"اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو (غیر ارادی) قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں فرماتا' لیکن مؤاخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مستحکم کر دو۔ اس کا کفار دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں۔"

لغو اور بیہودہ قسمیں وہ ہیں جو بلا عزم وارادہ دوران گفتگو عموماً زبان پر آجاتی ہیں: مثلاً کسی کا لا واللہ۔ بلی واللہ "نہیں! اللہ کی قسم۔ ہاں! اللہ کی قسم" جیسے الفاظ کہنا' ایسی قسم پر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ کفارہ صرف ان قسموں پر واجب ہوتا ہے جو دل کے عزم وارادہ سے اٹھائی جائیں۔ اگر ایسی قسمیں پوری نہ ہوں تو آدمی کو اختیار ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے' یا گردن آزاد کرے' کھانا کھلانے کی صورت میں صبح یا شام ایک وقت کے لئے گھر میں پکنے والا درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہو گا یا انہیں بقدر کفایت دینا ہو گا' یا دس مساکین کو کم از کم اتنا کپڑا دینا ہو گا جس میں نماز ادا ہو سکتی ہو' اگر ان تینوں صورتوں پر عمل نہ کر سکتا ہو تو مسلسل تین روزے رکھنے ہوں گے۔

----شیخ ابن جبرین----

باب: 18

جنایات
یعنی
قابل سزا جرائم

اس پر کفارہ نہیں

سوال ۱ ماں نے اپنی شیر خوار بچی کو بستر پر لٹایا اور خود دوسرے بچوں کے پاس جاکر بیٹھ گئی، جب بچے سو گئے تو وہ بھی غلبۂ نیند کی وجہ سے وہیں سو گئی۔ جب بیدار ہوئی تو دیکھا کہ روتے روتے بچی کا برا حال ہے جس کے اثر سے وہ اس حالت میں ہو گئی کہ اسے ہسپتال میں داخل کرانا پڑا اور پھر چند دن بعد وہ اس سبب سے دم توڑ گئی۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس ماں پر کفارہ واجب ہے؟

جواب بصورت صحت سوال بچی کی ماں پر کوئی کفارہ واجب نہیں، کیونکہ ماں کسی بھی طرح بچی کی موت کا سبب نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

----شیخ ابن باز----

ماں اپنی چھوٹی بیٹی سے غافل رہی اور اس کی موت کا سبب بن گئی

سوال ۲ ایک عورت کے پاس اس کی دو سالہ بچی بیٹھی ہوئی تھی، اس کے پاس ہی قہوہ دانی اور چائے دانی پڑی تھی، بچی کھیلنے لگی جبکہ اس کی ماں بچی سے دوسری جانب متوجہ ہو کر کپ دھونے لگی۔ بچی اچانک قہوہ دانی کے پاس پہنچی اور اسے پکڑ لیا وہ اس کے اوپر گر گئی۔ قہوہ انتہائی گرم تھا۔ جب بچی گری تو قہوہ اس کی انتڑیوں کے اندر تک اتر گیا جس کے چوبیس گھنٹے بعد بچی دم توڑ گئی۔ خاتون یہ پوچھنا چاہتی ہے، کیا اس پر کفارہ واجب ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟

جواب سائلہ اصل حالات وواقعات سے بخوبی آگاہ ہے، اگر ظن غالب کی رو سے بچی کی موت میں اس کی کوتاہی کا عمل دخل ہے تو اس پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے، جو کہ گردن آزاد کرنا ہے اور اگر یہ ناممکن ہو تو مسلسل دو ماہ روزے رکھنے ہوں گے۔

----مستقل فتوی کمیٹی----

باب: 19
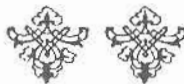
پردہ، لباس
اور
زیب وزینت

عورت کا خاوند کے قریبی عزیزوں کے سامنے بے پردہ ہونا

سوال ۱ کیا کسی شخص کی بیوی شریعت کی رو سے اپنے خاوند کے بھائیوں یا اس کے چچا کے بیٹوں کے سامنے بے حجاب ہو سکتی ہے؟ اور کیا بالغ لڑکا اپنی ماں یا بہن کے ساتھ سو سکتا ہے؟

جواب اولاً: خاوند کے بھائی یا اس کے چچازاد محض اس رشتے کی بنیاد پر بیوی کے لئے محرم نہیں ہیں۔ لہٰذا وہ ان کے سامنے اپنے جسم کے وہ حصے ننگے نہیں کر سکتی' جنہیں وہ اپنے محرم رشتوں کے سامنے ننگا کر سکتی ہے' وہ لوگ اگرچہ نیک اور قابل اعتماد ہی کیوں نہ ہوں' بہرحال محرم نہیں ہیں' عورت جن لوگوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر کر سکتی ہے ان کا بیان اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيْرِ أُو۟لِى ٱلْإِرْبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفْلِ ٱلَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا۟ عَلَىٰ عَوْرَٰتِ ٱلنِّسَآءِ﴾ (النور ٢٤/ ٣١)

"اور اپنی آرائش (زیب و زینت) کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے واقف (مطلع) نہیں۔"

خاوند کے بھائی یا اس کے چچا زاد محض ان رشتوں کی وجہ سے بیوی کے محرم نہیں ہیں' عزت و آبرو کے تحفظ اور فساد و شر کے ذرائع کو روکنے کی خاطر' اللہ تعالیٰ نے صالح اور غیر صالح میں کوئی فرق نہیں کیا۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ سے خاوند کے بھائی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

«اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ» (رواه الترمذي في كتاب الرضاع وأحمد ٤/ ٤٩)

"خاوند کا بھائی موت ہے۔"

"حمو" سے مراد خاوند کے بھائی (جیٹھ' دیور) ہیں جو کہ بیوی کے لئے محرم نہیں ہیں لہٰذا مسلمان کو دین کے تحفظ اور عزت و آبرو کے بارے میں محتاط رہنا چاہئے۔

ثانیاً: بچے جب بالغ ہو جائیں یا ان کی عمر دس برس یا اس سے زیادہ ہو جائے تو شرمگاہوں کے تحفظ' فتنہ انگیزی سے دور رہنے اور شر کے سد باب کے طور پر ان کے لئے ماں یا بہن کے ساتھ سونا جائز نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے:

«مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعٍ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ» (رواه أبوداؤد في كتاب الصلاة باب ٢٥)

"سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دو' دس سال کی عمر میں انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔"

اللہ تعالیٰ نے نابالغ بچوں کو بھی ان تین اوقات میں اجازت لے کر اندر آنے کا حکم دیا ہے جن میں بے پردہ ہونے کے امکانات ہیں اور تاکیداً ان اوقات کا نام (عورات) پردہ رکھا ہے' ارشاد باری ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِيَسْتَـْٔذِنكُمُ ٱلَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ وَٱلَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُواْ ٱلْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَٰثَ مَرَّٰتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَوٰةِ ٱلْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ ٱلظَّهِيرَةِ وَمِنۢ بَعْدِ صَلَوٰةِ ٱلْعِشَآءِ ۚ ثَلَٰثُ عَوْرَٰتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّٰفُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٨﴾ ﴾
(النور ٢٤/ ٥٨)

"اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے نابالغ ہوں اپنے آنے کے تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جبکہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد' یہ تینوں وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔ ان وقتوں کے علاوہ نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے۔"

جبکہ مردوں کو ہر وقت گھر والوں سے اجازت لے کر ہی اندر آنے کی اجازت دی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَإِذَا بَلَغَ ٱلْأَطْفَٰلُ مِنكُمُ ٱلْحُلُمَ فَلْيَسْتَـْٔذِنُواْ كَمَا ٱسْتَـْٔذَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾ (النور ٢٤/ ٥٩)

"اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو انہیں بھی اسی طرح اجازت مانگ کر آنا چاہئے جس طرح ان کے بڑے لوگ (یعنی بالغ) اجازت لیتے رہے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں (کھول کھول کر) بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی علم و حکمت والا ہے۔"

باقی رہے دس سال سے کم عمر کے بچے تو وہ اپنی ماں یا بہن کے ساتھ سو سکتے ہیں' ایک تو اس لئے کہ انہیں ابھی نگرانی کی ضرورت ہے دوسرے یہاں فتنے کا کوئی امکان نہیں' اگر فتنہ وفساد کا خوف نہ ہو تو تمام بالغوں سمیت سب لوگ الگ الگ بستروں میں ایک ہی کمرے کے اندر سو سکتے ہیں۔ وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

----دارالافتاء کمیٹی----

عورتوں کا اجنبی مردوں سے مصافحہ کرنا جائز نہیں

سوال ۲ بعض قبائل میں بے شمار ایسی عادتیں ہیں کہ ان میں سے کچھ تو یکسر خلاف شرع ہیں' ان میں سے ایک عادت یہ ہے کہ آنے والا مہمان سلام کرتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر عورتوں سے مصافحہ کرتا ہے' جب کہ اس عمل سے انکار بغض و عداوت کو جنم دیتا ہے اور اسے مختلف معانی پہنائے جاتے ہیں۔ وہ کون سا مناسب طریقہء کار ہے جو اس موقف کے مقابلہ میں اپنایا جا سکتا ہے؟

جواب عورتوں کا غیر محرم مردوں سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے۔ نبی ﷺ نے عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے فرمایا:

«إِنِّيْ لاَ أُصَافِحُ النِّسَاءَ»(رواه النسائي البيعة، ١٨ وأحمد ٦/ ٣٥٧)

"میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«وَاللهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، مَا كَانَ يُبَايِعُهُنَّ إِلاَّ بِالْكَلَامِ»(رواه مسلم في كتاب الإمارة٨٨)

"اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا آپ صرف زبانی طور پر بیعت لیتے تھے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۲۱)

"تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدس میں عمدہ نمونہ ہے' یعنی ہر اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور قیامت کی توقع رکھتا ہے اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہے۔"

غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ ان سے مصافحہ کرنا دونوں جانب فتنہ کے اسباب پیدا کرنے کا ذریعہ ہے' چنانچہ اس کا ترک کرنا واجب ہے' اگر ماحول شکوک وشبہات سے پاک ہو تو لہجہ میں ملائمت کے بغیر سادہ انداز میں مصافحہ کئے بغیر سلام کہنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَـٰنِسَآءَ ٱلنَّبِىِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ۚ إِنِ ٱتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۳۲)

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (کسی غیر محرم سے) نرم لہجے میں بات نہ کرو کہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا روگ (کھوٹ) ہو وہ (غلط) توقع پیدا کرلے۔ ہاں قاعدے کے مطابق بات کرو۔"

نیز اس لئے بھی کہ نبی ﷺ کے دور مسعود میں عورتیں آپ کو سلام کرتیں اور مسائل کا حل دریافت کیا کرتی تھیں' اسی طرح وہ آپ کے صحابہ کرام سے بھی پیش آمدہ مسائل کے متعلق دریافت کیا کرتی تھیں' باقی رہا عورتوں کا عورتوں اور محرم رشتہ داروں مثلاً باپ' بیٹا' بھائی وغیرہ سے مصافحہ کرنا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ ولی التوفیق

-----شیخ ابن باز-----

عورت کے لئے مرد کا سر چومنا

سوال ۳ ہمارے ہاں عادت یہ ہے کہ عورت مرد کے سر کو سلام کرتی ہے اس کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ جب کوئی شخص باہر سے آتا ہے تو وہ عورتوں کو سلام کرتا ہے' عورتیں جھکے اور بوسہ دیئے بغیر مرد کے سر کو سلام کرتی ہیں' (یعنی سر پر پیار دیتی ہیں) بشرطیکہ اس کے سر پر ٹوپی یا رومال وغیرہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ سلام رخسار پر بوسہ دیئے بغیر ہوتا ہے۔ ہمیں بتایئے کہ اس طرح کے سلام کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر عورت اپنے محرم رشتے داروں مثلاً باپ بیٹا یا بھائی وغیرہ کو اس طرح کا سلام کرے تو جائز ہے۔ اسی طرح اس کا ان سے مصافحہ کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ فتنہ سے بچنے کی خاطر کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی (غیر محرم) سے مصافحہ کرے (انہیں اس طرح کا سلام کرے) اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے سر کو وہ بوسہ دے۔ چاہے سر پر رومال ہو یا نہ ہو۔

---- دارالافتاء کمیٹی----

عورت کا خاوند کے عزیز واقارب کے پاس بیٹھنا

سوال ۴ کیا عورت کے لئے خاوند کے قریبی رشتہ داروں کے پاس بیٹھنا جائز ہے جبکہ وہ سنت کے مطابق باپردہ ہو؟

جواب عورت کے لئے اپنے خاوند کے بھائیوں' چچا زاد بھائیوں اور ان جیسے دوسرے عزیزوں کے پاس شرعی حجاب کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے۔ شرعی حجاب یہ ہے کہ چہرہ' سر کے بال اور تمام جسم ڈھانپے ہوئے ہو' کیونکہ عورت تمام کی تمام پردہ اور باعث فتنہ ہے۔ البتہ ایسا بیٹھنا کہ جس میں تنہائی یا اس عورت کے لئے شر کی تہمت کا ڈر ہو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا گانے سننے یا کسی طرح کے لہو ولعب پر مشتمل مجلس میں شرکت کرنا بھی ناجائز ہے۔ واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

شرعی پردہ کرنے والی عورت کا مذاق اڑانا

سوال ۵ ایسا شخص جو شرعی پردہ کرنے والی خاتون کا مذاق اڑاتا ہے' شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جو شخص کسی مسلمان خاتون یا مرد کا اس لئے مذاق اڑاتا ہے کہ وہ پابند شریعت ہے تو ایسا شخص کافر ہے' ایسا استہزاء مسلمان خاتون کے شرعی پردہ کرنے کی وجہ سے ہو' یا کسی اور وجہ سے اس لئے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک شخص نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ایک مجلس میں کہا: میں نے ان قراء حضرات جیسا پیٹو' جھوٹا اور بزدل کوئی نہیں دیکھا' اس پر ایک شخص نے اسے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے' تو منافق ہے' میں اس بات سے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کروں گا۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی' آسمان سے قرآن نازل ہو گیا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (چلتی) اونٹنی کے کجاوے والی پٹی (یعنی اونٹنی کے

تنگ) کے ساتھ لٹکتا ہوا جا رہا تھا اور پتھر اسے زخمی کر رہے تھے' وہ کہہ رہا تھا: یا رسول اللہ ﷺ ہم تو صرف ہنسی مذاق کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ان کلمات سے جواب دیا:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ ﴾ (التوبة٩/ ٦٥۔٦٦)

"آپ فرما دیجئے کیا تم' اللہ' اس کی آیات اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ' تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کو اللہ' رسول اللہ اور آیات اللہ کے استہزاء کے مترادف قرار دیا ہے۔ وباللہ التوفیق

---- دارالإفتاء کمیٹی ----

ملازموں اور ڈرائیوروں کے سامنے بے پردہ ہونا

سوال ٦ عورتوں کا ملازمین اور ڈرائیوروں کے سامنے آنے کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ اجنبی (غیر محرم) لوگوں کا حکم رکھتے ہیں؟ میری والدہ کا مجھ سے مطالبہ ہے کہ میں سر پر سکارف باندھ کر ان کے سامنے چلی جایا کروں کیا یہ عمل ہمارے دین حنیف میں جائز ہے جو کہ ہمیں احکام الٰہیہ پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہے؟

جواب ملازمین اور ڈرائیور دیگر اجنبی (غیر محرم) لوگوں کے حکم میں ہیں' اگر وہ غیر محرم ہوں تو ان سے پردہ کرنا واجب ہے۔ ان کے سامنے بے پردہ ہونا اور ان کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثَهُمَا»(الترمذي كتاب الرضاع باب١٦)

"کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہیں ہوتا مگر ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"

نیز اس بنا پر بھی کہ غیر محرم لوگوں سے پردہ کرنے کے وجوب اور بے پردگی کی حرمت کے

دلائل عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں والدہ یا کسی اور کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

-----شیخ ابن باز-----

بیرون وطن چہرہ کھلا رکھنے کا حکم

سوال ۷ کیا سعودی عرب سے باہر سفر کی صورت میں میرے لئے چہرہ ننگا کرنا اور پردہ اتار پھینکنا جائز ہے؟ کیوں کہ اس وقت ہم اپنے وطن سے دور ہوتے ہیں اور کوئی ہمیں پہچانتا بھی تو نہیں' میری والدہ میرے والد کو اس بات پر آمادہ کرتی رہتی ہے کہ وہ مجھے چہرہ ننگا رکھنے پر مجبور کرے اور اس لئے بھی کہ جب میں اپنا چہرہ چھپا کر رکھتی ہوں تو وہ میرے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ شاید میں لوگوں کی طرف اپنی نظر کو پھیرتی ہوں (چہرہ ننگا ہونے کی صورت میں وہ میری نظروں کی حفاظت کر سکیں گے)۔

جواب آپ یا کسی بھی مسلمان خاتون کے لئے بلاد کفر میں بھی اسی طرح بے پردہ ہونا جائز نہیں ہے جس طرح کہ اسلامی ملکوں میں جائز نہیں ہے۔ اجنبی مردوں سے پردہ کرنا بہرحال واجب ہے چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر بلکہ کافروں سے تو زیادہ شدت کے ساتھ پردہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کا تو کوئی ایمان ہی نہیں ہے جو انہیں محرمات شرعیہ سے روک سکے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کے ارتکاب کے لئے والدین یا غیر والدین' کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ نہ آپ کے لئے اور نہ ہی کسی اور کے لئے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب تم ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح فرما دیا ہے کہ عورتوں کا غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا سب کے دلوں کے لئے باعث طہارت و پاکیزگی ہے۔

اسی طرح سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا

لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيْرِ أُو۟لِى ٱلْإِرْبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفْلِ ٱلَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا۟ عَلَىٰ عَوْرَٰتِ ٱلنِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾ (النور ٢٤/ ٣١)

"(اے نبی!) ایمان والی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں کھلا رہتا ہو اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند' باپ' خسر' اپنے بیٹوں' خاوند کے بیٹوں' بھائیوں' بھتیجو' بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی' غلاموں کے سوا' نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کو جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں (غرض ان لوگوں کے سوا) کسی پر اپنی زینت (اور سنگار کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ اور اپنے پاؤں (اس طرح زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے۔ اے اہل ایمان! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اور چہرہ تو سب سے بڑی زینت ہے۔

-----شیخ ابن باز-----

نابالغ بچی کا پردہ کرنا

سوال ۸ نابالغ بچیوں کے متعلق پردے کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ بے پردہ گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟ اور کیا وہ اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھ سکتی ہیں؟

جواب نابالغ بچیوں کے ورثاء پر انہیں اسلامی آداب سکھانا واجب ہے۔ وہ انہیں اخلاق فاضلہ کی تربیت دینے کی غرض سے اور فتنہ کے خوف کے پیش نظر بے پردہ گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ دیں۔ تاکہ وہ فتنہ وفساد برپا کرنے کا سبب نہ بن سکیں۔ اسی طرح ورثاء انہیں اوڑھنی میں نماز پڑھنے کا حکم دیں ہاں اگر نابالغ بچی اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھے تو ایسا کرنا درست ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَلاَةَ حَائِضٍ إِلاَّ بِخِمَارٍ»(أبوداؤد-٦٤١ وابن ماجه ٦٥٥)
"اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔"

---- دارالافتاء کمیٹی ----

عمر رسیدہ خاتون کا پردہ

سوال ۹ کیا ستریا نوے سالہ بوڑھی عورت کے لئے اپنے غیر محرم رشتہ داروں کے سامنے چہرہ ننگا کرنا جائز ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَٱلْقَوَٰعِدُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ ٱلَّٰتِى لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَٰتٍۭ بِزِينَةٍ ۖ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٠﴾ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٠)

"اور بڑی عمر کی عورتیں جنہیں نکاح کی امید نہیں رہی' وہ کپڑے اتار (کر سر ننگا کر) لیا کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کو دکھلانے والی نہ ہوں اور اگر اس سے بھی احتیاط کریں تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔"

﴿ قواعد ﴾ سے مراد وہ بوڑھی عورتیں ہیں جو نکاح کی امیدوار نہیں اور نہ اپنی زیبائش کو ظاہر کرتی ہیں۔ ایسی عورتیں غیر محرم رشتے دار مردوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھ سکتی ہیں' لیکن ان کا پردہ کرنا بہتر اور احتیاط کا حامل ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٠)

"اگر وہ احتیاط کریں تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔"

نیز اسلئے کہ بعض عورتیں بڑی عمر میں بھی اپنے طبعی حسن وجمال کی بناء پر باعث فتنہ ہوتی ہیں' اگرچہ وہ زیب و زینت کی نمائش کرنے والی نہ بھی ہوں' اور ہاں حسن و جمال کے ساتھ ان کا ترک حجاب جائز نہیں ہے۔ تحسین و تجمیل سرمہ وغیرہ لگانے سے خوبصورتی حاصل کرنا سب شامل ہے۔

---- شیخ ابن باز ----

ملازمہ کا حجاب

سوال ۱۰ کیا گھریلو خادمہ پر اپنے مالک سے پردہ کرنا واجب ہے؟

جواب ہاں گھریلو ملازمہ پر اپنے مالک سے پردہ کرنا واجب ہے وہ اس کے سامنے بناؤ سنگھار نہیں کر سکتی اور شرعی دلائل کے عموم کی بنا پر اس کے ساتھ خلوت اختیار نہیں کر سکتی' نیز اس لئے بھی کہ اس کا بے پردہ ہونا اور مالک کے سامنے حسن کی نمائش کرنا فتنے کو بھڑکانے کا سبب ہے' اسی طرح ملازمہ کا مالک کے ساتھ خلوت میں رہنا مالک کے لئے شیطانی گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ واللہ المستعان

-----شیخ ابن باز-----

ملازمہ کو پردے کا پابند بنانا

سوال ۱۱ ہمارے ہاں ایک مسلمان خادمہ ہے' وہ تمام دینی فرائض کی پابندی کرتی ہے' مگر بالوں کا پردہ نہیں کرتی کیا اس بارے میں اس کی راہنمائی کرنا مجھ پر واجب ہے؟

جواب فتنہ وفساد سے بچنے اور انتشار فساد سے پرہیز کی خاطر آپ پر اس کو بال ڈھانپنے' چہرے اور دیگر پردے والے اعضاء کا پردہ کرنے کا حکم دینا واجب ہے۔

-----دار الافتاء کمیٹی-----

مسلمان عورت کا کافرہ عورت سے پردہ

سوال ۱۲ ہمارے گھر میں غیر مسلم خدمتگار خواتین ہیں' کیا مجھ پر ان سے پردہ کرنا واجب ہے؟ کیا وہ میرے کپڑے دھو سکتی ہیں؟ جبکہ میں ان میں نماز بھی ادا کرتی ہوں۔ نیز کیا میرا ان کے سامنے ان کے دین کے نقائص بیان کرنا اور دین حنیف کے امتیازات بیان کرنا جائز ہے؟

جواب (ا) غیر مسلم عورتوں سے پردہ کرنا واجب نہیں ہے' علماء کے صحیح قول کی رو سے ان کا حکم بھی مسلمان عورتوں جیسا ہے' ان کے کپڑے اور برتن دھونے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتیں تو ان کا تعاقد (معاہدہ) ختم کر دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ جزیرۃ العرب میں غیر مسلموں کا موجود رہنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ کام کاج کے لئے غیر مسلموں کو یہاں لایا

جائے۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں' مزدور ہوں یا خادم' اس لئے کہ نبی ﷺ نے جزیرۃ العرب سے غیر مسلموں کو نکال باہر کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز اس بات کا بھی حکم دیا ہے کہ اس میں دو دین باقی نہیں رہنے چاہئیں' کیونکہ جزیرۃ العرب اسلام کی گود اور آفتاب نبوت کا مطلع ہے' لہٰذا یہاں صرف دین اسلام ہی باقی رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اتباع حق اور اس پر ثابت قدمی کی توفیق عطاء فرمائے اور غیر مسلموں کو اس میں داخل ہونے اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲) آپ غیر مسلم خادماؤں کو اسلام کی دعوت دے سکتی ہیں' ان کے دین میں جو نقائص اور مخالفت حق ہے اس کو بیان کر سکتی ہیں اور انہیں بتا سکتی ہیں کہ اسلام تمام ادیان سابقہ کے لئے ناسخ ہے۔ نیز یہ کہ اسلام ہی وہ دین حق ہے جسے دے کر اللہ رب العزت نے تمام رسولوں کو مبعوث فرمایا اور اسی دین کی اشاعت و سربلندی کے لئے کتابیں نازل فرمائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۹)

''یقیناً پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ ﴾

(آل عمران۳/ ۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ اور دین تلاش کرے تو وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔''

لیکن ایسی گفتگو آپ کو علم اور بصیرت کے ساتھ ہی کرنی چاہئے کیونکہ بغیر علم کے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے متعلق غیر ذمہ دارانہ بات کرنا انتہائی طور پر غیر پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْىَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾

(الأعراف۷/ ۳۳)

''(اے نبی!) آپ فرما دیجئے! کہ میرے پروردگار نے تو بس بیہودگیوں کو حرام قرار دیا ہے' ان میں سے جو ظاہر ہیں ان کو بھی اور جو پوشیدہ ہیں ان کو بھی اور گناہ کو اور ناحق کسی پر زیادتی کو بھی اور اس کو بھی کہ تم اللہ کے ساتھ شریک کرو جس کے لئے اس نے کوئی دلیل

نہیں اتاری' اور اس کو بھی کہ تم اللہ کے ذمے ایسی بات جھوٹ لگا دو جس کی تم کوئی سند نہیں رکھتے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں علم کے بغیر گفتگو کرنے کو سنگین تر قرار دیا ہے جو کہ اس کی سنگین حرمت اور اس پر مرتبہ خطرات کی شدت کی دلیل ہے۔ ایک جگہ پر ارشاد باری ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾ ﴾ (یوسف ۱۲/ ۱۰۸)

"(اے نبی!) آپ فرما دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے بعد اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر اس بات سے آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے گفتگو کرنا ان چیزوں میں سے ایک ہے جن کا شیطان حکم دیتا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۱۶۸-۱۶۹)

"اے لوگو! زمین میں جتنی چیزیں حلال اور پاکیزہ موجود ہیں ان میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں بس برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے' اور اس بات کا بھی کہ تم اللہ پر ایسی باتیں گھڑ لو جن کا تمہیں علم نہیں۔"

میں اپنے لئے اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق' ہدایت اور صلاح کی دعا کرتا ہوں۔

---شیخ ابن باز---

داماد سے پردہ کرنے کا حکم

سوال ۱۳ بعض عورتیں اپنے داماد سے پردہ کرتی ہیں اور ان سے مصافحہ نہیں کرتیں۔ کیا ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب داماد سسرالی رشتے داری کی وجہ سے اس عورت کے محرم رشتوں میں سے ہے' اس بنا پر

وہ ساس کے ان جسمانی اعضاء کو دیکھ سکتا ہے جو اپنی ماں' بہن' بیٹی اور دوسری محرم عورتوں کے دیکھ سکتا ہے۔ لہٰذا داماد سے چہرہ' بال اور بازو وغیرہ چھپانا پردے میں غلو کا حکم رکھتا ہے۔ اسی طرح ملاقات کے وقت اس سے مصافحہ نہ کرنا بھی تحفظ عفت کے بارے میں غلو ہے' جو کہ نفرت اور قطع تعلقی کا باعث بن سکتا ہے' ہاں اگر کوئی عورت داماد کی طرف سے کسی قسم کا (غلط) شبہ محسوس کرے یا اس کی نگاہوں میں خیانت کا مشاہدہ کر رہی ہو تو اس صورت میں ساس کا مذکورہ بالا رویہ درست سمجھا جائے گا۔

-----دارالافتاء کمیٹی-----

اجنبی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا سوار ہونا

سوال ۱۴ اجنبی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا اس لئے سوار ہونا کہ وہ اسے شہر تک پہنچا دے' کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز کسی شخص کی عدم موجودگی میں اگر چند عورتیں اکیلے اجنبی ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب غیر محرم ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا گاڑی میں سوار ہونا ناجائز ہے' کیونکہ یہ خلوت کے حکم میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ»(المعجم الكبير للطبراني ١١/ ٤٢٥)

"کوئی آدمی کسی عورت کے محرم کے بغیر اس کے ساتھ خلوت میں نہ جائے۔"

آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے:

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ»(مسند أحمد١/ ٢٢٢)

"کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے کیونکہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

ہاں اگر دونوں کے ساتھ ایک یا زیادہ مرد ہوں یا ایک یا زیادہ عورتیں ہوں تو اطمینان بخش حالات میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ ایک یا زیادہ لوگوں کی موجودگی میں خلوت ختم ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ حکم غیر سفری حالت کا ہے۔ جہاں تک سفری حالت کا تعلق ہے تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر سفر کرے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلاَّ مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ»(رواه البخاري ومسلم، كتاب الحج،
''کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

سفر بری ہو' بحری ہو یا ہوائی سب کا ایک ہی حکم ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

----شیخ ابن باز----

عورت دوسری عورت کے لئے محرم نہیں

سوال ۱۵ کیا ایک عورت سفر' حضر یا دیگر حالات میں دوسری عورت کے لئے محرم ہو سکتی ہے؟

جواب ایک عورت دوسری عورت کے لئے محرم نہیں ہے محرم وہ مرد ہے جس پر عورت نسب کی وجہ سے حرام ہو جیسا کہ اس کا باپ یا بھائی۔ یا مباح سبب کی وجہ سے حرام ہو' جیسا کہ خاوند' خاوند کا باپ یا اس کا بیٹا اسی طرح رضائی باپ یا رضائی بھائی وغیرہ۔

کسی شخص کے لئے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا یا اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلاَّ مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ»(متفق عليه كما ذكر أيضا)
''عورت صرف محرم کے ساتھ ہی سفر کرے۔''

اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ»(مسند أحمد١/ ٢٢٢)
''کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے' کیونکہ تیسرا شیطان بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔'' واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

زیب تن کپڑوں کا حساب

سوال ۱۹ کیا یہ درست ہے کہ قیامت کے دن زیب تن کپڑوں کا انسان سے حساب لیا جائے گا؟

جواب ہاں آدمی سے اس کے مال کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اس نے وہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ جیسا کہ حدیث [illegible] آیا ہے۔

----شیخ ابن باز----

عورت کے لئے تنگ اور سفید لباس پہننا

سوال ۱۷ کیا عورت تنگ اور سفید لباس پہن سکتی ہے؟

جواب عورت کا غیر مردوں کے سامنے شاہراہوں یا مار کیٹوں میں ایسا تنگ لباس زیب تن کر کے جانا جو دیکھنے والوں کے لئے جسم کا عکاس ہو منع ہے کیونکہ ایسا لباس ننگے پن کے مترادف اور فتنہ انگیز ہے۔ ایسا لباس بڑی شر انگیزی کا باعث بن سکتا ہے۔ اگر کسی علاقے میں سفید لباس مردوں کی علامت اور شعار ہو تو اس صورت میں عورتوں کے لئے سفید لباس پہننا مردوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے منع ہو گا۔ تحقیق نبی ﷺ نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ورنہ محض سفید لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

----دار الافتاء کمیٹی----

پازیب پہننے کا حکم

سوال ۱۸ عورت کے لئے خاوند کے سامنے پازیب پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب خاوند' عورتوں اور محرم رشتے داروں کے سامنے عورت کیلئے پازیب پہننا جائز ہے کیونکہ پازیب کا شمار ایسے زیورات میں ہوتا ہے جنہیں خواتین پاؤں میں پہنتی ہیں۔ واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

عورت کا بال کاٹنا

سوال ۱۹ میں اپنے سر کے ایسے بال سامنے سے کاٹ دیتی ہوں جو کبھی ابرو تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیا ایک مسلمان عورت کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب عورت کے لئے بالوں کو کاٹنے یا تراشنے میں کوئی حرج نہیں' صرف مونڈنا منع ہے اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ آپ کو اپنے سر کے بال مونڈنا نہیں چاہئیں' مگر لمبائی یا کثرت کی وجہ سے بال کاٹنے میں کوئی عیب نہیں' لیکن یہ عمل اس طرح خوبصورت انداز میں ہو کہ آپ کو بھی اور آپ کے خاوند کو بھی پسند آئے اور یہ کہ ان کی کاٹ تراش اس کی موافقت سے ہو اور یہ عمل کسی

کافر عورت سے اشتباہ بھی نہ رکھتا ہو۔ بالوں کا کاٹنا اس لئے بھی جائز ہے کہ لمبے بالوں کی صورت میں غسل اور کنگھی کرتے وقت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے' لہٰذا اگر بال زیادہ ہوں اور کوئی خاتون لمبے یا زیادہ بال ہونے کی وجہ سے انہیں ترشوا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کسی طرح بھی ضرر رساں نہ ہو گا۔ ایسا کرنا اس لئے بھی جائز ہو سکتا ہے کہ کچھ بال ترشوانے میں حسن و جمال کا ایسا عنصر بھی ہے جسے عورت اور اس کا خاوند پسند کرتے ہیں' لہٰذا ہم اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں پاتے۔ جہاں تک تمام بال مونڈ دینے کا تعلق ہے تو یہ کام' بیماری یا کسی علت کے علاوہ ناجائز ہے۔ وباللہ التوفیق

----شیخ ابن باز----

مصنوعی بال لگانے کا حکم

سوال ۲۰ مصنوعی بال استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ جب کہ عورت وہ بال محض خاوند کو خوبصورت لگنے کی خاطر استعمال کرے؟

جواب میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے اس انداز میں بن سنور کر رہنا جو باہم پسندیدگی اور تعلقات کی استواری کا ذریعہ ہو مطلوب و مستحسن ہے' ہاں یہ بات ضروری ہے کہ یہ سب کچھ شرعی محرمات کا ارتکاب کئے بغیر اسلامی حدود و قیود کے اندر رہ کر ہو۔ مصنوعی بالوں کا استعمال غیر مسلم عورتوں کی ایجاد ہے اس کا استعمال اور حصول زینت اگرچہ خاوند کے لئے ہی ہو کافر عورتوں سے مشابہت ہے اور ایک مسلمان عورت کا اسے پہننا اور اس کے ساتھ مزین ہونا' اگرچہ اپنے خاوند کے لئے ہی کیوں نہ ہو' کافر عورتوں کے ساتھ مشابہت کے مترادف ہے' بلکہ نبی ﷺ نے کفار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"(رواه أبوداؤد ٤٠٣١ وأحمد٢/ ٥٠، ٩٢)

"جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان میں سے ہے۔"

نیز اس لئے بھی کہ یہ بال گوندنے کے حکم میں ہے بلکہ اس سے بھی سنگین تر' جبکہ اس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے' اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

----دارالافتاء کمیٹی----

ابرو کے بال کاٹنے' ناخن بڑھانے اور نیل پالش لگانے کا حکم

سوال ۲۱

① ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

② ناخن بڑھانے اور ناخن پالش لگانے کا کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ میں ناخن پالش لگانے سے پہلے وضو کر لیتی ہوں اور چوبیس گھنٹے بعد اس کو اتار دیتی ہوں۔

③ کیا عورت بیرونی سفر کے دوران صرف چہرہ ننگا رکھ سکتی ہے؟

جواب

① ابرو کے بال اتارنا یا انہیں باریک کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے چہرے کے بال اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ جبکہ علماء نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ ابرو کے بال اتارنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

② ناخن بڑھانا' خلاف سنت ہے' نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ: الخِتَانُ وَالاسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الإِبِطِ، وَقَلْمُ الأَظْفَارِ»(رواہ مسلم، کتاب الطھارۃ، باب١٦)

"پانچ چیزیں فطرت سے ہیں' ختنہ کرنا' استرا استعمال کرنا' مونچھیں کاٹنا بغلوں کے بال اکھاڑنا اور ناخن تراشنا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيْمِ الأَظْفَارِ وَنَتْفِ الإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لاَ نَتْرُكَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً»(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ)

"رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے' ناخن تراشنے بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیرناف بال مونڈنے کے لئے وقت مقرر فرمایا کہ ہم چالیس دن سے زیادہ ان میں سے کچھ نہ چھوڑیں۔"

نیز اس لئے بھی کہ ناخن بڑھانا درندوں اور کفار کے ساتھ مشابہت ہے۔ جہاں تک نیل پالش وغیرہ کا تعلق ہے تو وضو کے لئے اس کا اتارنا واجب ہے کیونکہ یہ ناخنوں تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہے۔

(۳) اندرون ملک یا بیرون ملک ہر جگہ اجنبیوں (غیر محرم مردوں) سے پردہ کرنا عورت پر فرض ہے۔

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب تم ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی ہے۔"

یہ آیت چہرے اور غیر چہرے کے لئے عام ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ چہرہ عورت کی پہچان اور بڑی زینت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۹)

"اے نبی (ﷺ)! فرما دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور عام اہل ایمان کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس سے انہیں ستایا نہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تو بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے۔"

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے۔"

یہ آیات مبارکہ اندرون وبیرون ملک ہر جگہ مسلمان اور کافر سب سے وجوب پردہ کی دلیل ہیں۔ کسی بھی مومن عورت کو اس میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے' اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے' نیز اس لئے بھی کہ بے حجابی عورت کے لئے گھر اور باہر ہر جگہ باعث فتنہ ہے۔

----شیخ ابن باز----

سونے کی بالیاں پہننے کا حکم

سوال ۲۲ سونے کی بالیاں پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے عمومی فرمان کی رو سے عورتوں کے لئے سونا پہننا جائز ہے' چاہے وہ بالیوں کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَوَمَن يُنَشَّؤُا۟ فِى ٱلْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى ٱلْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿١٨﴾ ﴾ (الزخرف۴۳/ ۱۸)

"کیا جو زیورات میں پرورش پائے اور مباحثہ میں بھی صاف صاف بات نہ کر سکے (وہ اللہ کی اولاد بننے کے قابل ہے؟)۔"

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے زیور کو عورت کے وصف کے طور پر بیان فرمایا جو کہ سونے اور غیر سونے کے لئے عام ہے اسی طرح امیرالمؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور سونے کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا:

«إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ »(مسند أحمد)

ابن ماجہ کے الفاظ میں یہ اضافہ ہے'

«حِلٌّ لِإِنَاثِهِمْ »(مسند أحمد، سنن أبی داوٗد، سنن النسائی)

"یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں' ابن ماجہ میں یہ لفظ زائد ہیں۔ میری امت کی عورتوں کے لئے جائز ہیں۔"

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلإِنَاثِ مِنْ أُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا »(مسند أحمد، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن أبی داوٗد، مستدرك حاكم والطبرانی)

"سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں پر حلال ہے جبکہ مردوں پر حرام ہے۔"

-----شیخ ابن باز-----

اونچی ایڑی والی جوتی پہننے کا حکم

سوال ۲۳ اونچی ایڑی والی جوتی پہننے کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب اونچی ایڑی کم از کم کراہت کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ اس میں دھوکہ ہے عورت دراز قد

معلوم ہوتی ہے جبکہ وہ ایسی نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورت کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ڈاکٹروں کی رائے میں ایسی جوتی پہننا صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

----شیخ ابن باز----

مسجد میں جاتے وقت عورتوں کا دھونی لینا

سوال ۲۴ رمضان المبارک میں مسجد جاتے وقت بعض عورتیں خوشبودار دھونی لیتی ہیں' ہم نے انہیں ایسا کرنے سے روکا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ برائے کرم تمام خواتین کو اس کے شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

جواب مسجد جاتے وقت اور مسجد کے اندر عورتوں کے لئے دھونی لینا ناجائز ہے' کیونکہ جب یہ عورتیں اپنے گھروں کو واپس لوٹیں گی تو دوسروں کے لئے فتنے کا سبب بن سکتی ہیں اور نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے عورتوں کو اپنے گھروں سے نکل کر مسجد میں جاتے وقت خوشبو لگانے سے منع فرمایا ہے

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الآخِرَةَ»(أبو عوانه ۲/ ۱۷)

"جس عورت نے دھونی لی ہو وہ ہمارے ساتھ عشا کی نماز میں شریک نہ ہو"

نیز مسجد میں خوشبو استعمال کرنے کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ عورتیں مسجد سے بازار جائیں گی۔ مسجد کے علاوہ کہیں اور جانے کے لئے بھی خوشبو استعمال کرنے کا یہی حکم رکھتا ہے۔" واللہ ولی التوفیق

----شیخ ابن باز----

اللہ تعالیٰ جمیل ہے' جمال کو پسند کرتا ہے

سوال ۲۵ میری ایک سہیلی ہے جو انتہائی پاکباز' دین اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا اور نیکی کے کاموں سے محبت کرنے والی ہے' مگر وہ ایک خاص عادت کے ساتھ معروف ہے' کہ وہ ہمیشہ اپنی تمام سہیلیوں سے منفرد انداز میں نظر آنا چاہتی ہے' مثلاً وہ ہمیشہ دوسری عورتوں سے مختلف لباس پہننا چاہتی ہے' (طبعا باپردہ ہے) وہ نہیں چاہتی کہ اور کوئی اس جیسا لباس زیب تن کرے' حتی کہ اگر

اسے معلوم ہو جائے کہ فلاں عورت نے بھی اس جیسا لباس خریدا ہے تو وہ اسے اتار دے گی اور دوبارہ کبھی نہیں پہنے گی۔ بعینہ وہ بچوں کے لباس اور گھریلو سامان میں بھی دوسروں سے ممتاز نظر آنا چاہتی ہے' وہ یہ نہیں چاہتی کہ کسی انسان سے کوئی نعمت چھن جائے چاہے وہ اس کی چیز سے خوبصورت ہی کیوں نہ ہو' الغرض وہ صرف دوسروں سے ممتاز نظر آنا چاہتی ہے' کیا یہ حسد ہے یا تکبر؟ جب کہ وہ ان دونوں چیزوں کو ناپسند کرتی ہے۔

جواب ہم نہیں جانتے کہ اس خاتون کے دل میں ایسی کون سی بات ہے جو اسے اس حالت میں رکھنا چاہتی ہے' اگر اس کا سبب حسد ہے تو حسد کرنا حرام ہے' لیکن حسد کا مفہوم یہ ہے کہ ''محسود سے زوال نعمت کی تمنا کرنا اور اسے نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں رہنا'' لیکن جیسا کہ آپ نے بتایا وہ ایسا نہیں کرتی' اور اگر اس کی وجہ تکبر اور اپنے اوصاف میں دوسروں کی شرکت کی ناپسندیدگی ہے تو یہ بھی حرام ہے' لیکن مذموم تکبر وہ ہے جس سے حق کی تردید اور لوگوں کی تحقیر مقصود ہو' جبکہ خوبصورت لباس سے محبت اس ضمن میں نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے' اگر اس کا یہ فعل دوسروں سے ممتاز نظر آنے اور کسی خاص عادت میں شہرت حاصل کرنے کے لئے ہے تو دیکھنا ہو گا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ عین ممکن ہے کہ اس کا سبب کچھ ایسی اخلاقی اقدار ہوں جو بعض لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتی ہیں اور ان کے کوئی ممنوع اسباب نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم

----شیخ ابن جبرین----

گھر سے باہر چہرہ کھلا رکھنا اور ابرو باریک کرنا

سوال ۲۶ اگر عورت خاوند کے ساتھ بیرون ملک سفر پر ہو تو کیا وہ چہرہ ننگا رکھ سکتی ہے؟ نیز کیا وہ خاوند کے سامنے خوبصورت نظر آنے کے لئے اپنے ابرو باریک کر سکتی ہے؟

جواب عورت ملک کے اندر یا باہر کسی بھی جگہ اجنبی لوگوں کے سامنے چہرہ ننگا نہیں کر سکتی۔ اگر عورت کے لئے کامل حجاب اور پردہ کرنا ممکن ہو تو وہ خاوند کو حرام کے ارتکاب سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے ساتھ بیرون ملک سفر کر سکتی ہے۔ ابرو کے بال کاٹنا' مونڈنا' انہیں کم کرنا یا اکھاڑنا' چاہے خاوند کی مرضی سے ہی ہو بہرحال ناجائز ہے۔ اس میں خوبصورتی نہیں بلکہ یہ تو احسن الخالقین کی خلقت میں تبدیلی ہے اس کے متعلق وعید موجود ہے جبکہ ایسا کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے جو کہ

اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

اندھے کے سامنے ہونے میں کوئی حرج نہیں

سوال ۲۷ کیا عورت نابینا شخص کے سامنے چہرہ ننگا کر سکتی ہے؟ اگر نہیں کر سکتی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب صحیح یہ ہے کہ عورت نابینا شخص کے سامنے اپنا چہرہ ننگا کر سکتی ہے' بینا لوگوں کے سامنے پردہ کرنے کا حکم اس لئے ہے کہ فتنہ وفساد جنم نہ لے' اندھا شخص نہ تو سامنے کی کوئی چیز دیکھ سکتا ہے اور نہ وہ عورت کے محاسن کو دیکھ پاتا ہے' بلکہ وہ اس کا شعور بھی نہیں رکھتا۔ رہی وہ حدیث جسے ترمذی نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے ضمن میں نقل کرتے ہوئے اسے صحیح کہا ہے اور جس کے الفاظ ہیں:

«اِحْتَجِبَا مِنْهُ»(الطبقات الكبرى لابن سعد»

"اس سے پردہ کرو"

پھر فرمایا:

«أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ»(سنن أبي داؤد وسنن ترمذي)

"کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم اسے نہیں دیکھ رہی؟"

اس حدیث کو بعض علماء نے ضعیف کہا ہے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ عورت کا مرد کو دیکھنا حرام ہے' کیونکہ عورت کو بھی نگاہ نیچی رکھنے کا حکم ہے' چنانچہ شہوت کے خدشہ کے پیش نظر عورت کے لئے جائز نہیں ہو گا کہ وہ اجنبی مرد کی طرف دیکھے خواہ وہ اندھا ہو یا بینا حتیٰ کہ اخبارات ورسائل اور فلموں وغیرہ میں مردوں کی خوبصورت تصویریں دیکھنا بھی عورت کے لئے اندیشہ سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم

----شیخ ابن جبرین----

غیر مسلم عورت کے سامنے بال کھولنا

سوال ۲۸ کیا مسلمان عورت غیر مسلم عورت کے سامنے بال کھول سکتی ہے ' خاص طور پر اس وقت کہ وہ عورت غیر مسلم مردوں کے سامنے مسلمان عورت کے محاسن بیان کرتی ہو؟

جواب یہ مسئلہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر میں اختلاف پر مبنی ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ ﴾
(النور ۲۴/ ۳۱)

"آپ ایمان والی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں ' مگر ہاں جو اس میں سے کھلا رہتا ہے ' اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ہاں اپنے شوہر پر ' اپنے باپ پر ' اپنے شوہر کے باپ پر ' اپنے بیٹوں پر ' اپنے شوہر کے بیٹوں پر ' اپنے بھائیوں پر ' اپنے بھتیجوں پر ' اپنے بھانجوں پر اور اپنی (میل جول والی) عورتوں پر۔"

علماء نے ﴿ نِسَآئِهِنَّ ﴾ کی ضمیر میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد بلا تخصیص عورتوں کی جنس ہے جبکہ بعض دوسرے علماء کے نزدیک اس سے مراد وصف ہے ' جس سے مراد صرف مومن عورتیں ہیں۔ پہلے قول کی رو سے مسلمان عورت کے لئے غیر مسلم عورت کے سامنے اپنا چہرہ اور بال کھولنا جائز ہے ' جبکہ دوسرے قول کی رو سے یہ ناجائز ہے۔ ہمارا میلان پہلی رائے کی طرف ہے اور یہی رائے اقرب الی الصواب ہے ' کیونکہ ایک عورت کا کسی دوسری عورت کے ساتھ رہنا اس کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہیں رکھتا ' ہاں اگر اسے کسی فتنے کا ڈر ہو مثلاً یہی کہ ایک عورت اپنے قریبی مردوں کے سامنے ایک عورت کی توصیف و تحسین کرتی ہو تو دریں حالات فتنہ سے بچاؤ ضروری ہے۔ ایسی حالت میں وہ اپنے جسم کا کوئی بھی حصہ مثلاً پاؤں یا بال وغیرہ کسی بھی مسلمان یا غیر مسلم عورت کے سامنے نہ کھولے۔

---- شیخ ابن عثیمین ----

نقاب اور برقعہ کا حکم

سوال ۲۹

① جس لباس پر بعض قرآنی آیات یا کلمہ طیبہ پرنٹ ہو تو عورتوں کے لئے ایسا لباس پہننے کا شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟

② اسلام میں برقعہ اوڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب ایسے ملبوسات زیب تن کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن انہیں توہین اور بے ادبی سے بچانا ضروری ہے۔ جن ملبوسات پر قرآنی آیات پرنٹ ہوں' ان میں سونا نہیں چاہئے یا ایسا لباس پہن کر خلوت گاہوں میں نہیں جانا چاہیے' اگر اس کی ضرورت ہو تو لباس سے مقدس آیات اور محترم نام مٹا کر ہی اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بصورت دیگر ان کا احترام لازم ہے۔

برقعہ ایسا لباس ہے جو چہرے کی مقدار کے مطابق تیار کیا جاتا ہے۔ دیکھنے کے لئے آنکھوں کے سامنے سوراخ رکھے جاتے ہیں' ایسا لباس پہننا جائز ہے۔ حالت احرام کے علاوہ اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«وَلاَ تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ»(أبوداؤد كتاب المناسك باب ٣٢)

''کہ عورت (دوران احرام) نقاب نہ اوڑھے۔''

نقاب برقع ہی سے عبارت ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ برقع احرام کے علاوہ جائز ہے لیکن سوراخ اسقدر کھلے نہ ہوں کہ چہرے کا کوئی حصہ مثلاً' ناک' ابرو' یا رخساروں کا کچھ حصہ ظاہر ہو' کیونکہ اس طرح وہ بعض مردوں کے لئے باعث فتنہ بن سکتی ہے۔ اگر عورت برقع کے اوپر ایک باریک سا دوپٹہ اوڑھ لے جو دیکھنے میں رکاوٹ نہ بنے اور چہرے کے خدوخال چھپا سکے تو زیادہ موزوں ہو گا۔

-----شیخ ابن جبرین-----

سوال ۳۰ بعض معمر عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ نوجوان اپنی ممانی کے پاس بیٹھ سکتا ہے۔ کیوں کہ وہ اس کی خالہ جیسی ہے۔ میں نے انہیں ان کی یہ غلطی باور کرانا چاہی اور بتایا کہ محرم رشتوں کی تفصیل بتانے والی آیت بالکل واضح ہے مگر وہ اس پر مطمئن نہیں ہوتیں۔ آپ اس کے متعلق انہیں کچھ بتانا چاہیں گے؟

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ ممانی اپنے خاوند کے بھانجے کیلئے اجنبی ہے۔ وہ خاوند سے فراق (علیحدگی) کے بعد اس کے لئے حلال ہے، اس بنا پر وہ اس کے سامنے بے پردہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ خلوت میں نہیں جا سکتی۔ وہ بھی اس کے چہرے اور دیگر محاسن کو نہیں دیکھ سکتا۔ مندرجہ ذیل آیت میں بیان کردہ رشتوں میں خاوند کے بھانجے کا تذکرہ نہیں ہوا:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ ﴾
(النور ٢٤/ ٣١)

"آپ ایمان والی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر ہاں جو اس میں سے کھلا رہتا ہے، اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ہاں اپنے شوہر پر اور اپنے باپ پر اور اپنے شوہر کے باپ پر اور اپنے بیٹوں پر اور اپنے شوہر کے بیٹوں پر اور اپنے بھائیوں پر اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر اور اپنی بہنوں کے بیٹوں پر اور اپنی (میل جول کی) عورتوں پر۔"

اسی طرح اس کا ذکر اس آیت میں بھی محرم رشتوں کے ساتھ نہیں ہوا:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ ﴾ (النساء٤/ ٢٣)

اس پر اس کے محرم ہونے کا اعتقاد رکھنا بے اصل ہے۔ پس اس سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

غیر محرم مردوں کے سامنے بے حجاب ہونا

سوال ۳۱ میری ایک سہیلی کا کہنا ہے کہ میرے خاوند نے اپنے قریبی رشتہ دار کے سامنے مجھے بے حجاب رہنے کی اجازت دے رکھی ہے، اس کے جواب میں اس نے بھی اپنی بیوی کو میرے خاوند کے پاس بیٹھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

جواب خاوند کے رشتہ داروں کے پاس بے پردہ بیٹھنے کے بارے میں آپ پر خاوند کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ اس کے سگے بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ لوگ اجنبی ہیں۔ بے پردہ ہونا فتنے کا

ایک سبب ہے۔ بعینہ اسی طرح آپ کے خاوند کے قریبی عزیز کی بیوی پر آپ کے خاوند کے سامنے بے پردہ آنے کی اجازت کے متعلق اطاعت کرنا ناجائز ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

سفید ' زرد اور چھوٹا لباس پہننا

سوال ۳۲

(الف) خالص سفید ' زرد اور سرخ رنگ میں باپردہ لباس پہننے کا کیا حکم ہے؟
(ب) اتنا چھوٹا لباس پہننا کہ جس سے پاؤں بھی ننگے رہیں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب عورت کے لئے کسی بھی رنگ کا لباس پہننا جائز ہے ' ہاں ایسا رنگ جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہو عورت نہیں پہن سکتی ' کیونکہ ایک دوسرے کی مشابہت اپنانے والے مرد اور عورتیں ملعون قرار دیئے گئے ہیں۔

عورت کے لئے ایسا لباس زیب تن کرنا ضروری ہے جو اس کے تمام بدن کو ڈھانپ سکے۔ اگر وہ غیر مردوں کے پاس ہو تو اس کے لئے بدن کا کوئی حصہ کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔ نہ چہرہ نہ ہاتھ اور نہ پاؤں۔ ہاں بوقت ضرورت جسم کا کوئی حصہ کھل جائے مثلاً کوئی چیز پکڑتے یا پکڑاتے وقت تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عورت اتنا تنگ لباس بھی نہیں پہن سکتی جس سے اس کے جسم کے خدوخال اور نشیب و فراز نمایاں ہوں ' مثلاً کندھے ' پسلیاں ' سرین یا پستانوں کا حجم وغیرہ۔ بچوں کو کھلے لباس کا عادی بنانا چاہئے۔ کم سنی میں بچی جس چیز کی عادی ہو جائے گی بڑی ہو کر اسے ہی اپنائے گی اور اس عادت کا چھوڑنا اس کے لئے مشکل ہو گا۔ خواتین کا لباس کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ ان کے تمام محاسن کو نمایاں کرتا رہتا ہے ' وہ اسی لباس میں غیر مردوں کے سامنے آتی ہیں جس سے کئی طرح کے فتنے یا ان کے اسباب جنم لیتے ہیں ' بوقت ضرورت عورت اپنے گھر کے اندر محرم مردوں کی موجودگی میں بھی ایسا تنگ اور مختصر لباس پہن سکتی ہے جس میں مثلاً پنڈلی یا بازو وغیرہ ظاہر ہو رہے ہوں ' جیسا کہ کام کے دوران ایسا ہو جاتا ہے۔ واللہ الموفق

----شیخ ابن جبرین----

جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈریں

سوال ۳۳ میں ایک پریشان حال نوجوان لڑکی ہوں' اشتراکی نظریات سے متاثرہ ایک فیملی میں رہتی ہوں۔ مجھے پردہ کرنے کی پاداش میں ان کی طرف سے شدید حملوں اور طنزو استہزاء کا سامنا کرنا پڑا جو کہ بڑھتے بڑھتے مار پیٹ تک پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے مجھے گھر سے باہر جانے سے بھی روک دیا۔ آخر کار میں پردہ چھوڑنے اور چہرہ کھلا رکھنے پر مجبور ہوگئی۔ ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے' گھر چھوڑوں تو انسان نما درندے بہت زیادہ ہیں' آخر کیا کروں؟

جواب یہ سوال دو نکات پر مشتمل ہے۔ لڑکی کے خاندان والوں کا لڑکی سے سلوک! یہ بدترین سلوک ایسے لوگوں کی طرف سے روا رکھا جارہا ہے جو یا تو حق سے جاہل ہیں یا یکسر متکبر۔ یہ ایک وحشیانہ طرز عمل ہے جس کا انہیں کوئی حق نہیں اس لئے کہ پردہ نہ تو کوئی عیب ہے اور نہ ہی سوء ادب۔ ہر انسان شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے آزاد ہے۔ اگر وہ لوگ اس بات سے آگاہ نہیں کہ عورت پر پردہ کرنا واجب ہے تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کتاب وسنت کی رو سے عورت پر پردہ کرنا واجب ہے' اور اگر وہ لوگ اس امر سے آگاہ ہونے کے باوجود قبول حق سے متکبر ہیں تو یہ مصیبت پہلی سے بھی بڑی ہے' جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ ؎

فَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِىْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ وَإِنْ كُنْتَ تَدْرِىْ فَالْمُصِيْبَةُ أَعْظَمُ

"اگر تجھے علم نہیں تو یہ ایک مصیبت ہے' اور اگر تجھے علم ہے تو یہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔"

باقی رہا دوسرا مسئلہ تو وہ اس نوجوان لڑکی سے متعلق ہے۔ ہم اسے کہنا چاہیں گے کہ مقدور بھر اللہ سے ڈرتی رہے۔ اگر وہ پردہ کرے گی تو شائد اس کے گھر والے اس کو ماریں اور زبردستی پردہ اتروا دیں تو اس صورت میں وہ گناہ گار نہیں ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَن كَفَرَ بِٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِهِۦٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُۥ مُطْمَئِنٌّۢ بِٱلْإِيمَٰنِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِٱلْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾ ﴾ (النحل ١٦/ ١٠٦)

"جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے سوائے اس صورت میں کہ اس پر زبردستی

کی جائے اس حال میں کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن (برقرار) ہو (تو وہ مستثنیٰ ہے) لیکن جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہو گا اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہو گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٥)

"تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس (کے بارے) میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن جس کا تم دل سے ارادہ کرو (اس پر گرفت ضرور ہے)۔"

لہذا آپ بقدر استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہیں۔ اگر سائلہ کے گھر والے پردے کی حکمت سے آگاہ نہیں ہیں تو ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اتباع کرنا مومن کی ذمہ داری ہے' وہ ان کی حکمت سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ اطاعت بذات خود ایک حکمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٣٦)

"اور کسی مسلمان مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ حائضہ عورت روزوں کی قضا تو دیتی ہے جبکہ نمازوں کی قضا نہیں دیتی اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس پر آپ نے جواب دیا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حیض آتا تھا تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا' جبکہ نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا' تو گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محض اطاعت کو حکمت قرار دیا۔

پردے کی حکمت تو بالکل واضح ہے' اس لئے کہ غیر مردوں کے سامنے عورت کا اپنے محاسن کو ظاہر کرنا باعث فتنہ ہے۔ فتنہ وقوع پذیر ہو گا تو گناہ اور بے حیائی کا دور دورہ ہو گا۔ اور جب ایسی چیزیں عام ہوں گی تو اس کا نام ہلاکت و بربادی ہے۔

----شیخ محمد بن صالح العثیمین----

موزے پہننے کا حکم

سوال ۳۴

① کیا گھر سے باہر جاتے وقت ستر کے پیش نظر جرابیں یا دستانے پہننا جائز ہے یا بدعت؟ نیز کیا کسی اجنبی آدمی کا زینت کے بغیر عورت' کے ہاتھوں کو دیکھنا حرام ہے؟

② کیا میاں بیوی میں سے کسی ایک فریق کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی قابل قبول شرعی عذر کے بغیر فریق ثانی کو عرصہ دراز تک اس کا فطری حق پورا کرنے سے انکار کرے؟

جواب

① عورت کیلئے ایسا لباس پہننا واجب ہے جو اس کے بدن اور شرم گاہ کو ڈھانپ سکے' خاص طور پر بازار وغیرہ جاتے وقت عورت کا باپردہ ہونا ضروری ہے۔ جرابیں اور دستانے پہننا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ عورت کے جسم کا کوئی ایسا حصہ نظر نہ آنے پائے جو کہ فتنہ وفساد کا باعث ہو۔ بوقت ضرورت ہاتھوں کو ننگا رکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ نہ تو وہ زیورات یا مہندی وغیرہ سے مزین ہوں اور نہ آپس میں کسی امتیاز کے حامل ہوں۔

② اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں بیوی کا آپس میں جنسی ملاپ ایک نفسیاتی ضرورت ہے۔ پھر مرد وزن میں جنسی قوت کی کمی بیشی کے اعتبار سے جنسی رغبت میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن عام طور پر مرد میں جنسی قوت زیادہ ہوتی ہے اسی لئے ازدواجی عمل کے بار بار دھرانے میں مرد کو نسبتاً زیادہ رغبت ہوتی ہے۔ بنا بریں اکثر عورتیں' اپنے خاوند کی طرف سے کثرت جماع کی شکایت کرتی ہیں کیونکہ وہ ان کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔

لیکن طویل عرصہ تک جنسی عمل چھوڑ دینا ناجائز ہے۔ یقیناً یہ عورت کا حق ہے کہ اس کی جنسی ضرورت پوری کی جائے اور عورت زیادہ سے زیادہ چار ماہ صبر کر سکتی ہے اسی لئے میاں بیوی کو ایک دوسرے کی رغبت کا لحاظ کرنا چاہیئے۔ اگر جنسی خواہش کا اظہار عورت کی طرف سے ہو تو مرد کو حسب قدرت و طاقت اس کا احترام کرنا چاہیئے۔ اگر دقت کا سامنا کرنا پڑے تو احتراز بھی کر سکتا ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی حسب عادت خاوند کی خواہش کا احترام کرنا چاہیئے بشرطیکہ ایسا کرنا تکلیف دہ نہ ہو۔

----شیخ ابن جبرین----

بچوں کے لئے چھوٹا لباس

سوال ۳۵ بعض خواتین اللہ انہیں ہدایت نصیب فرمائے اپنی چھوٹی بچیوں کو اتنا چھوٹا (اور مختصر) لباس پہناتی ہیں کہ جس سے انکی پنڈلیاں ننگی رہتی ہیں۔ جب ہم ایسی ماؤں کو ازراہ نصیحت کچھ کہتے ہیں تو وہ جواب دیتی ہیں کہ چھوٹی عمر میں 'ہم بھی ایسا لباس پہنتی تھیں مگر بڑا ہونے پر ہمارا تو کچھ نہیں بگڑا اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب میری رائے یہ ہے کہ کسی انسان کے لئے اپنی چھوٹی بچی کو ایسا لباس پہنانا غیر مناسب ہے کیونکہ اگر وہ بچپن میں ایسا لباس پہننے کی عادی ہو گئی تو بڑی ہو کر اس پر گامزن رہے گی۔ میں اپنی مسلمان بہنوں کو نصیحت کروں گا کہ وہ اسلام کے دشمنوں کا لباس ترک کر دیں۔ اپنی بچیوں کو باپردہ لباس اور شرم وحیا کا عادی بنائیں 'اس لئے کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

---- شیخ ابن عثیمین ----

ہاتھ اور پاؤں کو ننگا کرنا

سوال ۳۶ کیا میں اپنے خاوند کے بھائیوں کے سامنے صرف ہاتھ پاؤں ننگے کر سکتی ہوں؟ اور کیا خاوند کی موجودگی میں حال (حکم) مختلف ہو سکتا ہے؟

جواب عورت کے لئے ہر اجنبی شخص سے مکمل پردہ کرنا ضروری ہے' وہ جیٹھ ہو یا دیور' بہنوئی ہو یا چچا زاد بھائی یا کوئی اور خاوند کی موجودگی یا عدم موجودگی کا ایک ہی حکم ہے۔ ان سب لوگوں کی موجودگی میں اس کے لئے جسمانی محاسن اور دیگر پرفتن اعضاء بدن مثلاً چہرہ' بازو' پنڈلی اور سینہ وغیرہ کو چھپانا ضروری ہے۔ جہاں تک ہاتھ اور پاؤں کا تعلق ہے تو بظاہر کسی ضرورت مثلاً کچھ پکڑنا' کوئی چیز لینا دینا وغیرہ کے پیش نظر انہیں ظاہر کرنا جائز ہے۔ ہاں اگر فتنہ کا ڈر ہو تو انہیں ڈھانپنا ضروری ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ضرر کا خوف لاحق ہو تو عورت کو اجنبی لوگوں سے اختلاط اور ہم نشینی سے روکا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

---- شیخ ابن جبرین ----

ملبوساتی جرائد کا خریدنا اور انہیں سنبھال رکھنا

سوال ۳۷ خواتین کے ملبوسات کے جدید ترین اور رنگا رنگ ڈیزائنوں سے استفادہ کی غرض سے کیا ملبوساتی رسائل و جرائد کا خریدنا جائز ہے؟ معلوم رہے کہ ایسے جرائد عورتوں کی تصاویر سے بھرے ہوتے ہیں' تو کیا انہیں استفادہ کرنے کے بعد سنبھال رکھنا جائز ہے؟

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ محض تصاویر پر مشتمل رسائل و جرائد کا خریدنا حرام ہے' اس لئے کہ تصاویر کا سنبھال رکھنا حرام ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لاَ تَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ»(رواہ أبوداؤد کتاب اللباس باب ٤٧)

"جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

آپ ﷺ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تکیے پر تصویر دیکھی تو وہیں کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہ لائے' آپ کے چہرۂ انور پر کراہت کے آثار نمایاں تھے۔

مختلف ملبوسات پیش کرنے والے رسائل و جرائد کے بارے میں دیکھنا ہو گا اس لئے کہ ہر طرح کا لباس جائز نہیں ہو سکتا' کچھ ملبوسات تو بے پردگی کا باعث بنتے ہیں جبکہ بعض تنگ اور مختصر ہونے کی بناء پر کفار کے مخصوص لباس کا حصہ ہوتے ہیں اور کفار سے مشابہت حرام ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»(أبوداؤد ٤٠٣١ وأحمد٢/ ٥٠، ٩٢)

"جو شخص کسی قوم سے مشابہت اپنائے گا تو وہ انہی میں سے ہے۔"

میری مسلمان بھائیوں کو عام طور پر اور مسلمان خواتین کو خاص طور پر نصیحت ہے کہ وہ ایسے لباس سے پرہیز کریں جو کفار سے مشابہت اور بے پردگی سے عبارت ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ خواتین کا ہر جدید فیشن والے لباس میں دلچسپی لینا عام طور پر اس امر کا باعث بنتا ہے کہ ہمارے دین حنیف کی اساس پر قائم عادات و اطوار غیر مسلموں سے ماخوذ عادات و اطوار میں بدل جاتی ہیں جو کہ غیر مستحسن بات ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

شرعی حجاب

سوال ۳۸ شرعی حجاب کا مطلب کیا ہے؟

جواب شرعی حجاب کا مطلب ہے عورت کیلئے تمام واجب الستر اعضاء بدن کا ڈھانپنا' ان اعضاء میں سب سے مقدم اور اولیٰ چہرے کا پردہ ہے' اس لئے کہ چہرہ فتنہ' رغبت کا محل ہے۔ لہٰذا عورتوں پر اجنبی لوگوں سے چہرے کا پردہ کرنا واجب ہے۔

جہاں تک یہ کہنا ہے کہ شرعی حجاب صرف سر' گردن' سینہ' پاؤں' پنڈلی اور بازو کو ڈھانپنا ہے جبکہ چہرہ اور ہاتھ اس سے مستثنیٰ ہیں' تو یہ ایک عجیب وغریب قول ہے' اس لئے کہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جائے رغبت اور محل فتنہ چہرہ ہے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ عورت کو پاؤں ڈھانپنے کا تو حکم دے اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دے دے۔ پر از حکمت شریعت مطہرہ میں ایسے تناقض کا ہونا غیر ممکن ہے۔ ہر انسان جانتا ہے کہ پاؤں سے کہیں بڑھ کر چہرے میں فتنہ ہے' اور مردوں کے لئے عورتوں میں محل رغبت بھی صرف چہرہ ہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی منگیتر سے کہے کہ آپ کی ہونے والی بیوی کے بازو تو خوبصورت ہیں مگر چہرہ بدصورت ہے تو وہ کبھی بھی ایسی عورت سے شادی پر آمادہ نہ ہو گا۔ اس کے برعکس اگر کہا جائے کہ اس کا چہرہ تو خوبصورت ہے لیکن ہاتھ پاؤں اور پنڈلیاں اتنی خوبصورت نہیں ہیں' تو وہ ضرور ایسی لڑکی سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چہرے کا پردہ بطریق اولیٰ واجب ہے۔ کتاب وسنت' اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم' اقوال ائمہ اسلام اور علماء اسلام میں ایسے بے شمار دلائل موجود ہیں جن کی رو سے غیر مردوں کے سامنے عورت پر تمام جسم اور چہرے کا پردہ واجب ٹھہرتا ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

پاؤں میں پازیب پہننا

سوال ۳۹ حصول زینت کے لئے پاؤں میں پازیب پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب خوبصورتی کے لئے پاؤں میں پازیب پہننا جائز ہے' لیکن عورت انہیں غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنے کے لئے زمین پر نہیں مار سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور عورتیں اپنے پیر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔"

---- شیخ ابن جبرین ----

(چادر) دوپٹہ اتار رکھنا

سوال ۴۰ میرے سر میں ایک ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے مجھے سر سے چادر اتارنے کا مشورہ دیا اور واقعتاً چادر کا اوڑھنا میرے لئے نقصان دہ ہے۔ کیا میرے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟ اور مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب ہاں اگر آپ کے پاس اجنبی (غیر محرم) لوگ موجود نہ ہوں تو آپ سر سے چادر اتار سکتی ہیں' خاوند' محرم رشتہ داروں یا صرف عورتوں کی موجودگی میں سر سے چادر اتاری جا سکتی ہے' اگر آپ بازار جانا چاہیں تو وہاں چونکہ غیر مرد ہوں گے' لہٰذا اس صورت میں سر' چہرہ اور دیگر اعضاء بدن کا ڈھانپنا ضروری ہے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

پہلے بیوی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند بنائیں

سوال ۴۱ میں نے ایک خاتون سے شادی کر رکھی ہے' وہ بحمد اللہ پردے کی پابند ہے' لیکن جس طرح ہمارے ملک میں ایک عادت سی بن گئی ہے' میری بیوی اپنے بہنوئی سے پردہ نہیں کرتی' اس کی بیوی بھی مجھ سے پردہ نہیں کرتی۔ اسی طرح میری بیوی میرے بھائی' اپنے خالہ زاد اور پھوپھی زاد بھائیوں سے بھی پردہ نہیں کرتی۔ کیا یہ سب کچھ شرع کی خلاف ورزی ہے؟ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ جبکہ ہمارے ملک میں مذکورہ بالا لوگوں سے پردہ کرنے کی عادت نہیں ہے۔ جب کہ عملاً ہمارے گھر میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے میں بیوی کو پردہ کرنے کی تلقین کرتا ہوں تو وہ لوگ مجھے اپنی بیوی پر عدم اعتماد اور شک کرنے کا الزام دیتے ہیں۔

جواب مذکورہ تمام لوگ اجنبی ہیں' لہٰذا ان کے سامنے چہرہ اور دیگر جسمانی محاسن کا کھولنا ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اظہار زینت کی اجازت صرف محرم رشتے داروں کے سامنے ہی دی ہے۔ حکم باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور نہ ظاہر کریں وہ (عورتیں) اپنی زینت کو مگر اپنے خاوندوں یا اپنے باپوں کے سامنے۔"

آپ پہلے اسے اس بات پر مطمئن کریں کہ غیر محرم لوگوں کے سامنے بے حجاب ہونا حرام ہے اور اسے اس بات کا پابند بنائیں۔ اگرچہ یہ تمہارے ہاں مروجہ عادات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور وہ آپ پر طرح طرح کے الزامات بھی عائد کریں۔ اسی طرح آپ اپنے بھائی' بیوی کے بہنوئی' اس کے عم زاد اور ماموں زاد رشتہ داروں کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کریں کہ وہ سب اس عورت کے لئے اجنبی ہیں۔ اگر بفرض محال آپ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں تو وہ ان لوگوں کے لئے حلال ہو گی اور یہی ان کے غیر محرم ہونے کی دلیل ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

کیا میں اپنے شوہر سے ایک گھر کا مطالبہ کر سکتی ہوں؟

سوال ۴۲ میرے خاوند کا بھائی شادی کر کے ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہنا چاہتا ہے' جبکہ اسے معلوم ہے کہ میں اس کے سامنے چہرہ ننگا نہیں کرتی' نہ اسکے پاس بیٹھتی ہوں اور نہ کبھی اسے دیکھتی ہوں۔ پھر واقعتاً اس نے شادی کر لی۔ اس پس منظر میں تنگیٔ حالات کی بناء پر کیا میرا اپنے خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کرنا دو بھائیوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے سے تعبیر تو نہیں کیا جائے گا؟ کیا ایسا مطالبہ کرنا حرام ہے یا نہیں؟ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ میرا خاوند تو یہ سمجھتا ہے کہ دونوں بھائیوں کا الگ الگ رہنا بہتر ہے' جبکہ میری ساس جو ہمارے ساتھ ہی رہتی ہے ہمارے ایک جگہ رہنے کو پسند کرتی ہے۔

جواب ان حالات میں اگر مکمل پردہ اور عدم خلوت کا ماحول میسر آسکے تو ساس کی خوشی کیلئے ایک جگہ رہنا بہتر ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو الگ الگ رہنا بہتر ہے۔ اگر ایک بھائی کی بیوی سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاوند کے بھائی کے ساتھ بے حجاب رہتی ہے یا اس کے ساتھ گھر میں خلوت اپناتی ہے یا ایک بھائی دوسرے کی بیوی کے متعلق غیر اطمینان بخش رویہ اپناتا ہے' اس کے پیچھے جاتا ہے' اس کی غفلت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر اجازت اس کے پاس چلا جاتا ہے' یا کپڑوں کے نیچے سے دیکھتا ہے' تو ایسے حالات میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ تنگی اور مشقت سے بچنے کے لئے خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کر سکتی ہیں۔

----شیخ ابن جبرین----

عورت کا خاوند کے بھائی کے ساتھ بیٹھنا

سوال ۴۳ میری ساس یہ چاہتی ہے کہ میں ٹی وی دیکھتے یا چائے پیتے وقت عباء پہن کر باپردہ حالت میں اس کے بیٹے یعنی اپنے خاوند کے بھائی کے پاس بیٹھا کروں جبکہ میں ایسا کرنے سے انکاری ہوں۔ کیا میں انکار کرنے میں حق بجانب ہوں؟

جواب مذکورہ بالا حالات میں ان کے ساتھ بیٹھنے سے انکار کرنا آپ کا حق ہے' چونکہ ساس کا مطالبہ تسلیم کرنا باعث فتنہ ہے' آپ کے خاوند کا بھائی جو ابھی تک غیر شادی شدہ ہے' آپ کے لئے اجنبی ہے۔ اس کا آپ کی آواز سننا یا آپ کا سراپا دیکھنا اسی طرح آپ کا اسے دیکھنا سراسر فتنہ ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

خاوند کے رضاعی باپ کے سامنے چہرہ ننگا کرنا

سوال ۴۴ عورت کا اپنے خاوند کے رضاعی باپ کے سامنے چہرہ ننگا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب خاوند کے رضاعی باپ کے سامنے عورت کا چہرہ ننگا کرنا راجح قول کی رو سے جائز نہیں ہے' امام ابن تیمیہؒ نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ»(رواه البخاري في الشهادات باب٧ ـ ومسلم في كتاب الرضاع باب١)

"جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔"

خاوند کا باپ بیٹے کی بیوی پر نسب کی وجہ سے حرام نہیں بلکہ سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہے بلکہ سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہے۔ لہٰذا وہ اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَحَلَٰٓئِلُ أَبۡنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنۡ أَصۡلَٰبِكُمۡ ﴾ (النساء٤/ ٢٣)

"تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔"

رضاعی بیٹا صلبی بیٹے کے حکم میں نہیں ہے۔ اس بناء پر خاوند کے رضاعی باپ سے پردہ کرنا

واجب ہے۔ وہ عورت اس کے سامنے چہرہ ننگا نہیں کر سکتی۔ اگر بفرض محال وہ عورت اس آدمی کے رضاعی بیٹے سے الگ ہو جائے تو وہ احتیاطاً رضاعی سسر سے شادی کے لئے حلال نہیں ہو گی۔ جمہور علماء کی یہی رائے ہے۔

------شیخ ابن جبرین------

ناک میں نتھ پہننا

سوال ۴۵ حصول زینت کے لئے ناک میں نتھ پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت ہر وہ زیور پہن سکتی ہے جو عادتاً پہنا جاتا ہو۔ اس کے لئے اگر بدن میں سوراخ بھی کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً کانوں میں بالیاں وغیرہ پہننا۔

ممکن ہے ناک میں نتھ پہننا ایسے ہی جائز ہو جیسا کہ اونٹ کی ناک میں سوراخ کر کے نکیل ڈالنا۔ ویسے دونوں مثالیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

------شیخ ابن جبرین------

چہرہ ننگا کرنے کا حکم

سوال ۴۶ کیا عورت اجنبی لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ ننگا کر سکتی ہے؟

جواب عورت اجنبی لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ ننگا نہیں کر سکتی' بلکہ ایسا کرنا حرام ہے۔ چہرہ ڈھانپے بغیر پردہ مکمل نہیں ہو سکتا' اس لئے کہ چہرہ اصلی زینت ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"عورتیں اپنی چادریں اپنے گریبانوں تک لٹکائیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ سر کی چادر گریبان تک لٹکائے۔ جب چادر گریبان تک لٹکے گی تو چہرے اور گریبان کو چھپائے گی۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور نہ ظاہر کریں وہ اپنی زیبائش کو بجز اپنے خاوندوں کے ....."۔

اس عورت پر خاوند اور محرم رشتہ داروں کے علاوہ زینت کا ظاہر کرنا حرام ہے۔
----شیخ ابن جبرین----

بارو کہ (مصنوعی بال) استعمال کرنے اور خوبصورت بنانے کا حکم

سوال ۴۷ کیا عورت خاوند کے لئے بارو کہ (مصنوعی بال) استعمال کر سکتی ہے اور کیا یہ عمل واصل اور متصل کی نہی کے تحت آتا ہے؟

جواب بارو کہ یعنی مصنوعی بالوں کا استعمال حرام ہے' اگرچہ یہ وصل نہیں ہے لیکن اس میں شمار ضرور ہوتا ہے۔ مصنوعی بال عورت کے سر کے بالوں کو اصل سے زیادہ لمبا کر کے دکھاتے ہیں' اس بناء پر وصل کے مشابہ ہوتے ہیں جبکہ نبی ﷺ نے مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ہاں اگر عورت کے سر پر بالکل بال نہ ہوں تو وہ یہ عیب چھپانے کے لئے مصنوعی بال استعمال کر سکتی ہے' اس لئے کہ عیب کو چھپانا جائز ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اس آدمی کو سونے کی ناک لگانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی جس کی ناک جنگ میں کٹ گئی تھی۔ مسئلے کی نوعیت اس سے بھی وسیع ہے۔ بناؤ سنگھار کے تمام مسائل اور اس سے متعلق دیگر تمام کاروائیاں مثلاً ناک چھوٹا کرانا وغیرہ بھی داخل ہیں۔ تحسین و تجمیل عیوب کے ازالہ کا نام نہیں۔ اگر عیوب کا ازالہ مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' مثلاً ٹیڑھی ناک سیدھی کی جا سکتی ہے۔ نشان دور کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا عمل ازالہء عیوب کے لئے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لئے ہو مثلاً سرمہ بھرنا یا چہرے کے بال نوچنا وغیرہ تو یہ ممنوع ہیں۔ مصنوعی بالوں کا استعمال اگرچہ خاوند کی اجازت اور اس کی مرضی سے ہو تب بھی حرام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء میں کسی کی اجازت یا رضا غیر مفید ہے۔
----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

ماں کا چچا اور ماموں محرم رشتوں میں سے ہیں

سوال ۴۸ کیا عورت کے لئے اپنی ماں کے چچا اور ماموں یا باپ کے چچا اور ماموں کے سامنے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے؟ یعنی کیا یہ لوگ عورت کے محرم رشتے ہیں؟ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ عورت ان کی فروع سے سمجھی جائے گی' جبکہ وہ عورت کی ماں یا باپ کے اصول ہیں۔

جواب ہاں! کسی عورت کی ماں یا باپ کا حقیقی چچا یا ماں یا باپ کی طرف سے یا اسی طرح اس کا اپنا

ماموں تو یہ لوگ عورت کے محارم میں سے ہیں، کیونکہ آپ کے باپ کا چچا آپ کا چچا ہے اور آپ کے باپ کا ماموں آپ کا ماموں ہے، اسی طرح آپ کی ماں کا چچا اور نسب سے اس کا ماموں آپ کے بھی چچا اور ماموں ہیں۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

کافر ملک میں مسلمان خواتین پر حکمرانوں کی اطاعت

سوال ۴۹ میرے اسلامی ملک میں حکام بالا کی طرف سے جاری کردہ ایک حکم نامہ کے ذریعے نوجوان لڑکیوں سمیت تمام عورتوں کو پردہ کرنے اور خاص طور پر سر ڈھانپنے سے روک دیا گیا ہے۔ کیا میرے لئے اسکا نفاذ جائز ہے؟ آگاہ رہیں کہ اس حکم کی تعمیل سے انکار کرنیوالے کو کئی طرح کی سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً ملازمت سے برخواستگی، مدرسہ سے اخراج یا قید و بند وغیرہ۔

جواب آپ کے ملک پر وارد ہونے والی یہ مصیبت ایسی ہے کہ جس سے بندے کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الٓمٓ ﴿١﴾ أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓاْ أَن يَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَلَيَعْلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْ وَلَيَعْلَمَنَّ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٣﴾ ﴾
(العنکبوت۲۹/ ۱۔۳)

"الف لام میم، کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ محض یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوٹ جائیں گے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ اور ہم تو انہیں بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گذرے ہیں سو اللہ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔"

جو کچھ میں سمجھ پایا ہوں وہ یہ ہے کہ اس ملک کی خواتین پر ایسے احکام کے بارے میں حکمرانوں کی اطاعت سے انکار کرنا واجب ہے، کیونکہ غیر شرعی احکام میں حکمرانوں کی اطاعت ناقابل قبول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی۔"

اگر آپ بغور آیت کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ((أُولِي الْأَمْرِ)) کے ساتھ ((أَطِيْعُوْا)) فعل امر کا اعادہ نہیں فرمایا' اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حکمرانوں کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے۔ اگر ان کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مخالف ہو تو اس صورت میں ان کی بات سننے اور عمل کرنے کے لائق ہرگز نہیں اس لئے کہ:

«لاَ طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ»(مصنف ابن أبي شيبة ١٢/ ٥٤٦)

"یعنی خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔"

اس ملک کی خواتین مصائب کا شکار ہیں' ان پر صبر کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے صبر کیلئے استقامت کی دعا کرنی چاہئے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت حکمرانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ پابندی گھر سے باہر جانے کی صورت میں ہے' گھر کے اندر اسکا اطلاق نہیں ہوتا ہو گا۔ لہٰذا اس سے بچنے کیلئے خواتین کا گھر پر ہی رہنا ممکن ہے۔ باقی رہی ایسی تعلیم کہ جس کے حصول کے نتیجہ میں گناہ کا صدور ہوتا ہو تو ایسی تعلیم کا حصول جائز نہیں ہے۔ عورتوں کیلئے اتنی تعلیم ہی کافی ہے جس کی دینی اور دنیوی طور پر انہیں ضرورت ہو' اور جس کا حصول عام طور پر گھروں میں بھی ممکن ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ منکر کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

باب : 20

والدین سے حسن سلوک

غیر مقبول دعا

سوال ۱ میں اکثر نفلی روزے رکھا کرتی ہوں تاکہ اللہ ان لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے جو کہ علم کے بغیر سرزد ہوتی رہتی ہیں' میں بحمد للہ اپنے دین پر کاربند ہوں' لیکن میری والدہ اللہ سے یہ دعا کرتی ہے کہ وہ میرے روزے قبول نہ فرمائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کی کیا وجہ ہے' کیونکہ میرا روزہ رکھنا گھریلو کام کاج پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ پھر وہ میری محتاج بھی نہیں۔ میں اس بات سے بڑے قلق اور اضطراب میں مبتلا ہوں کہ ماں کی بددعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے نیک اعمال اور روزوں کو شرف قبولیت سے نہیں نوازے گا' کیونکہ والدین کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں قبولیت سے نوازی جاتی ہیں۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب عبادات اور نفلی روزوں کے اہتمام کی وجہ سے آپ قابل تعریف ہیں (یعنی اس احسان اور نیکی کے کام پر ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں) آپ مقدور بھر اس کی پابندی کریں اور والدہ سے معذرت کریں کیوں کہ یہ ایک نیک عمل ہے' اور والدہ کا حق اس کی ادائیگی کے ساتھ موثوق ہے کیونکہ نفلی روزے اس کے ساتھ حسن سلوک' اس کی خدمت اور ادائیگیٔ حقوق سے مانع نہیں۔ والدہ کو تو ایسے نیک امور کی انجام دہی کے لئے آپ کو ترغیب دلانا تھی' پھر وہ آپ کی اقتداء کرتیں۔ بلندیٔ درجات اور گناہوں کی معافی کے لئے نفلی نماز روزے کی اسے تو آپ سے زیادہ ضرورت ہے۔ جہاں تک آپ پر اس کی بددعا کا تعلق ہے تو انشاء اللہ وہ قبول نہیں ہوگی۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ آپ کا یہ عمل سراسر نیک اور خیر ہے۔ غالباً وہ شفقت مادری اور جذبۂ ترحم کے تحت ایسا کرتی ہوگی؟

----شیخ ابن جبرین----

میری والدہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتی اور مجھ سے بچی جیسا سلوک کرتی ہے

سوال ۲ میری والدہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتی اور انتہائی شفقت سے کام لیتی ہے' شاید اس کا سبب میری بیماری اور کمزوری ہو' مگر اس کی محبت حدود سے تجاوز کرتی نظر آتی ہے۔ میری عمر اس وقت اکیس برس ہے۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے دس سالہ بچی کا سا سلوک کرتی ہیں۔ ہو سکے تو مجھے اپنے ہاتھ سے کھلاتی پلاتی ہیں۔ میں بحمد للہ اس سے نرم لہجے میں بات کرتی ہوں اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرتی ہوں؟

جواب والدین عموماً ایسے ہی مہربان ہوتے ہیں۔ بچوں سے محبت اور شفقت بھرا سلوک کرتے ہیں۔ بعض اسباب ووجوہات کی بناء پر یا ویسے ہی والدین یا کسی ایک میں یہ جذبہ کم وبیش بھی ہو سکتا ہے۔ شائد اس کا سبب اولاد کا والدین کے ساتھ حسن سلوک اور جذبہ اطاعت گذاری ہو' یا بچوں کی کوئی بیماری یا کمزوری والدین کو اس سے رحمت و شفقت کرنے پر آمادہ کرتی ہو۔ چونکہ والدین کا یہ رویہ کبھی نقصان کا باعث بھی بن سکتا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ لہٰذا بچے کو ماں یا باپ سے معذرت کر لینی چاہئے اور بتا دینا چاہئے کہ اب اس قدر نگہداشت کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی والدین کو محبت' شفقت اور ان کے مظاہر کے بارے میں تمام بچوں سے ایک جیسا سلوک کرنا چاہئے۔ بعض سلف تو عدل وانصاف کے پیش نظر بچوں کو بوسہ دیتے وقت بھی برابری کا خیال رکھتے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد میں موجود ہے:

«اتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ» (صحیح مسلم کتاب الهبات ۱۳)

''اللہ سے ڈرو اور بچوں میں انصاف سے کام لو۔''

-----شیخ محمد بن صالح عثیمین-----

میری والدہ مجھ سے ناراضگی کے عالم میں فوت ہو گئی

سوال ۳ (الف) تقریباً چھ سال پہلے رمضان المبارک میں میری والدہ کا انتقال ہوا۔ میں بچپن میں اکثر اوقات اس سے جھگڑتی اور بحث ومباحثہ کرتی رہتی تھی۔ لہٰذا جب وہ فوت ہوئی تو مجھ سے

ناراض تھی۔ عمر میں اضافے کے ساتھ عقل و شعور میں بھی اضافہ ہوا تو اب میں اپنے اس رویہ پر نادم ہوں' اور سوائے ندامت و استغفار اور والدہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور رحمت و غفران کی دعا کے اور کر بھی کچھ نہیں سکتی۔ کیا یہ سب کچھ اس امر کے لئے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گذشتہ گناہوں کو معاف فرمادے اور روز قیامت مجھ پر رحم فرمائے؟

(ب) ہم والدہ کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکے۔ کیا اس کے لئے ہم گناہ گار ہیں؟ کیا ہم اب اس کی طرف سے روزے رکھ سکتے ہیں؟ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ہمیں اس بات کا علم بھی تھوڑی دیر قبل ہی ہوا ہے۔

جواب شاید آپ والدہ کی زندگی میں کم عمری کے ساتھ ساتھ عدم واقفیت اور جہالت کا بھی شکار رہی ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو آپ معذور ہیں۔ عقل و شعور آجانے کے بعد جب آپ اپنے گذشتہ طرز عمل پر نادم اور معافی کی خواستگار ہیں تو انشاء اللہ آپ کا یہ رویہ گذشتہ کوتاہی کا ازالہ کر دے گا' اس لئے کہ توبہ گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ آپ کا والدہ کے لئے دعاء استغفار کرنا اور اس کی طرف سے صدقات وخیرات کرنا یہ ایسے اعمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے آپ کے گذشتہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ باقی رہے وہ روزے جو اس نے بیماری کے دوران چھوڑے تھے' تو وہ بیماری کی وجہ سے معذور تھی اور بیماری کی وجہ سے ہی وہ قضاء بھی نہ دے سکی۔ لہٰذا آپ پر انکی قضاء دینا واجب نہیں ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

باب: 21

میں سورج گرہن سے ڈرتی ہوں

سوال ۱ میری مشکل یہ ہے کہ میں آسمان کی طرف دیکھنے سے ڈرتی ہوں۔ خاص طور پر رات کے وقت اور مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں زیادہ خوف محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح مجھے سورج گرھن اور چاند گرھن سے بھی خوف آتا ہے۔ برائے کرم کوئی ایسی دعا بتائیں کہ جس کے پڑھنے سے باذن اللہ میرا یہ خوف جاتا رہے یا کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ اس پر عمل پیرا ہو کر اس خوف سے نجات حاصل کر سکوں۔

جواب مجھے تو اس ڈر کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ زمین و آسماں' چاند و سورج وغیرہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی خدمت کے لئے وقف فرما رکھا ہے اور انہیں بنظر عبرت دیکھنے کا حکم دیا ہے۔ میری بہن! آپ بکثرت اسماء وصفات باری تعالیٰ کا ذکر کریں۔ تلاوت کلام پاک کریں۔ آیات قدرت اور خالق ارض وسماء کی صناعی کے عجائبات کے بارے میں تفکر وتدبر کریں اور بارگاہ الٰہی میں خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کریں اور اس سے مشکلات کا حل چاہیں۔ امید ہے اس طرح آپ کا یہ خوف جاتا رہے گا' اور انشاء اللہ اس کے بدلے اطمینان وسکون میسر آئے گا۔

----شیخ ابن جبرین----

میں نے دعاء کی مگر ابھی تک قبول نہیں ہوئی

سوال ۲ میں گذشتہ دس سال سے بھی زیادہ عرصہ سے یہ دعا کرتی رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک خاوند اور پھر نیک اولاد عطا فرمائے' لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ ابھی تک اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا' اس کا فیصلہ تو اٹل ہے۔ دریں حالات میں نے کچھ عرصہ سے دعا کرنا چھوڑ دی ہے' اس لئے نہیں کہ میں بارگاہ باری تعالیٰ میں اپنی دعا کی قبولیت سے مایوس ہوں' بلکہ اس لئے کہ جب اس نے میری دعا کو قبول نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ موضوع ہی میرے لئے غیر مفید ہے۔ اب میں نے دعا کرنا چھوڑ دی ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ میرے لئے بہتر کیا ہے۔ یہ اس

امر کے باوصف ہے کہ مجھے قبولیت دعا کی شدید رغبت اور خواہش ہے۔ اس بارے میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا مسلسل دعا کرتی رہوں یا یہ سمجھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤں کہ یہ موضوع میرے لئے سود مند ہی نہیں؟

جواب حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندے کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک وہ جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے۔ جلد بازی کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے۔ کہ بندہ جلدی قبولیت دعا چاہے اور اگر ایسا نہ ہو تو دعا کرنا ہی چھوڑ دے اور یہ کہنا شروع کر دے کہ میں نے بار بار دعا کی ہے مگر وہ قبول ہی نہیں ہوتی' دراصل ہوتا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بعض خصوصی اسباب یا عمومی وجوہات کی بناء پر دعا کی قبولیت کے وقت کو مؤخر کر دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے۔ یا تو اس کی دعا قبول فرماتے ہوئے اس کی خواہش کو پورا فرما دیتا ہے۔ یا اسے آخرت کا ذخیرہ بنا دیتا ہے یا اتنی مقدار میں اس سے شر کو دور فرما دیتا ہے۔ میری بہن! جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں۔ مسلسل دعا کرتی رہیں اگرچہ مزید کئی سال کیوں نہ بیت جائیں۔ دوسری طرف اگر کوئی شخص آپ سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کرے تو اسے رد نہ کریں۔ چاہے وہ آپ سے بڑی عمر کا ہو یا پہلے سے شادی شدہ۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں بڑی برکت پیدا فرما دے۔

----شیخ ابن جبرین----

بچوں کے لئے بددعا

سوال ۳ اکثر والدین بچوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر ان کے لئے بددعا کرتے رہتے ہیں۔ اس بارے میں آپ ان کی راہنمائی فرمائیں۔

جواب ہم والدین کو نصیحت کریں گے کہ وہ بچپن میں بچوں کی کوتاہیوں سے درگذر کریں۔ ان کی تکلیف دہ باتوں پر حلم و حوصلہ کا مظاہرہ کریں۔ بچے چونکہ ناپختہ عقل کے مالک ہوتے ہیں' اس لئے ان سے بات چیت یا کسی اور معاملہ میں غلطی سرزد ہو جاتی ہے' اگر باپ حلیم الطبع ہو تو وہ درگذر کرتے ہوئے بچے کو بڑے پیار اور نرم خوئی سے سمجھائے۔ اسے نصیحت کرے شائد اس طرح بچہ اس کی بات تسلیم کرے اور ادب کا برتاؤ کرنے میں پیش قدمی کرنے لگے۔

بعض والدین اس وقت سنگین غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں جب وہ بچوں کے لئے موت' بیماری

یا آلام و مصائب کی بددعائیں کرتے ہیں اور مسلسل اس کوتاہی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور جب غصہ فرو ہوتا ہے' تو اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بددعائیں قبول ہوں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ باپ فطرتاً مہرباں اور شفیق ہوتا ہے' چونکہ وہ محض شدت غضب کی وجہ سے ایسا کر گذرتا ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُم بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ﴾ (یونس ۱۰/۱۱)

"اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر نقصان بھی جلدی سے واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔"

لہٰذا والدین کو قوت برداشت اور صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے' معمولی مار پیٹ سے ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ بچے تعلیم و تادیب سے زیادہ جسمانی سرزنش سے متاثر ہوتے ہیں' ان کے لئے بددعا کرنا قطعاً غیر سود مند ہے' وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کے منہ سے کون سی بات نکل جائے گی' باپ نے جو کچھ کہا وہ تو لکھ لیا جائے گا اور بچے کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

----شیخ ابن جبرین----

باب: 22
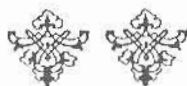
مختلف فتاوی جات

عورتوں کے دین اور عقل میں کمی کا مطلب

سوال ۱ ((اَلنِسَاءُ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ)) "عورتیں دین اور عقل میں کم ہوتی ہیں۔" یہ حدیث شریف ہم ہمیشہ سنتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث کو بنیاد بنا کر عورتوں کے بارے میں غلط رویہ اپناتے ہیں۔ ہم جناب سے اس حدیث کے مفہوم کی وضاحت چاہیں گے۔

جواب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَغْلَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ، فَقِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا نُقْصَانُ عَقْلِهَا؟ قَالَ أَلَيْسَتْ: شَهَادَةُ الْمَرْأَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ؟ قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا نُقْصَانُ دِيْنِهَا؟ قَالَ أَلَيْسَتْ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟» (رواه البخاري ۱/ ۸۳ والذهبي ۲۰)

"میں نے عقل اور دین میں کم اور ایک دانا آدمی کی عقل پر غالب آنے والیاں تم سے بڑھ کر نہیں دیکھیں۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! اس کی عقل میں کمی کیسے ہے؟ فرمایا: کیا دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر نہیں ہے؟ پھر پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس کے دین میں کمی کیسے ہے؟ فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ دوران حیض نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرما دی ہے کہ عورت کا ناقص عقل ہونا اس کی قوت حافظہ میں کمی کی وجہ سے ہے۔ اس کی گواہی دوسری عورت کی گواہی کے ساتھ مل کر مکمل ہو گی۔ اس طرح اس کی گواہی مضبوط ہوگی کیونکہ عورت کبھی بھول بھی سکتی ہے۔ بھول کر گواہی میں اضافہ بھی کر سکتی ہے۔ جہاں تک اس کے دین میں نقص کا تعلق ہے تو وہ اس بناء پر ہے کہ عورت حیض اور نفاس کے دوران نماز روزہ چھوڑ دیتی ہے۔ بعد ازاں روزوں کی قضاء تو دیتی ہے جبکہ نماز کی قضاء دینے کی مکلف نہیں۔ لیکن یہ نقص قابل مواخذہ نہیں ہے۔ یہ نقص صرف اللہ تعالیٰ کی شریعت کی رو سے ہے اور صرف اس کی آسانی اور سہولت کے پیش نظر ہے، کیونکہ حیض اور نفاس کے

دوران روزہ رکھنا اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ لہٰذا رحمت باری کا تقاضا ہوا کہ وہ ان ایام میں روزہ رکھنا چھوڑ دے۔ حیض کے دوران اس کی حالت طہارت سے مانع ہوتی ہے' تو رحمت الٰہی نے یہاں بھی اس کے ترک نماز کو مشروع قرار دے دیا۔ یہی حکم نفاس کا ہے۔ پھر نماز کے بارے میں حکم دیا کہ اس کی قضاء بھی نہیں ہوگی' کیونکہ نماز دن رات میں پانچ بار ادا کرنا ہوتی ہے' لہٰذا اس کی قضاء میں عورت کیلئے بڑی مشقت ہے۔ حیض کے دن سات یا آٹھ بھی ہو سکتے ہیں جبکہ نفاس کی مدت چالیس دن تک بھی ہو سکتی ہے' تو چونکہ نمازوں کی تعداد کافی زیادہ ہوتی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت اور احسان کرتے ہوئے نماز کو یکسر معاف فرما دیا ہے۔ نہ تو اسے ادا کرے گی اور نہ ہی اس کی قضاء دے گی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عورت ہر اعتبار سے ناقص عقل و دین ہے۔ نبی ﷺ نے صراحت فرما دی ہے کہ عورت میں نقص عقل عدم ضبط کی بناء پر ہے' جبکہ نقص دین حیض و نفاس کے دوران نماز روزہ چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ ہر پہلو میں مرد سے کم تر اور مرد ہر اعتبار سے برتر ہے۔ ہاں بحیثیت مجموعی کئی اسباب کی بناء پر جنس مرد جنس عورت سے افضل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ ﴾ (النساء ٤/ ٣٤)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے۔"

عورت بعض اوقات کئی چیزوں میں مرد پر فوقیت حاصل کر لیتی ہے بے شمار خواتین عقل' دین اور ضبط میں کئی مردوں سے بڑھ کر ہیں۔ نبی ﷺ کے ارشاد کی رو سے عورتیں صرف ان دو حیثیتوں سے عقل و دین میں ناقص ہیں۔

نیک اعمال' تقویٰ و طہارت اور اخروی منازل کے اعتبار سے عورتیں کبھی بہت سے مردوں پر سبقت لے جاتی ہیں اسی طرح عورتوں کو بعض معاملات میں خاصی دلچسپی ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ کئی مردوں سے حفظ و ضبط میں بڑھ جاتی ہیں اور وہ تاریخ اسلام اور دیگر کئی امور میں مرجع کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ جو شخص عہد نبوی اور بعد کی خواتین کے حالات کا بغور مطالعہ کرے گا تو اس پر مذکورہ بالا حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مخصوص قسم کا نقص اس پر اعتماد فی الروایۃ سے مانع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس کی گواہی دوسری عورت کے ساتھ مل کر مکمل

ہو جائے تو معتبر ہو گی۔ اگر عورت دین میں استقامت کا مظاہرہ کرے تو وہ مقام تقویٰ پر فائز ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور پاکباز بندوں میں شامل ہو سکتی ہے' اگرچہ حیض ونفاس کی صورت میں اس سے نماز ہر اعتبار سے اور روزہ اداء کے اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تقویٰ وطہارت' دینی اور دنیوی معاملات وفرائض کی ادائیگی اور دیگر معاملات میں بھی ناقص عقل ودین ہے۔ یہ نقص صرف عقل اور دین کے خاص حوالوں کے پیش نظر ہے' جیسا کہ نبی ﷺ نے اس کی وضاحت فرما دی ہے۔

لہٰذا کسی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہر اعتبار سے عورت پر ناقص عقل ودین ہونے کی تہمت لگائے۔ عورت ذات سے انصاف کرنا چاہئے اور نبی ﷺ کے ارشاد کی بہترین اور خوبصورت توجیح کرنی چاہئے۔

----شیخ ابن باز----

مبنی برحقیقت خوش طبعی میں کوئی حرج نہیں

سوال ۲ خوش طبعی کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لہو الحدیث کے ضمن میں آتی ہے؟ یہ صراحت ضروری ہے کہ ہمارا سوال ایسی خوش طبعی کے بارے میں ہے جس میں دین کا استہزاء نہیں ہوتا۔

جواب اگر خوش طبعی مبنی برحقیقت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خاص طور پر اگر اس میں بہتان بھی نہ ہو۔ نبی ﷺ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے اور خلاف واقعہ کوئی بات نہ کرتے' رہی ایسی خوش طبعی جو جھوٹ سے عبارت ہو تو وہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَّهُ ثُمَّ وَيْلٌ لَّهُ»

(سنن أبي داؤد، سنن ترمذي وسنن نسائي)

"اس آدمی کے لئے بربادی ہے! جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے لئے بربادی ہے۔ پھر اس کے لئے بربادی ہے۔"

----شیخ ابن باز----

سات آدمیوں والی حدیث مردوں کے ساتھ خاص نہیں

سوال ۳ "سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن

اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہو گا" کیا یہ حدیث مردوں کے ساتھ خاص ہے' یا ان جیسے اعمال بجالانے والی عورتیں بھی اس اجر کی مستحق ہو سکتی ہیں؟

جواب مذکورہ بالا حدیث میں مذکور اجر صرف مردوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ یہ مردوں اور عورتوں سب کے لئے عام ہے۔ لہٰذا وہ نوجوان لڑکی جس نے بچپن سے ہی اللہ کی بندگی میں نشوونما پائی وہ بھی اس اعزاز کی مستحق ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ایک دوسری سے محبت کرنے والی عورتیں بھی اس میں داخل ہیں۔ وہ خاتون جسے خوبصورت اور صاحب منصب نوجوان نے دعوت گناہ دی اور اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اللہ سے ڈرتی ہوں' تو وہ بھی اس اجر و ثواب کی مستحق ہے۔ جس عورت نے اپنی پاکیزہ کمائی سے اس طرح مخفی صدقہ کیا کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چل سکا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے تو وہ بھی اس تکریم کی حقدار ہو گی۔ اسی طرح جس عورت نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور رو دی تو وہ بھی مردوں کیلئے بیان کئے گئے ثواب کی حقدار ہو گی۔ رہی امارت تو وہ مردوں کا خاصہ ہے۔ اسی طرح مساجد میں باجماعت نماز ادا کرنا بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے۔ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ جیساکہ رسول اللہ ﷺ سے وارد صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

----شیخ ابن باز----

عورت کی ڈرائیونگ کا حکم

سوال ۴ عورت کا گاڑی چلانا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' کیونکہ اس سے بے شمار خرابیاں اور خطرناک نتائج جنم لیتے ہیں' مثلاً مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط' ایسی ممنوع چیزوں کا ارتکاب جن کی بناء پر ایسے امور کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ شریعت مطہرہ نے حرام تک پہنچانے والے تمام وسائل واسباب کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اللہ عزوجل نے ازواج مطہرات اور مومن عورتوں کو گھروں میں رہنے' پردہ کرنے اور غیر محرم مردوں کے سامنے اظہار زینت سے منع فرمایا ہے' کیونکہ یہ سب کچھ اس اباحیت کا پیش خیمہ ہے جو کہ مسلم معاشرہ کے لئے تباہ کن ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۳۳)

"اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیمی جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو اور نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۹)

"اے نبی! (ﷺ) اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور عام مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيْرِ أُو۟لِى ٱلْإِرْبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفْلِ ٱلَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا۟ عَلَىٰ عَوْرَٰتِ ٱلنِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں اور عورتیں اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کو پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا خَلاَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ»(رواه أحمد١/ ٢٢٢)

"نہیں خلوت میں جاتا کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ مگر تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"

شریعت مطہرہ نے رزائل کا ذریعہ بننے والے تمام وسائل کے اپنانے سے منع کیا ہے۔ اس میں بدکاری سے ناواقف پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا بھی شامل ہے' شریعت نے اس کی انتہائی سنگین سزا مقرر کی ہے تاکہ مسلم معاشرے کو غلط کاری کے اسباب عام ہونے سے بچایا جائے اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ عورت کا گاڑی چلانا بھی ان اسباب میں سے ایک ہے۔ لیکن شرعی احکام سے عدم واقفیت اور برے انجام سے بے خبری کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شرعی منکرات کا سبب بننے والے امور سے کوتاہی برتی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اکثر لوگ دلی روگ کا شکار ہونے' اباحیت کا دلدادہ بننے اور اجنبی عورتوں کے نظارے سے لطف اندوز ہونے لگتے ہیں' یہ سب کچھ اس پر خطر وادی میں بلا سوچے سمجھے کود پڑنے اور خطرناک نتائج سے لاپرواہی کا رویہ اپنانے کا نتیجہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَـٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾

(الأعراف٧/ ٣٣)

"آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے تو صرف ان تمام فحش باتوں کو حرام قرار دیا ہے' جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم و زیادتی کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کی تم سند ہی نہ رکھو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ ﴾ (البقرة٢/ ١٦٨-١٦٩)

"اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تو تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا کہ تم اللہ پر ایسی باتیں گھڑ لو جن کا تمہیں علم نہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ»(رواه البخاري ومسلم في كتاب الذكر والدعاء باب۲٦)

"میں نے اپنے پیچھے ایسا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ خطرناک ہو۔"

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں دریافت کیا کرتے' جبکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق دریافت کرتا' اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں وہ مجھے پانہ لے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ خیر (اسلام) عطا فرمائی' کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں' میں نے پھر عرض کیا: اس شر کے بعد پھر خیر آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور اس میں کچھ فساد بھی ہو گا' میں نے کہا: اس کا فساد کیا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر ہدایت کے ھادی ہوں گے۔ تو ان سے کچھ اچھی چیزیں دیکھے گا اور کچھ بری بھی۔ میں نے پھر کہا: کیا اس خیر کے بعد شر آئے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں' جہنم کے دروازوں پر کچھ داعی ہوں گے جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں ان کا تعارف کرائیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ہم سے ہوں گے۔ ہماری زبان میں گفتگو کریں گے۔ میں نے کہا: اگر یہ وقت مجھے پالے تو آپ مجھے کیا حکم دیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے وابستہ رہنا۔ میں نے کہا: اگر ان کا امام اور جماعت نہ ہو تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تمام فرقوں سے الگ ہو جانا' اگرچہ تجھے کسی درخت کے تنے کے ساتھ چمٹنا پڑے یہاں تک کہ تجھے اسی حالت میں موت آجائے"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

میں تمام مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے قول و عمل میں تقوی پیدا کریں۔ فتنہ اور اس کی طرف دعوت دینے والوں سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بننے والے تمام امور سے اجتناب کریں' ہر مسلمان اس بارے میں مکمل احتیاط کرے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں نہ ہونے پائے جن کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فتنوں اور فتنہ پرستوں سے محفوظ فرمائے۔ امت مسلمہ کے دین کا تحفظ فرمائے اور بدی کا پرچار کرنے والوں سے اسے حفظ وامان میں رکھے۔ ادیب اور صحافی حضرات اور تمام مسلمانوں کو اپنے پسندیدہ اعمال بجا لانے' مسلمانوں کے امور کی اصلاح اور دین ودنیا میں ان کی کامیابی کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

----شیخ ابن باز----

عورت کا مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنا

سوال ۵ عورت کا مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب یہ بات طے شدہ ہے کہ عورت کا مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے میدان عمل میں اترنا مذموم اختلاط اور خلوت کا سبب بنتا ہے' اور یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ اس کے نتائج خطرناک اور پھل کڑوا ہوتا ہے اور انجام انتہائی برا اور ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ میدان عمل میں اترنا ان قرآنی آیات (احکام) سے متصادم ہے جو عورت کا دائرہ عمل گھر کی چار دیواری تک محدود بناتی ہیں اور اسے ایسے اعمال بجالانے کی تلقین کرتی ہیں جن کے لئے عورت کی تخلیق ہوئی اور جو اس کے ساتھ مخصوص ہیں' اس طرح ہی وہ مردوں کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ ایسے صحیح اور صریح دلائل وبراہین جو اجنبی عورتوں سے خلوت اپنانے' انہیں دیکھنے' شرعی محرمات کے وسائل واسباب کے ارتکاب کو حرام قرار دیتے ہیں محکم اور کثیر تعداد میں ہیں جو کہ انجام بد سے دوچار کرنے والے مرد وزن کے اختلاط کے حرام ہونے کے بارے میں فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔ ان دلائل میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾ ﴾

(الأحزاب ۳۳/ ۳۳-۳۴)

"(اے نبی) کی بیویو!) اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو اے نبی کی بیویو! اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے وہ ہر قسم کی گندگی و پلیدی کو دور کردے اور تمہیں (ہر طرح سے) خوب پاک صاف کردے۔ تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو حدیثیں پڑھی جاتی ہیں یاد رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ

مخفی سے مخفی بات تک کو جاننے والا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَـٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٥٩)

"اے نبی! اپنی بیویوں سے' اپنی صاحبزادیوں اور (عام) مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی' پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا۟ مِنْ أَبْصَـٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوا۟ فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَـٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَـٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ ﴾

"(اے نبی) ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں' اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے۔ لوگ جو کچھ کرتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کو سب کچھ کی خبر ہے اور آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے۔"

ایک اور جگہ پر ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٥٣)

"اور تم جب ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو' یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ، قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟

قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ»(رواه الترمذي في كتاب الرضاع وأحمد٤/٤٩)

"اپنے آپ کو (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچاؤ' پوچھا گیا یارسول اللہ! خاوند کے بھائی کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو موت ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اجنبی عورت کے ساتھ اختلاط سے مطلقاً منع کرتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ»

"ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"

عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا تاکہ فساد کا سد باب کیا جاسکے' گناہ کا دروازہ بند ہو اور شر کے اسباب کا خاتمہ کیا جاسکے اور دونوں کو شیطانی مکاریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اسی لئے نبی ﷺ سے صحیح حدیث ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ»

"دنیا سے بچو! اور عورتوں سے بچو! اس لئے کہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہوا۔"

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ»(رواه مسلم في كتاب الذكر والدعاء باب ٢٦)

"میں نے اپنے بعد اپنی امت میں مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔"

مذکورہ بالا آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ ایسے اختلاط سے دور رہنا ضروری ہے جو کہ فتنہ وفساد کو جنم دیتا ہو۔ خاندانوں کو تباہ کرتا ہو اور معاشرے کو برباد کرنے کا سبب بنتا ہے۔ جب ہم بعض اسلامی ممالک میں عورت کی حیثیت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلنے اور اپنی فطری ذمہ داریوں سے ہٹ کر دیگر کاموں میں مشغول ہونے کی بناء پر ذلت وپستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکی ہے مغرب اور مغرب کے مقلد ممالک میں بعض دانشور اب دوبارہ عورت کو اس کے اس فطری دائرہ عمل میں لانے کے لئے نعرہ زن ہیں۔ وہ فطری کردار وعمل جس کے لئے قدرت نے اس کی تخلیق کی اور جس کے لئے جسمانی وعقلی طور پر اس کی ترکیب فرمائی' لیکن یہ وقت بیت جانے اور سب کچھ کھونے کے بعد ہو رہا ہے۔

اگر خواتین گھریلو کام کاج میں حصہ لیں' درس وتدریس اور عورتوں سے متعلق دیگر شعبہ ہائے حیات میں کام کریں تو انہیں مردوں کے ساتھ مصروف عمل ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں رہے گی۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ تمام بلاد اسلامیہ کو دشمنان اسلام اور انکے تباہ کن منصوبوں سے محفوظ فرمائے۔ تمام ذمہ داران اور اصحاب قلم وقرطاس کو اس امر کی توفیق بخشے کہ وہ ایسے امور کی طرف مسلم عوام کی راہنمائی کریں جو دین ودنیا میں انکے معاملات کی اصلاح کر سکیں۔ وہ اپنے رب کے احکام کو نافذ کریں جو ان کا خالق ہے اور انکی بھلائی سے بخوبی آگاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام دیار اسلام کے ذمہ دار حضرات کو ہر وہ کام کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے جس میں بندگان رب اور بلاد اسلامیہ کا بھلا ہو۔ ان کے معاش اور معاد کے معاملات کی درستگی ہو۔ وہ ہم سب کو' جملہ اہل اسلام کو اور مسلم حکمرانوں کو گمراہ کن فتنوں اور اپنی ناراضگی کے اسباب سے اپنی پناہ میں رکھے' آمین۔ انہ ولی ذلک والقادر علیہ۔

-----شیخ ابن باز-----

عورت کا نشئی خاوند کے ساتھ رہنا

سوال ۶ میرے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ خاوند نشے کا عادی ہے۔ اس جرم کی پاداش میں وہ پہلے قید بھی رہا ہے۔ وہ دائمی شرابی ہے۔ اس نے مجھے اور میرے بچوں کو عذاب سے دو چار کئے رکھا۔ اب اس نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میں اپنے بچوں سمیت والدین کے ہاں مقیم ہوں۔ وہ ہم پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا اور مجھے اس کے پاس دوبارہ جانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ وہ مجھ سے بچے چھین لینے کی دھمکیاں دیتا رہتا ہے' جبکہ میں ایک ماں ہونے کے حوالے سے اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس بارے میں میری راہنمائی فرمائیں۔

جواب یہ قضیہ شرعی عدالتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ عادی شراب نوش کے ساتھ رہنا ناروا ہے۔ ایسا شخص بیوی بچوں کے لئے ضرر رساں ہے' اس سے دور ہی رہنا چاہئے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نصیب فرمادے اور وہ اپنی اصلاح کرے تو دوسری بات ہے۔ اگر عدالت میاں بیوی کے درمیان تفریق کرادے تو غالباً وہ بچوں کو ماں کے حوالے کرے گی' اس لئے کہ ماں اس کی اہل ہے اور شرابی باپ نااہل۔ جب تک اس میں شراب نوشی کی عادت موجود ہے وہ بچوں کو اپنی تحویل میں لینے کا اہل نہیں کیونکہ اس طرح وہ ان کے ضیاع اور بربادی کا باعث بنے گا۔ دریں حالات عورت

آدمی سے بڑھ کر بچوں کی حقدار ہے' چاہے وہ بچیاں ہی کیوں نہ ہوں؟ بظاہر عدالتوں کا فیصلہ یہی ہونا چاہئے اور واجب بھی یہی کچھ ہے کہ بچے ماں کے پاس رہیں کیونکہ وہ باپ سے بہتر ہے۔ جبکہ ان کا باپ فاسق ہے اگر عورت خاوند سے رجوع نہ کرنا چاہے تو یہ امر مستحسن ہے کیونکہ وہ خطرات سے دوچار رہے گی۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ وہ جملہ کوتاہیوں کے باوجود نماز پڑھتا ہو' لیکن اگر وہ نماز نہیں پڑھتا تو اس صورت میں عدم رجوع واجب ہے' کیونکہ تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ» (ترمذی)

"ہمارے اور ان (کفار) کے درمیان نماز حد فاصل ہے' جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے یقیناً کفر کیا۔" لہٰذا تارک نماز سے الگ رہنا واجب ہے۔

ارشاد قرآنی ہے:

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ (الممتحنة ٦٠/ ١٠)

"وہ (مومن عورتیں) کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافر ان مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں۔"

اللہ تعالیٰ اگر اسے ہدایت نصیب فرما دے اور وہ تائب ہو جائے تو دوسری بات ہے اس سے قبل عورت اپنے میکے جاسکتی ہے یا خاوند سے الگ اپنے بچوں کے پاس رہ سکتی ہے۔

اگر وہ نماز پڑھتا ہے اور شراب بھی پیتا ہے' تو یہ ایک عظیم گناہ اور سنگین جرم ہے' لیکن وہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اس بناء پر بیوی کو خاوند سے انکار کرنے اور گھر سے نکل جانے کی اجازت ہے' وہ معذور سمجھی جائے گی اور اگر وہ صبر کر سکے تو ساتھ رہنے میں کوئی حرج نہیں۔

----شیخ ابن باز----

انحراف پسند رسائل و جرائد کے اجراء' ان میں کام کرنے' ان کے خریدنے اور تقسیم کرنے کا حکم

سوال ۷ ایسے رسائل و جرائد جو عورتوں کی ننگی اور عشقیہ تصاویر' نیز اداکاروں اور اداکاراؤں کی خبریں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں ان کے اجراء کا کیا حکم ہے؟ نیز ایسے رسائل کے ورکروں'

خریداروں اور تقسیم کاروں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب خواتین کی تصاویر شائع کرنے والے' زنا کاری' فحش کاری' لواطت اور نشہ آور اشیاء کے استعمال کی دعوت دینے والی تصاویر پر مشتمل رسائل وجرائد کا اجراء جائز نہیں ہے۔ ایسے رسائل میں کام کرنا بھی جائز نہیں ہے' وہ کتابت کی صورت میں ہو یا ترویج وغیرہ کی صورت میں' کیونکہ یہ سب کچھ گناہ اور عدوان پر تعاون کرنے' زمین میں فتنہ وفساد برپا کرنے' معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے اور اخلاق رذیلہ کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٢﴾ ﴾ (المائدہ۵/ ۲)

''نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ اور عدوان پر تعاون نہ کرو' اور اللہ سے ڈر جاؤ' یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لاَ يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلاَلَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لاَ يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا»(صحيح مسلم، كتاب العلم١٦)

''جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے تو اسے اس ہدایت پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اس کا یہ اجر ان کے اجر سے کچھ کم نہ کرے گا۔ اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دے تو اس پر اس گمراہی پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہو گا۔ اس کا یہ گناہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ ہو گا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا بَعْدُ: رِجَالٌ بِأَيْدِيْهِمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلاَتٌ مُمِيْلاَتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لاَ يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا»(صحيح مسلم، كتاب الجنة والنار٥٢)

"دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ کہ ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی (یعنی چست اور باریک لباس پہننے والی) (گناہ کی طرف) مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی ان کے سر بختی اونٹوں کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جاتی ہے۔"

اس مفہوم کی کئی ایک آیات مبارکہ اور احادیث وارد ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ایسے کام کرنے کی توفیق دے جن میں ان کی اصلاح اور کامیابی کا سامان ہو۔ ذرائع ابلاغ اور صحافتی سرگرمیوں کے ذمہ دار حضرات کو ایسے امور بجالانے کی توفیق عطا فرمائے جو مسلم معاشرہ کی سلامتی اور نجات کے ضامن ہوں۔ انہیں ان کے نفس کی شرارتوں اور شیطانی جالوں سے محفوظ رکھے کہ وہ بڑا سخی اور کریم ہے۔

-----شیخ ابن باز-----

انحراف پسند رسائل و جرائد کے مطالعہ کا حکم

سوال ۸ انحراف پسند رسائل و جرائد کا مطالعہ کرنے والی خواتین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب ہر مکلف مرد و عورت پر بدعت و ضلالت سے بھرپور کتابوں اور خرافات و واہیات کے علمبردار رسائل و جرائد کا مطالعہ کرنا حرام ہے۔ ایسے تمام اخبارات و رسائل جو جھوٹ کے پیامبر اور اخلاق فاضلہ کے انحراف کا ارتکاب کرتے ہوں ناقابل مطالعہ ہیں۔ ہاں جو شخص ایسے رسائل و جرائد میں موجود دینی انحراف اور الحاد و بے دینی کا رد کرے اور لوگوں کو استقامت کی راہ پر گامزن کرنے کی سعی کرے، تو وہ ایسے مواد کا مطالعہ کر سکتا ہے تاکہ وہ عوام کو اس شر سے آگاہ کر سکے اور ان کی غلط روش کی تردید کر سکے۔

-----دارالافتاء کمیٹی-----

قرآن ہی نعم البدل ہے

سوال ۹ محترم! آپ ان لوگوں کو کیا نصیحت کرنا چاہیں گے جو کئی ماہ تک بغیر کسی شرعی عذر کے

قرآن مجید کو ہاتھ تک نہیں لگاتے؟ جبکہ غیر مفید اخبارات و رسائل کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتے رہتے ہیں۔

جواب اہل ایمان خواتین و حضرات کے لئے تفکر و تدبر کے ساتھ کثرت سے تلاوت کلام پاک کرنا مسنون ہے، چاہے زبانی پڑھے یا قرآن مجید سے دیکھ کر، بہرحال اس کی تلاوت ضرور کرنی چاہیئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كِتَـٰبٌ أَنزَلْنَـٰهُ إِلَيْكَ مُبَـٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَـٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ ﴿٢٩﴾ ﴾
(ص ٣٨/ ٢٩)

"یہ (قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔"

اسی طرح ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَـٰبَ ٱللَّهِ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَـٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَـٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ ﴾ (فاطر ٣٥/ ٢٩-٣٠)

"بے شک وہ لوگ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی آس لگائے بیٹھے ہیں جو کبھی ماند نہ پڑے گی تاکہ وہ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا حصہ دے اور اپنے فضل سے کچھ زائد بھی دے، بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور قدر دان ہے۔"

مذکورہ بالا آیت تلاوت کرنے اور عمل کرنے دونوں سے عبارت ہے۔ خلوص دل سے، تدبر اور تفکر کے ساتھ تلاوت کرنا اتباع کا ایک ذریعہ اور اجر عظیم کا باعث ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ، فَإِنَّهُ يَأْتِيْ شَفِيْعًا لأَصْحَابِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(صحيح مسلم، صلاة المسافرين ٢٥٢)

"قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اصحاب قرآن کے لئے سفارش کرے گا۔"

آنحضرت ﷺ نے مزید فرمایا:

«خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ»(صحيح البخاری)

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔"

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لاَ أَقُوْلُ[أَلَمَ] حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلاَمٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ»

(رواه الترمذي في كتاب ثواب القرآن باب١٦)

"جس شخص نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اسے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس گنا شکل میں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔"

آپ ﷺ نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

«اِقْرَإِ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: اِقْرَأْهُ فِيْ سَبْعٍ»(صحيح البخاري فضائل القرآن، باب ٣٤ وأبوداود ورمضان)

"ہر ماہ میں ایک بار مکمل قرآن پڑھا کرو انہوں نے کہا میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: سات دنوں میں پڑھ لے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ سات دنوں میں قرآن مجید مکمل کر لیا کرتے تھے۔ میری تمام تلاوت قرآن کرنے والوں کو وصیت ہے کہ وہ تدبر و تفکر اور خلوص دل کے ساتھ بکثرت تلاوت قرآن کیا کریں' اس کے ساتھ ہی ساتھ حصول علم اور فائدے کا بھی ارادہ کریں۔ وہ قرآن مجید کو ہر ماہ ختم کیا کریں اس سے کم مدت میں ختم کر سکیں تو یہ خیر کثیر ہے۔ سات دن سے کم مدت میں بھی ختم کیا جا سکتا ہے اور تین دن سے کم مدت میں ختم نہ کرنا زیادہ افضل ہے' کیونکہ یہ کم از کم مدت ہے جس کی تلقین نبی ﷺ نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو فرمائی تھی' نیز اس لئے بھی کہ اس سے کم مدت میں قرآن مجید ختم کرنا جلد بازی اور عدم تدبر کا باعث بن سکتا ہے۔

قرآن مجید بغیر طہارت کے دیکھ کر پڑھنا ناجائز ہے' جبکہ زبانی بلا وضوء پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جہاں تک جنبی آدمی کا تعلق ہے تو وہ غسل کرنے تک نہ تو دیکھ کر پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی زبانی اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ، لاَ يَحْجُزُهُ شَيْءٌ عَنِ الْقُرْآنِ سِوَى الْجَنَابَةِ»(رواه

أحمد ١/ ٨٤ وأبوداؤد وكتاب الطهارة باب ٩١)

"نبی ﷺ کو جنابت کے علاوہ کوئی چیز تلاوت قرآن سے نہیں روکتی تھی۔"

----شیخ ابن باز----

موسیقی اور لچر قسم کے ٹی وی پروگراموں کا حکم

سوال ۱۰ موسیقی اور گانے سننے کا کیا حکم ہے؟ نیز بے پردہ عورتوں پر مشتمل ٹی وی پروگرام دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کا حکم یہ ہے کہ یہ حرام اور منع ہے، اس لئے کہ یہ چیزیں اللہ کے دین کے راستے میں رکاوٹ ہیں، قلبی امراض کا سبب ہیں اور حرام کردہ فواحش و منکرات کے ارتکاب کا باعث ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُوْلَـٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَـٰتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِىٓ أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٧﴾ ﴾ (لقمان ٣١/ ٦-٧)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خرافات اور لغو باتیں خریدتے ہیں تاکہ بے عملی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والے عذاب ہیں جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے۔ آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔"

یہ دونوں آیتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ لہو و لعب اور آلات موسیقی کا سننا گمراہ ہونے، گمراہ کرنے، آیات الٰہیہ کا مذاق اڑانے اور ان کے مقابلے میں استکبار کا باعث ہیں۔

----شیخ ابن باز----

ایسے پروگرام سننے کا حکم جن کے دوران موسیقی بھی نشر ہو

سوال ۱۱ ریڈیو پر اخبارات کی آراء وغیرہ نشر ہونے کے دوران موسیقی بھی نشر ہوتی ہو تو ایسے پروگرام سننے کا کیا حکم ہے؟

جواب ایسے پروگرام سننے اور ان سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب موسیقی شروع ہو تو اس کے ختم ہونے تک ریڈیو بند کر دیا جائے اس لئے کہ موسیقی آلات لہو ولعب سے ہے۔

----شیخ ابن باز----

ان کا کہنا ہے میں دقیانوسی خیالات کی حامل ہوں

سوال ۱۲ میں نوجوان لڑکی ہوں۔ دیگر طالبات کے ساتھ داخلی ہوسٹل میں مقیم ہوں' اللہ تعالیٰ نے حق کی طرف میری راہنمائی فرمائی اور بحمد اللہ میں نے اس کا دامن تھام لیا' جب اپنے اردگرد اور خاص طور پر بعض ساتھی طالبات میں کچھ معاصی اور منکرات کو دیکھتی ہوں مثلاً گانے سننا' غیبت کرنا اور چغلی کھانا وغیرہ تو شدید قسم کی ذہنی کوفت سے دو چار ہوتی ہوں۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا' مگر ان میں سے کچھ تو میرا مذاق اڑاتی ہیں اور کہتی ہیں میں پرانے خیالات کی حامل ایک دقیانوسی لڑکی ہوں دریں حالات مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ میری راہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

جواب آپ پر حسب استطاعت اچھے انداز اور نرم لہجے میں ان کے ان اعمال کا انکار واجب ہے۔ اپنے علم کے مطابق اس بارے میں قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ دیں' ان کے ساتھ گانا سننے اور دیگر حرام اقوال وافعال میں شریک نہ ہوں اور امکانی حد تک ان سے الگ رہیں تاآنکہ وہ کسی اور بات میں مصروف نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بناء پر:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِىٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ﴾ (الأنعام٦/ ٦٨)

"اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری نشانیوں کو مشغلہ بناتے ہوں تو ان سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔"

جب آپ حسب استطاعت ان کے غلط رویوں کا انکار کریں گی اور ان کے غیرپسندیدہ اعمال سے الگ رہیں گی تو آپ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائیں گی اور ان کا غیر شرعی امور کا ارتکاب کرنا اور آپ پر عیب دھرنا آپ کے لئے نقصان دہ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ ﴾ (المائدة٥/ ١٠٥)

"اے ایمان والو! تم اپنی ہی فکر کرو' جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو بتلا دے گا جو کچھ تم سب کرتے تھے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے کہ بندۂ مومن جب حق کا التزام کرتے ہوئے ہدایت پر قائم رہے تو پھر کسی کی گمراہی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یعنی جب وہ شرعی منکرات کا انکار کرتے ہوئے خود حق پر ثابت قدم رہے اور دوسروں کو خوبصورت انداز میں اس کی طرف دعوت دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے ضرور کوئی راستہ نکالے گا' اور اگر صبر واستقامت کے ساتھ ان کی راہنمائی کرتی رہیں گی تو اللہ تعالیٰ انہیں اس سے ضرور فائدہ پہنچائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اگر آپ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے غیر شرعی امور کی مخالفت کرتی رہیں گی تو آپ کے لئے بڑی نیکی اور اچھے انجام کی خوشخبری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَٱلْعَـٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾ ﴾ (الأعراف ٧/ ١٢٨)

"پرہیزگاروں کے لئے اچھا انجام ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَٱلَّذِينَ جَـٰهَدُوا۟ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ ﴾ (العنکبوت ٢٩/ ٦٩)

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے ضرور دکھا دیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پسندیدہ اعمال بجالانے کی توفیق دے اور صبر واستقامت سے نوازے۔ آپ کی بہنوں' اہل خانہ اور ساتھی طالبات کو بھی اپنے پسندیدہ اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ سننے والا قریب ہے اور وہی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

----شیخ ابن باز----

غیبت اور چغل خوروں پر انکار سے شرمندگی

سوال ۱۳: میں ایک نوجوان لڑکی ہوں اور چغل خوری سے نفرت کرتی ہوں۔ کبھی ایسے لوگوں کے پاس بھی رہنا ہوتا ہے جو دوسرے لوگوں کے متعلق گفتگو کرتے کرتے غیبت گوئی تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں اندر ہی اندر اسے ناپسند کرتے ہوئے کڑھتی رہتی ہوں' مگر زیادہ شرمیلے پن کی وجہ سے

انہیں ایسا کرنے سے روک نہیں پاتی اور نہ ہی ان سے دور جا سکتی ہوں' جبکہ میری تمنا یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ دوسری باتوں میں مصروف ہو جائیں۔ کیا اس دوران ان کے پاس بیٹھنے سے میں گناہ گار ہوں گی؟ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب اگر آپ شرعی منکرات کا انکار نہیں کرتیں تو گناہ گار ہیں۔ آپ انہیں سمجھائیں اگر وہ آپ کی بات تسلیم کر لیں تو الحمد للہ' بصورت دیگر انہیں چھوڑ کر الگ ہو جانا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِىٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ﴾ (الأنعام٦/ ٦٨)

"اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔"

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ»(صحيح مسلم، كتاب الايمان حديث٧٨)

"تم میں سے جو شخص بھی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے' اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔"

اس مفہوم کی قرآنی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہیں۔

----شیخ ابن باز----

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

سوال ۱۴ جب ہم غیبت اور چغل خوری سے روکنا چاہیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے وہ لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں اور ہم پر ناراض ہوتے ہیں' چاہے وہ والدین ہی کیوں نہ ہوں' تو کیا ان کی ناراضگی کی وجہ سے ہم گناہ گار ہوں گے؟ کیا ہم منع کرتے رہیں یا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں؟

جواب امربالمعروف اور نہی عن المنکر اہم ترین فرائض میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ﴾ (التوبة۹/ ۷۱)

"اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے رفیق اور دوست ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے رہتے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر مومن مردوں اور عورتوں کا ضروری وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۱۰)

"تم بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے' تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ»(صحيح مسلم، كتاب الإيمان حديث۷۸)

"تم میں سے جو شخص بھی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے' اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔"

امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام نہ دینے اور اس ذمہ داری کو نہ نبھانے والوں کی مذمت میں بہت ساری آیات اور احادیث وارد ہیں۔

لہٰذا آپ پر اور ہر مومن مرد و عورت پر امربالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے' اگرچہ جنہیں تم روکتے ہو وہ ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر وہ تمہیں گالیاں دیں تو انبیاء علیہم السلام کی اقتداء میں صبر کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

﴿ فَٱصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُوْلُواْ ٱلْعَزْمِ مِنَ ٱلرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف۴۶/ ۳۵)

"آپ صبر کیجئے جیسا کہ اولو العزم رسولوں نے صبر کیا تھا۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَٱصۡبِرُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿٤٦﴾ ﴾ (الأنفال٨/ ٤٦)

"اور صبر کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔"

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا:

﴿ يَٰبُنَيَّ أَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَٱنۡهَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَٱصۡبِرۡ عَلَىٰ مَآ أَصَابَكَۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ ٱلۡأُمُورِ ﴿١٧﴾ ﴾ (لقمان٣١/ ١٧)

"میرے بیٹے نماز قائم کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر' اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر بے شک یہ (صبر) ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

اور یہ بات شک وشبہ سے بالا تر ہے کہ معاشرے کی اصلاح اور استقامت اللہ تعالیٰ کی نصرت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہی ممکن ہے۔ معاشرتی بگاڑ' اس کی ٹوٹ پھوٹ اور عمومی عقوبت ایسی چیزوں کا ایک اہم ترین سبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فریضے کا ترک ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابِهِ»(رواه أحمد١/ ٢)

"لوگ جب برائی کو دیکھیں گے اور اسے روکیں گے نہیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمومی عذاب میں گرفتار کرلے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کفار بنی اسرائیل کی سیرت و کردار سے خبردار کرتے ہوئے یوں فرمایا:

﴿ لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُۥدَ وَعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَن مُّنكَرٖ فَعَلُوهُۚ لَبِئۡسَ مَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ﴿٧٩﴾ ﴾ (المائدة٥/ ٧٨۔٧٩)

"بنی اسرائیل کے کافروں پر داوٗد اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کی زبانی لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے برابر نافرمانی کی اور حد سے آگے نکل جاتے تھے۔ جو برائی انہوں نے اختیار کر رکھی تھی ایک دوسرے کو اس سے روکتے نہ تھے۔ جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا

تھا۔"

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ وہ ہمیں (حاکم ومحکوم سب کو) اس فریضہ کی بانداز احسن ادائیگی کی توفیق بخشے۔ ان کے احوال کی اصلاح فرمائے اور اہل اسلام کو اپنے غضب کے اسباب سے بچائے یقیناً وہ سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

----شیخ ابن باز----

عورتوں کے لئے بال اتارنے کا حکم

سوال ۱۵ مندرجہ ذیل کا شرعی حکم کیا ہے؟

① بغلوں اور زیر ناف بالوں کا ازالہ کرنا۔

② عورتوں کا ٹانگوں اور بازوؤں کے بال اتارنا۔

③ خاوند کی فرمائش پر ابرؤوں کے بال اتارنا۔

جواب ① بغلوں اور زیر ناف حصوں کے بال اتارنا سنت ہے۔ بغلوں کے بال نوچنا (یعنی ہاتھ سے اکھیڑنا) جبکہ زیر ناف بالوں کا مونڈنا افضل ہے۔ ویسے ان بالوں کا کسی بھی طرح ازالہ کرنا درست ہے۔

② جہاں تک عورتوں کے لئے ٹانگوں اور بازوؤں کے بال اتارنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

③ عورت کے لئے خاوند کی فرمائش پر ابرو کے بال اتارنا ناجائز ہے' کیوں کہ نبی ﷺ نے نامصہ اور متنمصہ یعنی بال اکھاڑنے والی اور بال اکھڑوانے والی (اس کا مطالبہ کرنے والی) دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (نمص) سے مراد ابرو کے بال اتارنا ہے۔

-----شیخ ابن باز-----

مال وغیرہ میں بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا

سوال ۱۶ کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں ایک بچے کو کچھ دوں اور دوسرے کو اس لئے نہ دوں کہ وہ غنی ہے؟

جواب آپ کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ آپ بعض بچوں کو تو کوئی چیزیں دیں اور بعض کو

اس سے محروم رکھیں' بلکہ ہدایت کے اصول کے تحت ان میں عدل وانصاف سے کام لینا واجب ہے۔ سب کو دیا جائے یا سب کو چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ»(متفق عليه)

"اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں میں عدل کرو۔"

اگر تمام بچے کسی ایک کے ساتھ خصوصی سلوک پر راضی ہوں تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں' بشرطیکہ وہ بالغ اور راشد ہوں۔ اسی طرح اگر بچوں میں سے کوئی ایک کسی بیماری یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے روزی کمانے سے قاصر ہو اور اس کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے اس کا باپ یا بھائی نہ ہو اور نہ حکومت کی طرف سے اس کی کفالت کا کوئی انتظام ہو تو اس صورت میں آپ اس پر بقدر ضرورت خرچ کر سکتی ہیں' تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دے۔

----شیخ ابن باز----

پرانے سونے کا نئے سونے سے تبادلہ کا حکم

سوال ۱۷ ایک عورت پرانا سونا لے کر سونے کی مارکیٹ میں جاتی ہے اور صراف (سنار) سے کہتی ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگاؤ جب وہ اس کی قیمت کا اندازہ کر لیتا ہے تو کہتی ہے کہ اس کی قیمت کے بدلے مجھے نیا سونا دے دو۔ کیا اس طریقہ کار میں شریعت اسلامیہ کے مخالف کوئی چیز ہے؟

جواب یہ معاملہ ناجائز ہے' اس لئے کہ یہ سونے کے بدلے سونے کی بیع ہے اور تماثل کا علم نہیں جو کہ معاملے کی صحت کیلئے شرط ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَزْنًا بِوَزْنٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبٰى»(صحيح مسلم)

"سونا سونے کے بدلے (فروخت ہو سکتا ہے) جبکہ وہ مثل بمثل (ایک جیسا) ہو' یا برابر ہو' ہم وزن ہو' اور نقد در نقد ہو۔ جو زیادہ دے یا زیادہ طلب کرے تو اس نے سود کا ارتکاب کیا۔"

اس لئے سونے کو زیادہ سونے کے بدلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ اس تماثل سے مانع ہے جو کہ ایسے معاملے کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اس کے متعلق شرعی طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنے پاس موجود سونے کو مستقل قیمت وصول کر کے فروخت کر دے' پھر اسی شخص سے یا کسی اور

سے اپنی ضرورت کے مطابق سونا خرید لے یہ معاملہ سود سے ہٹ کر ایک مستقل معاملہ ہوتا ہے۔
ایسے معاملات میں یوں کرنا بھی جائز ہے کہ آپ اس سے کرنسی نوٹوں یا چاندی کی کرنسی کے بدلے نقد سونا خرید لیں' یا نقدی کے علاوہ کسی اور چیز کے بدلے سونا خرید لیں چاہے وہ ایک معین عرصہ تک ادھار ہی کیوں نہ ہو' مثلاً قہوہ' الائچی' چاول' چینی اور کپڑے وغیرہ کے بدلے' اس لئے کہ ان اشیاء اور سونے کے تبادلے میں سود نہیں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

----شیخ ابن باز----

باقی ماندہ خوراک کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینکنا اور اخبارات کو دستر خوان کے طور پر استعمال کرنا

سوال ۱۸ (الف) کیا اخبارات کو دستر خوان کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو پڑھنے کے بعد ان سے کیا سلوک کرنا چاہیئے؟

(۲) بعض لوگ باقی ماندہ کھانا کسی کارٹن وغیرہ میں ڈال کر اسے سڑک پر رکھ دیتے ہیں تاکہ اسے جانور کھالیں' مگر صفائی کا عملہ اسے اٹھا کر دوسرے کچرے میں پھینک دیتا ہے۔ کیا اس طرح کرنا درست ہے؟

جواب اگر اخبارات قرآنی آیات اور دیگر مقدس عبارات پر مشتمل ہوں تو انہیں بطور دستر خوان استعمال نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی استعمال کے لئے ان کے لفافے وغیرہ بنانے چاہئیں اور نہ ہی کسی دیگر ذریعے سے ان کی بے وقعتی ہونی چاہیئے۔ ایسے اخبارات کو کسی مناسب جگہ پر محفوظ کرنا یا جلا دینا یا پاک مٹی میں دفن کرنا ضروری ہے۔

باقی ماندہ کھانا فقراء کے میسر آنے کی صورت میں ان کے حوالے کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اسے استعمال کرلیں اگر فقراء میسر نہ ہوں تو اسے بے وقعتی سے بچاتے ہوئے کہیں دور ٹھکانے لگانا ضروری ہے تاکہ جانور وغیرہ کھا سکیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو اسے کارٹن یا لفافوں وغیرہ میں محفوظ کرنا چاہیئے۔

کھانے کو اہانت اور ضیاع سے بچانے کے لئے ہر شہر کی بلدیہ اپنے سٹاف کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ ایسے کھانے کو کسی صاف جگہ پر رکھے تاکہ وہ جانوروں کی خوراک بن جائے۔

یا بعض لوگ اسے اپنے جانوروں کے لئے اٹھا کر لے جائیں۔

----شیخ ابن باز----

گناہ اور برکت کا اٹھ جانا

سوال ۱۹ میں نے پڑھا ہے کہ گناہوں کا نتیجہ عذاب الٰہی اور برکت اٹھ جانے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ میں تو اس خوف سے رو دیتی ہوں۔ برائے کرم میری راہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب ہر مسلمان مرد وعورت پر گناہوں سے بچنا اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔ اس سے معافی کی امید رکھی جائے۔ اس کے عذاب اور غضب سے ڈرا جائے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے بارے فرمایا:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا۟ لَنَا خَٰشِعِينَ ﴿٩٠﴾ ﴾ (الأنبياء۲۱/ ۹۰)

"تحقیق یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں طمع لالچ اور ڈر خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔"

مزید فرمایا:

﴿ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ ﴾ (الإسراء۱۷/ ۵۷)

"یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کا قرب ڈھونڈھ رہے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک آپ کے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کی چیز ہے۔"

ایک جگہ یوں فرمایا:

﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾ ﴾ (التوبة۹/ ۷۱)

"اور مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مددومعاون اور رفیق ہیں۔ نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں' یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان پر ضرور رحمت کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا اختیار والا اور بڑا حکمت والا ہے۔"

اس کے ساتھ ساتھ مومن کے لئے جائز اسباب کو اپنانا بھی مشروع ہے۔ اس طرح ہی وہ خوف اور امید کو جمع کر سکتا ہے' اور حصول مطلوب اور باعث خوف چیزوں سے بچاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے مباح اسباب کو اپنا سکتا ہے' کہ وہ بڑا سخی اور کرم فرما ہے۔ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ۚ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٢-٣)

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا۔"

اسی نے فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مِنْ أَمْرِهِۦ يُسْرًا ۝٤ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا۔ تو اللہ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا۔"

مزید ارشاد ہوا:

﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٣١ ﴾ (النور ٢٤/ ٣١)

"اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

لہٰذا میری اسلامی بہن! آپ پر گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنا' اس کی اطاعت پر استقامت اختیار کرنا اس کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا اور اس کی ناراضگی کا باعث بننے والے کاموں سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ آپ کے لئے خیر کثیر اور انجام بالخیر کی بشارت ہو۔

----شیخ ابن باز----

ضرورت کے علاوہ تمام جاندار اشیاء کی تصاویر کا حکم

سوال ۲۰ ہمیں بعض لوگوں کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ تصویریں حرام ہیں اور تصویروں والے گھروں میں فرشتے داخل نہیں ہوتے کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا حرام تصاویر سے مراد آدمیوں اور حیوانوں کی تصاویر اور مجسّمے ہیں یا ہر طرح کی تصویریں اس کے تحت آتی ہیں؟ مثلاً شناختی کارڈز اور نوٹوں وغیرہ پر موجود تصویریں بھی؟ اور اگر تمام تصاویر اس حرمت کے تحت آتی ہیں تو ان سے گھروں کو کس طرح صاف کیا جاسکتا ہے؟

جواب تصویر آدمی کی ہو یا کسی حیوان کی وہ مجسم ہو یا کاغذ پر ڈیزائن دار کپڑوں میں بنی ہو یا فوٹو گرافی کے انداز میں ہو الغرض تمام جاندار اشیاء کی تصاویر حرام ہیں۔

یہ بات بھی درست ہے کہ فرشتے تصاویر والے گھروں میں داخل نہیں ہوتے' کیونکہ اس کی دلیل کے طور پر وارد احادیث عام ہیں۔ ہاں ضرورت کے تحت تصویریں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً جرائم پیشہ اور مشتبہ افراد کی گرفتاری کے لئے تصاویر' اسی طرح پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے لئے تصاویر۔ ہمیں امید ہے کہ گھروں میں ایسی تصاویر فرشتوں کے آنے میں رکاوٹ نہیں ہوں گی' کیونکہ ایسی تصویروں کا پاس رکھنا ایک ضرورت ہے۔ بستروں اور تکیوں پر موجود غیر مجسم تصویروں کا بھی یہی حکم ہے۔ اس بارے میں وارد احادیث میں سے ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ» (صحيح البخاري)

"تحقیق تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ جسے تم نے بنایا ہے اسے زندہ بھی کرو۔"

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے اور تصویریں کھینچنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

----دار الافتاء کمیٹی----

یادگاری تصاویر جمع کرنا

سوال ۲۱ یادگاری تصاویر جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب کسی بھی مسلم مرد و عورت کے لئے کسی بھی ذی روح چیز کی یادگاری تصویر سنبھال کر رکھنا جائز نہیں' بلکہ ان کا ضائع کرنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

«لاَ تَدَعْ صُوْرَةً إِلاَّ طَمَسْتَهَا وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ»(صحیح مسلم)

"ہر تصویر کو مٹا دے اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دے۔"

آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ فتح مکہ کے دن کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے تو اس کی دیواروں پر تصویریں دیکھیں۔ آپ ﷺ نے پانی اور کپڑا منگوایا اور انہیں مٹا دیا۔ جہاں تک غیر جاندار اشیاء مثلاً پہاڑ یا درخت وغیرہ کی تصاویر کا تعلق ہے تو ان میں کوئی حرج نہیں۔

----شیخ ابن باز----

عورت کی آواز

سوال ۲۲ کہا جاتا ہے کہ عورت کی آواز پردہ ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب عورت مردوں کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کا محل ہے۔ شہوانی اسباب کی بناء پر طبعی طور پر مردوں کا میلان عورت کی طرف ہوتا ہے۔ اگر عورت ناز و نخرے سے باتیں کرے گی تو فتنہ میں مزید اضافہ ہو گا۔ اس لئے اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جب عورتوں سے کوئی چیز مانگیں تو پس پردہ رہ کر مانگیں:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو! یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی ہے۔"

اسی طرح عورتوں کو بھی مردوں سے بات کرتے وقت نرم لہجہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے' تاکہ دلی روگ میں مبتلا لوگ غلط طمع نہ کرنے لگیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰنِسَآءَ ٱلنَّبِىِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ۚ إِنِ ٱتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۳۲)

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیز گاری کرو' تو نرم لہجے میں

بات نہ کرو کہ جس سے ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے دل میں روگ (بیماری) ہے۔"

جب مضبوط ترین ایمان کے حامل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ حکم ہے تو اس زمانے کا کیا حال ہو گا؟ جبکہ ایمان کمزور پڑ چکا ہو اور دین سے وابستگی بھی کم ہو چکی ہو؟

لہٰذا آپ غیر مردوں سے کم از کم ملاقات اور گفتگو کریں۔ ضرورت کے تحت ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس دوران بھی مذکورہ بالا قرآنی آیت کی رو سے لہجے میں نرمی اور لجاجت نہیں ہونی چاہیئے۔ اس سے آپکو معلوم ہو گیا ہو گا کہ نرم لہجے سے پاک آواز پردہ نہیں ہے' اسلئے کہ خواتین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی امور کے متعلق سوالات کیا کرتی تھیں۔ اسی طرح وہ اپنی ضروریات کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی گفتگو کرتی تھیں اور ان پر اس بارے میں کوئی بھی اعتراض نہیں کیا گیا۔ وباللہ التوفیق۔

----دار الافتاء کمیٹی----

خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا گھر سے باہر جانا

سوال ۲۳ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا بازار جانا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب اگر عورت گھر سے باہر جانا چاہے تو اسے خاوند کو بتا کر جانا چاہیے کہ اسے کہاں جانا ہے۔ خاوند بھی اسے ایسی جگہ جانے کی اجازت دے دے جہاں کسی فتنہ وفساد کا ڈر نہ ہو' اس لئے کہ خاوند اس کی بہتری کے بارے میں زیادہ واقفیت رکھتا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ ﴾ (البقرہ۲/ ۲۲۸)

"اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ عورتوں پر حق ہے' موافق دستور (شرعی) کے اور مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿ ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ﴾ (النساء۴/ ۳۴)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اسلئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔"

----دار الافتاء کمیٹی----

حرام تحفہ

سوال ۲۴ میں قبل ازیں مرد و زن پر مشتمل مخلوط معاشرے میں رہتی تھی' اس دوران ایک شخص نے شیطانی خواہش کی تکمیل کے لئے مجھے سونے کا ایک قیمتی ہار بطور تحفہ پیش کیا۔ الحمدللہ کہ میں اب اس معاشرے سے نکل آئی ہوں اور حق کا راستہ پہچان لیا ہے اور اپنے کئے پر نادم ہوں۔ کیا اب اس تحفے پر میرا کوئی حق ہے؟ اسے زیب تن کرنا میرے لئے جائز ہے' یا اسے صدقہ کردوں یا آخر کیا کروں؟ یاد رہے کہ میں اب اس معاشرے کو ناپسند کرتی ہوں' لہٰذا اسے واپس کرنا بھی ناممکن ہے؟

جواب عزت وناموس کی اس سلامتی پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں' مالک کو تحفہ واپس نہ کریں بلکہ اسے صدقہ کردیں۔

----دارالافتاء کمیٹی----

عورت کی آواز کا پردہ ہے

سوال ۲۵ ٹیلی فون یا دیگر ذرائع رابطہ پر اجنبی شخص کے لئے کسی عورت کی آواز سننے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب صحیح قول کی رو سے اجنبی (غیر محرم) لوگوں کیلئے عورت کی آواز پردہ ہے۔ اسلئے دوران نماز اگر امام کسی غلطی کا ارتکاب کرے تو عورتیں مردوں کی طرح سبحان اللہ نہیں کہتیں بلکہ تالی بجاتی ہیں' عورت اذان بھی نہیں کہہ سکتی کہ اس میں آواز بلند کرنا پڑتی ہے' اسی طرح وہ دوران احرام تلبیہ بھی اتنی آواز میں کہہ سکتی ہے کہ اسکے ساتھ والی سن لے۔ لیکن بعض علماء نے عورت کیلئے بقدر ضرورت مردوں سے گفتگو کو جائز قرار دیا ہے' مثلاً کسی سوال کا جواب دینا' بشرطیکہ ماحول شک سے پاک ہو اور شہوت بھڑکنے کا خطرہ بھی نہ ہو۔ اسکی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۳۲)

"تم نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی خیال کرے۔"

کیونکہ جب کوئی خاتون ملائمت سے گفتگو کرے یا میاں بیوی کے مابین ہونے والی گفتگو کا سا انداز اپنائے تو اس کے دل میں شہوانی خیالات ابھرتے ہیں۔ لہٰذا اضطراری حالت میں بقدر ضرورت

ایک خاتون ٹیلی فون وغیرہ پر غیر مردوں سے گفتگو کر سکتی ہے' وہ خود بھی رابطہ کر سکتی ہے اور فون کا جواب بھی دے سکتی ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

عورت کا اجنبی آدمی کے ساتھ گاڑی میں سوار ہونا

سوال ۲۶ عورت کا اجنبی ڈرائیور کے ساتھ سوار ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب اکیلی عورت کا اجنبی ڈرائیور کے ساتھ ایک گاڑی میں سوار ہونا ناجائز ہے' تاوقتیکہ عورت کا محرم اس کے ساتھ موجود ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ»(رواه البخاري كتاب النكاح باب ١١٢)

"کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔"

اگر ڈرائیور کے ساتھ دو یا زیادہ عورتیں ہوں تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ اس طرح خلوت نہیں ہوتی۔ اس میں بھی شرط یہ ہے کہ ڈرائیور قابل اعتماد ہو اور حالت بھی سفر کی نہ ہو۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

گھر میں کتا رکھنا

سوال ۲۷ ہمارے گھر میں ایک کتیا ہے۔ ہم اسے جب گھر لائے تھے تو اس وقت ہم ضرورت کے علاوہ کتا رکھنے کے شرعی حکم سے آگاہ نہیں تھے۔ جب ہم شرعی حکم سے آگاہ ہوئے تو ہم نے اسے بھگا دیا۔ لیکن چونکہ وہ ہم سے مانوس ہو گئی تھی اس لئے وہ گھر چھوڑ کر نہ گئی۔ میں اسے جان سے مارنا بھی نہیں چاہتا' اس کا حل کیا ہے؟

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ بجزان صورتوں کے جن میں شریعت نے کتا پالنا جائز قرار دیا ہے۔ عام حالات میں کتا پالنا حرام ہے' شکار کرنے یا جانوروں اور کھیتی کی حفاظت کے مقاصد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے اگر کوئی کتا پالتا ہے تو اس کے اجر سے روزانہ ایک قیراط کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اجر میں کمی کا مطلب اس شخص کا گناہ گار ہونا ہے کیونکہ اجر میں کمی حصول گناہ کے مترادف ہے اور یہ دونوں چیزیں حرمت کی دلیل ہیں۔

اس حوالے سے کفار کی تقلید میں کتے پالنے والے تمام لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ کتا خبیث جانور ہے اس کی نجاست تمام حیوانوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کتوں کی نجاست سات بار دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتی۔ ان میں سے ایک بار اسے مٹی سے بھی دھویا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خنزیر' کہ جس کے حرام ہونے کی قرآن میں نص موجود ہے' نجس تو ہے مگر اس کی نجاست بھی اس حد تک نہیں پہنچتی۔ پس کتا نجس اور خبیث جانور ہے۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ خباثتوں کے دلدادہ کفار کی تقلید میں بلا ضرورت کتے پالتے ہیں انہیں کھلاتے پلاتے اور نہلاتے ہیں' جبکہ کتا سمندر کے پانی سے بھی پاک نہیں ہو سکتا کہ وہ نجس عین ہے۔ پھر یہ لوگ کتے پالنے کے شوق میں بہت سارا مالی نقصان بھی کرتے ہیں' جبکہ نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

میں کفار کے ان دلدادہ حضرات کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں۔ کتوں کو گھروں سے نکال دیں۔ ہاں اگر شکار کرنے' مال مویشی پالنے یا کھیتی باڑی کے لئے ان کی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ نبی ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ کتیا گھر سے مانوس ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں تو آپ جب اسے گھر سے نکال باہر کریں گے اور گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دیں گے تو اس طرح آپ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں گے۔ شاید وہ گھر سے باہر رہنے کی وجہ سے شہر چھوڑ جائے اور دوسرے کتوں کی طرح خالق کا عطاء کردہ رزق کھائے پیئے اور باہر زندگی بسر کرنے لگے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

غیر محرم لوگوں سے مصافحہ کرنا

سوال ۲۸ ہم ایک ایسی بستی میں رہتے ہیں کہ جس میں کئی بری عادات کا رواج ہے۔ ان میں سے ایک بدعادت یہ ہے کہ جب کوئی مہمان گھر آتا ہے تو تمام مردوزن اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو گھر والے مجھ پر یہ کہہ کر پھبتی کستے ہیں کہ میں سب سے تنہائی پسند ہوں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنا اور منع کردہ اشیاء سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ "شذوذ" اطاعت الٰہی کرنے میں نہیں بلکہ اوامر الٰہیہ کے مخالفین میں ہے' مذکورہ بالا عادت ایک بری اور غیر پسندیدہ عادت ہے' عورتوں کا غیر مردوں سے مصافحہ کرنا قطعاً ناجائز ہے۔

براہ راست ہو تب بھی ناجائز ہے کسی رکاوٹ کے ساتھ ہو تب بھی ناجائز ہے' کیونکہ یہ فتنہ کا باعث ہے۔ اس بارے میں وعید پر مشتمل احادیث اگر چہ سند کے اعتبار سے اتنی قوی نہیں ہیں لیکن مفہوم اس کی تائید کرتا ہے۔ میں سائلہ سے کہنا چاہوں گا کہ وہ گھر والوں کی مذمت پر کان مت دھرے بلکہ انہیں اس بری عادت کو چھوڑنے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پسندیدہ اعمال وافعال بجالانے کی نصیحت کرتی رہے۔

---شیخ محمد بن صالح عثیمین---

جھوٹ بہرحال منع ہے مذاق سے ہو یا سنجیدگی سے

سوال ۲۹ بعض لوگ دوستوں سے مذاق ہی مذاق میں ایک دوسرے کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولتے رہتے ہیں' کیا یہ اسلام میں منع ہے؟

جواب ہاں! یہ اسلام میں ناجائز ہے' اس لئے کہ ہر طرح کا جھوٹ ممنوع ہے' لہٰذا جھوٹ سے بچنا واجب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيْقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ، حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَاللهِ كَذَّابًا»(رواه مسلم كتاب البر والصلة، ١٠٥)

"سچائی کو لازم پکڑو' اس لئے کہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ اس لئے کہ جھوٹ گناہ کا راستہ دکھاتا ہے اور گناہ دوزخ کا راستہ دکھاتا ہے۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَّهُ، وَيْلٌ لَّهُ»(رواه الترمذي، كتاب الزهد، باب١٠)

"اس آدمی کے لئے ہلاکت ہے، جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے... اس کے لئے ہلاکت ہے پھر اس کے لئے ہلاکت ہے۔"

اس بناء پر ہر طرح کے جھوٹ سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ وہ لوگوں کو ہنسانے کے لئے ہو، مذاقاً ہو یا سنجیدگی سے۔ انسان جب اپنے آپ کو سچ بولنے اور اس کی جستجو کا عادی بنا لے تو وہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے سچا بن جاتا ہے، اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا» (متفق علیہ)

"انسان ہمیشہ سچ بولتا اور سچ کی جستجو میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ ہم سب سچائی اور کذب بیانی کے نتائج سے بخوبی آگاہ ہیں۔"

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

فوت شدہ شخص کو بار بار خواب میں دیکھنے کی کیا تعبیر ہے؟

سوال ۳۰ فوت شدہ شخص کو بار بار خواب میں دیکھنے کی کیا تعبیر ہے؟

جواب اگر فوت شدہ شخص خواب میں اچھی حالت میں نظر آئے تو اس کے لئے خیر کی امید رکھنی چاہیئے اور اگر حالت کچھ اور ہو تو یہ شیطانی کارگزاری بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ شیطان کسی بھی شخص کا غیر پسندیدہ روپ دھار سکتا ہے۔ اس سے اس کا مقصد زندہ لوگوں کو حزن وملال میں مبتلا کر دینا ہوتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلنَّجْوَىٰ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ لِيَحْزُنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ (المجادلة ۵۸/ ۱۰)

"بری سرگوشیاں بس شیطان ہی کی طرف سے ہیں تاکہ وہ مسلمانوں کو غم میں مبتلا کرے اور وہ انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر اللہ کے ارادے سے۔"

اس بناء پر اگر کوئی شخص کسی فوت شدہ کو خواب کے دوران غیر پسندیدہ حالت میں دیکھے تو اسے اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگنی چاہیئے اور کسی کو اس کے بارے میں آگاہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس طرح میت کو نقصان نہیں ہو گا، اسی طرح جو شخص بھی خواب میں کسی غیر پسندیدہ چیز کو دیکھے تو شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ تین بار بائیں طرف تھوک دے اور جس کروٹ پر سو

رہا تھا وہ کروٹ تبدیل کرے اگر وہ وضوء کر کے نماز پڑھ سکے تو بہت ہی بہتر ہے اور جو کچھ اس نے خواب میں دیکھا ہو اس کے متعلق کسی کو آگاہ نہ کرے' اس طرح اس نے جو کچھ دیکھا اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

مجلّات کا خریدنا

سوال ۳۱ میں مفید قسم کے رسائل و جرائد پڑھنے کا شوق رکھتی ہوں' اور ان سے استفادہ کرتی ہوں' لیکن ان میں موجود تصویروں کے بارے میں مشکل سے دو چار رہتی ہوں۔ کیا ان مجلّات کے خریدنے میں کوئی حرج ہے؟ مطالعہ کے بعد ان کا کیا کروں؟ کیا انہیں سنبھال کر رکھوں؟ جبکہ مجھے ان کی ضرورت بھی رہتی ہے۔ یا انہیں نذر آتش کردوں؟

جواب آپ مفید قسم کے رسائل و جرائد کا مطالعہ کر سکتی ہیں۔ ان سے دینی' ادبی اور اخلاقی فوائد حاصل کر سکتی ہیں۔ جہاں تک تصویروں کا تعلق ہے تو سیاہی وغیرہ سے انہیں مٹا دیں جس سے ان کا اثر زائل ہو جائے یا چہرہ مسخ ہو جائے یا انہیں کسی طرح ڈھانپ دیں یا صندوق یا الماری وغیرہ میں بند کردیں۔ اگر ضرورت نہ ہو تو انہیں جلایا بھی جا سکتا ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

کسی عیب کے ازالہ کیلئے زینت کرنے کا حکم

سوال ۳۲ حصول زینت کی کاروائیوں کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے علم کا سیکھنا جائز ہے؟

جواب زینت کا حصول دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو کسی حادثے وغیرہ کے نتیجے میں لاحق عیب کا ازالہ کرنا' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس لئے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو سونے کی ناک لگوانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی جس کی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اضافی حسن و جمال کا حصول مطلوب ہو۔ اس سے کسی عیب کا ازالہ نہیں بلکہ حسن میں مزید نکھار کرنا مقصود ہوتا ہے' تو یہ ناجائز اور حرام ہے' اس لئے کہ نبی ﷺ نے بال نوچنے والی' اس کا مطالبہ کرنے والی مصنوعی بال لگانے والی' لگوانے والی' سرمہ بھرنے والی سب پر لعنت فرمائی ہے' اور یہ اس لئے کہ ان کاروائیوں کا مقصد ازالۂ عیب نہیں بلکہ حسن میں کمال پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک

بیوٹی سرجری کا علم حاصل کرنے والے طالب علم کا تعلق ہے تو اس علم کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اس علم کو حرام مواقع پر استعمال نہیں کرنا چاہیئے' بلکہ جو شخص ایسا کرنا چاہے تو اسے اس سے پرہیز کرنے کی تلقین کرنی چاہیئے' اس لئے کہ وہ حرام ہے کیونکہ عموماً اگر ڈاکٹر کسی بات کی تلقین کرے تو لوگوں پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

بیوی کا خاوند کے علم کے بغیر اس کے مال سے کچھ لینا

سوال ۳۳ اس بیوی کے متعلق کیا حکم ہے جو خاوند کو بتائے بغیر اس کے مال سے کچھ لیتی رہتی ہو اور اپنی اولاد پر خرچ کرتی رہتی ہو اور خاوند کے سامنے قسم اٹھائے کہ اس نے اس کے مال سے کچھ بھی نہیں لیا۔ اس عمل کا کیا حکم ہے؟

جواب بیوی کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک دوسرے کا مال ہتھیانے سے منع فرمایا ہے۔ نبی ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقعہ پر اعلان کرتے ہوئے یوں فرمایا:

«فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. . . أَلاَ يَا أُمَّتَاهُ! هَلْ بَلَّغْتُ؟» (رواه ابن حاجة في كتاب المناسك باب ٧٦)

"تمہارے خون' تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جیسا کہ تمہارے اس دن (عرفہ) کی حرمت تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) میں۔ کان کھول کر سن لو میں نے (اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں) پہنچا دیا ہے۔"

لیکن اگر اس کا خاوند بخیل ہے اور وہ اپنی بیوی بچوں کے مناسب اخراجات ادا نہیں کرتا تو اس صورت میں وہ اپنے بچوں کے لئے مناسب مقدار میں اخراجات وصول کر سکتی ہے۔ وہ ضرورت سے زائد کا استحقاق نہیں رکھتی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہند رضی اللہ عنہا بنت عتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگی کہ وہ ایک بخیل شخص ہے۔ میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی اخراجات نہیں دیتا۔

اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

«خُذِيْ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِيْكِ وَيَكْفِيْ بَنِيْكِ - أَوْ قَالَ - مَا يَكْفِيْكِ وَيَكْفِيْ وَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ»(رواه مسلم كتاب الأقضية، باب٤)

"اس کے مال میں سے اتنا لے لے جو کہ تیرے لئے اور تیرے بچوں کے لئے کافی ہو۔"

دوسرے الفاظ یوں ہیں "جو تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے عرف کے مطابق کافی ہو۔" نبی ﷺ نے اسے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے خاوند کے مال سے بقدر کفایت عرف کے مطابق وصول کرنے کی اجازت دے دی' چاہے اسے اس کا علم ہو یا نہ ہو۔

سائلہ کے سوال میں یہ بات مذکور ہے کہ اس نے خاوند کے سامنے حلف اٹھایا کہ اس نے اس کے مال میں سے کچھ نہیں لیا تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اس کا یہ حلف اٹھانا حرام ہے' بجز اس صورت کے وہ تاویلاً ایسی قسم اٹھائے وہ یوں کہ قسم اٹھاتے وقت اس کی نیت یہ ہو کہ میں نے ایسی کوئی چیز نہیں لی جس کا لینا مجھ پر حرام تھا' یا یہ نیت ہو کہ واللہ میں نے تجھ پر واجب اخراجات سے زائد کچھ نہیں لیا' یا اس طرح کی کوئی تاویل جو اس کے شرعی حق کے مطابق ہو۔ انسان کے مظلوم ہونے کی صورت میں ایسی تاویل جائز ہے۔ اور اگر انسان ظالم ہو یا ظالم ہو نہ مظلوم۔ تو اس صورت میں ایسی تاویل جائز نہیں ہے۔ ایسی عورت جس کا خاوند اس کے اور بچوں کے واجب اخراجات کی ادائیگی کے لئے بخل سے کام لیتا ہو تو ایسی عورت مظلوم ہی ہے۔

---شیخ محمد بن صالح عثیمین---

اپنے چہرے کے غیر عادی بال زائل کرنا

سوال ۳۴ کیا عورت کے لئے ابرو کے ایسے بال اتارنا یا انہیں باریک کرنا جائز ہے جو اس کے منظر کی بدنمائی کا باعث ہوں؟

جواب اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ ابرو کے بال اکھاڑے جائیں تو یہ عمل حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ (نمص) ہے جس کے مرتکب پر نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بال مونڈ دیئے جائیں' تو اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا یہ نمص ہے یا نہیں؟ اولیٰ یہ ہے کہ عورت اس سے بھی احتراز کرے۔

باقی رہا غیر معتاد بالوں کا معاملہ یعنی ایسے بال جو جسم کے ان حصوں پر اگ آئیں جہاں عادتاً بال

نہیں اگتے مثلاً عورت کی مونچھیں اگ آئیں یا رخساروں پر بال آجائیں تو ایسے بالوں کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ وہ خلاف عادت ہیں اور چہرے کے لئے بدنمائی کا باعث ہیں۔

جہاں تک ابرو کا تعلق ہے تو ان کا باریک یا پتلا ہونا یا چوڑا اور گھنا ہونا یہ سب کچھ امر معتاد ہے اور معتاد سے تعرض نہیں کرنا چاہیئے' کیونکہ بعض لوگ اسے عیب نہیں سمجھتے بلکہ کسی ایک انداز کے ہونے کو خوبصورتی سمجھتے ہیں۔ یہ ایسا عیب نہیں ہے کہ انسان کو اس کے ازالے کی ضرورت پیش آئے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

عورت کا سر پر بالوں کا جوڑا بنانا

سوال ۳۵ عورت کے لئے سر پر بالوں کا جوڑا بنانے کا کیا حکم ہے؟

جواب سر پر بالوں کا جوڑا بنانا اہل علم کے نزدیک اس تحذیر اور نہی کے ضمن میں آتا ہے جس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں وارد ہے:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا. قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلاَتٌ، مَائِلاَتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لاَ يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا» (صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب ٣٤)

"دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا ایک وہ لوگ کہ ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے' جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو ننگی ہوں گی (لوگوں کی طرف) مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جاتی ہے۔"

اس حدیث میں آگے چل کر ان عورتوں کا ذکر ہے جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر حقیقتاً ننگی ہیں۔ خود لوگوں کی طرف مائل ہونے والیاں اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں ہیں۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی جھکی ہوئی کوہان کی طرح ہوں گے۔" اگر سر کے بال اوپر اکٹھے کر لئے جائیں

تو اس کے متعلق نہی وارد ہے' اور اگر مثلاً گردن میں کھلے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر عورت کو بازار جانا ہو تو بالوں کا ایسی حالت میں رہنا تبرج (اظہار زینت) کے ضمن میں آتا ہے۔ اسی طرح بال عباء کے پیچھے سے ظاہر ہونے والی ایک علامت ہوں گے' جو کہ تبرج ہے لہٰذا فتنہ کا سبب ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

عورت کے لئے غیر محرم کا بوسہ لینا

سوال ۳۶ ایک عورت سلام کرتے وقت اپنے بہنوئی کا بوسہ لیتی ہے جب وہ سفر سے آتا ہے اور ہاتھ سے مصافحہ نہیں کرتی کیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ واضح رہے کہ ایک کا خاوند اس کا عم زاد بھی ہے جبکہ دوسری طرف اس کا چچا زاد نہیں بلکہ صرف بہنوئی ہے آگاہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

جواب عورت کے لئے غیر محرم آدمی کا بوسہ لینا جائز نہیں ہے' مثلاً بہنوئی یا عم زاد کا بوسہ نہیں لے سکتی' اسی طرح اجنبی ہونے کی وجہ سے وہ ان کے سامنے اپنی زینت کا اظہار بھی نہیں کر سکتی۔ ہاں مصافحہ کیلئے باپردہ اور بغیر خلوت کے اسے سلام کہہ سکتی ہے۔ لوگوں کو ایسا کرنے سے روکنا ضروری ہے۔ انہیں بتایا جائے کہ یہ ایک جاہلی رسم ہے جسے اسلام نے باطل قرار دیا ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

عورتوں کے لئے جنت میں خاوند ہوں گے

سوال ۳۷ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ جنتی لوگوں کو جنت میں حوریں ملیں گی' لیکن جنت میں عورتوں کا کیا انجام ہو گا؟ کیا انہیں بھی خاوند ملیں گے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی نعمتوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾ ﴾ (فصلت ٤١/ ٣١-٣٢)

''جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ بھی تم مانگو سب جنت میں موجود ہے اللہ غفور رحیم کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ ٱلْأَنفُسُ وَتَلَذُّ ٱلْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾ (الزخرف۴۳/ ۷۱)

"اور اس جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کو جی چاہے گا' اور جس سے آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔"

یہ بات طے شدہ ہے کہ زواج (جوڑا) تمام نفوس کی مرغوب چیز ہے اور وہ اہل جنت کو حاصل ہو گا۔ جنتی چاہے مرد ہوں یا عورتیں اللہ تعالیٰ جنت میں جنتی عورت کی شادی اس مرد سے کریں گے جو دنیا میں اس کا خاوند رہا ہو' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّٰتِ عَدْنٍ ٱلَّتِى وَعَدتَّهُمْ وَمَن صَلَحَ مِنْ ءَابَآئِهِمْ وَأَزْوَٰجِهِمْ وَذُرِّيَّٰتِهِمْ ﴾ (غافر ۴۰/ ۸)

"اے ہمارے رب! انہیں ہمیشگی کی بہشتوں میں داخل فرمادے جن کا تونے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو بہشت کے لائق ہوں۔"

اگر کسی عورت کے دنیا میں یکے بعد دیگرے دو خاوند ہوں گے تو وہ جنت میں ان میں سے ایک کا انتخاب کرے گی اور اگر اس نے دنیا میں شادی ہی نہیں کی تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی شادی ایسے مرد سے کرے گا جس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

پس جنت کی نعمتیں صرف مردوں تک محدود نہیں ہوں گی بلکہ وہ مردوں اور عورتوں سب کے لئے یکساں ہوں گی۔ ان نعمتوں میں سے شادی بھی ایک نعمت ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف خوبصورت حوروں کا ذکر کیا ہے اور وہ عورتیں ہیں' جبکہ عورتوں کے لئے خاوندوں کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے جواب میں ہم کہنا چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوندوں کے لئے بیویوں کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ خاوند کی طرف سے ہی مطالبہ اور جنسی رغبت کا اظہار ہوتا ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

خاوند کے لئے ابرو باریک کرنا

سوال ۳۸ اگر عورت کے ابرو مردوں کی طرح چوڑے ہوں تو کیا وہ خاوند کے لئے خوبصورت بننے کے لئے انہیں باریک کر سکتی ہے؟

جواب ایسا کرنا کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے۔ یہ (تنمیص) بال نوچنا ہے اور نبی ﷺ نے بال نوچنے والی اور ایسا مطالبہ کرنے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور لعنت اس فعل کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کا حسن وہی ہے جس پر اس کی تخلیق ہوئی۔ ابرو کے یہ بال انسانی چہرے کی خوبصورتی کے لئے بنائے گئے ہیں جوکہ مٹی وغیرہ سے اس کی آنکھوں کی حفاظت کا باعث ہیں۔ لٰہذا ان کا ازالہ کرنا اور باریک کرنا، خلق اللہ کو تبدیل کرنا ہے جوکہ ناجائز ہے۔

-----شیخ ابن جبرین-----

منافق آدمی سب سے بد تر ہے

سوال ۳۹ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو مجھ سے اور دوسرے لوگوں سے گفتگو کرتے وقت دوغلے پن (دورخی) کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کیا اس پر خاموش رہوں یا انہیں ان کی حقیقت بتادوں؟

جواب لوگوں سے دورخی گفتگو کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَأْتِیْ هٰؤُلاَءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلاَءِ بِوَجْهٍ»(البخاري، المناقب باب۱، الأدب ۵۲، الأحكام۳۷ ۔ ومسلم البر والصلة، باب۹۸، ۹۹)

"تم سب لوگوں سے بدتر دو رخ آدمی کو پاؤ گے جو ان کے پاس ایک چہرے کے ساتھ آتا ہے جبکہ دوسروں کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی انسان کے سامنے اس کی تعریف کرتا ہے اور دنیوی مقصد کے تحت اس کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے، جبکہ اس کی عدم موجودگی میں لوگوں کے سامنے اس کی مذمت کرتا اور عیب جوئی کرتا ہے، اکثر لوگوں کے ساتھ اس کا یہی رویہ ہوتا ہے۔

لٰہذا جو شخص بھی اس کے اس رویے سے آگاہ ہو اسے لوگوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس منافقانہ عمل سے بچنے کی تلقین کرنی چاہیئے۔ ایک نہ ایک دن لوگ اس کے اس قابل مذمت رویے سے آگاہ ہوں گے۔ پھر وہ اس سے نفرت کا اظہار کریں گے اور احتیاطاً اس کی صحبت سے دور رہیں گے۔ اس طرح اس کے غلط مقاصد کی تکمیل ممکن نہ ہو سکے گی۔ اگر وہ نصیحت سے فائدہ نہ اٹھائے تو لوگوں کو اس سے اور اس کے کردار سے خبردار کرنا چاہیے۔ چاہے اس کی عدم موجودگی میں ہی ایسا کرنا پڑے حدیث میں ہے:

«اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيْهِ كَیْ يَحْذَرَهُ النَّاسُ»(الكاف الشاف في تخريج

أحاديث الكشاف لابن حجر ١٥٧)

"لوگوں کو فاسق کے کردار سے آگاہ کرو تاکہ لوگ اس سے خبردار رہیں۔"

----شیخ ابن جبرین----

بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا

سوال ۴۰ ایک عورت بچوں کا استقبال کرتے وقت اور انہیں خوش آمدید کہتے وقت ان سے ترجیحی سلوک کرتی ہے، جبکہ بچوں کا سلوک اپنی ماں کے ساتھ ایک جیسا ہے، اسی طرح وہ اپنے پوتوں سے بھی غیر مساویانہ سلوک کرتی ہے جبکہ ان کا رویہ بھی اس کے ساتھ مساویانہ ہے، کیا اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب والدین پر بچوں کے بارے میں عدل وانصاف سے کام لینا اور ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کرنا واجب ہے۔ انہیں تحائف وغیرہ دیتے وقت ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ»(صحيح مسلم، كتاب الهبات١٣)

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل سے کام لو۔"

دوسری جگہ فرمایا:

«أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِيْ الْبِرِّ سَوَاءً؟ قال: بلى. قال: فلا إذا»

(رواه مسلم كتاب الهبات١٧)

"کیا تو چاہتا ہے کہ وہ تجھ سے ایک جیسا حسن سلوک کریں تو پھر تو بھی ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کر۔"

اکابر علماء کرام بچوں میں برابری کے رویہ کو پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ ان سے پیار کرتے وقت، بوسہ دیتے وقت اور خوش آمدید کہتے وقت بھی ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے، اس لئے کہ اولاد میں عدل وانصاف کرنے کا حکم واضح ہے۔ لیکن کبھی غیر عادلانہ رویہ قابل معافی بھی ہوتا ہے، کیونکہ باپ چھوٹے یا بیمار بچے سے از روئے شفقت ترجیحی سلوک کرتا ہے۔ ویسے اصل یہی ہے کہ خاص طور پر بچے والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اور اطاعت گذاری میں برابر ہوں تو ان سے بھی تمام معاملات میں مساویانہ سلوک کرنا چاہیئے۔ ----شیخ ابن جبرین----

دوران حیض مہندی لگانا

سوال ۴۱ دوران حیض مہندی لگانے کا کیا حکم ہے؟ کیا جب تک مہندی کا رنگ ہاتھوں پر رہے اسے نجاست سمجھا جائے گا؟

جواب عورت کے لئے دوران حیض ہاتھوں پر مہندی لگانا جائز ہے' اس لئے کہ اس کا بدن پاک ہے' اسی لئے تو حائضہ عورت سے مصافحہ کرنا بھی جائز ہے۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد پانی پیا جبکہ وہ حیض سے دوچار تھیں۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ رکھنے والی جگہ پر اپنا منہ رکھتے' آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (جب کپڑا پکڑانے کا مطالبہ کیا' انہوں نے اپنے حیض کا ذکر کیا تھا) فرمایا:

«إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ»(رواه مسلم وكتاب الحيض ١١)

"تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

مہندی پاک ہے' پاک جگہ پر لگائی جاتی ہے اس میں منع والی کوئی بات نہیں۔

----شیخ ابن جبرین----

مطلقہ عورت کی میراث

سوال ۴۲ خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' وہ عدت گذار رہی تھی یا گذار چکی تھی کہ اچانک خاوند کا انتقال ہو گیا۔ کیا اس صورت میں عورت خاوند کے ترکہ کی وارث بن سکتی ہے؟

جواب اگر مطلقہ عورت کا خاوند عدت کے دوران مرگیا تو یہ طلاق دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ طلاق رجعی ہوگی یا غیر رجعی۔ اگر طلاق رجعی ہے تو عورت اختتام عدت تک بیوی کے حکم میں ہے وہ خاوند کی وفات کے بعد طلاق کی عدت سے وفات کی عدت میں منتقل ہو جائے گی۔

طلاق رجعی یہ ہے کہ خاوند بیوی کو دخول کے بعد بغیر معاوضہ دیئے پہلی یا دوسری طلاق (خلع نہیں) دے دے اس دوران اگر اس کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ اس کی وارث ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَٱلْمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِى ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوٓا۟

إِصْلَٰحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ﴾ (البقرہ۲/ ۲۲۸)

"اور طلاق دی گئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں اور ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں جو پیدا کیا ہے اسے وہ چھپائیں' اگر وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کے واپس لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں' بشرطیکہ اصلاح احوال کا ارادہ رکھتے ہوں اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے حق کے ہیں۔"

اسی طرح ارشاد ہوا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ لَا تَدْرِى لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۝١﴾ (الطلاق۶۵/ ۱)

"اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں' بجز اس صورت کے کہ وہ کھلی برائی (بے حیائی) کا ارتکاب کریں' یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا' تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے شائد کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔"

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت کو عدت کے دوران خاوند کے گھر میں رہنے کا حکم دیا ہے' اور فرمایا ہے کہ وہ نہیں جانتی کہ شائد اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی صورت حال پیدا فرما دے' یعنی اس کا خاوند اس سے رجوع کر لے۔

اور اگر اچانک مرجانے والے خاوند نے بیوی کو طلاق بائنہ یعنی تیسری طلاق دی ہو یا بیوی نے خاوند سے خلع کیا ہو یا وہ طلاق کی عدت نہیں بلکہ فسخ نکاح کی عدت گذار رہی ہو تو ان سب صورتوں میں وہ خاوند کی وارث نہیں بن سکتی اور نہ عدت طلاق سے عدت وفات میں منتقل ہو گی۔ ہاں ایک ایسی صورت ہے جس میں بائنہ طلاق والی عورت خاوند کی وارث بن سکتی ہے' وہ یہ کہ خاوند نے مرض الموت کے دوران بیوی کو ترکہ سے محروم کرنے کے ارادے سے طلاق دی ہو۔ اس صورت میں اگرچہ عدت گذر گئی ہو وہ پھر بھی خاوند کے ترکے کی وارث بن جائے گی' لیکن

اس میں شرط یہ ہے کہ عورت نے آگے نکاح نہ کیا ہو' ورنہ وہ اس سے محروم ہو جائے گی۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

اشکال و تصاویر والے سونے کی فروخت کا حکم

سوال ۴۳ ایسے سونے کو فروخت کرنے کا کیا حکم ہے جس پر مختلف قسم کی شکلیں اور تصویریں مثلاً تتلی یا سانپ کا سر وغیرہ بنے ہوں؟

جواب سونے چاندی کے ایسے زیورات جن پر حیوانات کی تصویریں بنی ہوں' ان کا خریدنا' پہننا اور فروخت کرنا سب کچھ حرام ہے' اس لئے کہ مسلمان پر تو تصاویر کا مٹانا اور انہیں زائل کرنا واجب ہے' جیسا کہ ابو الھیاج سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

«أَلاَ أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِىْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، أَنْ لاَّ تَدَعْ صُوْرَةً إِلاَّ طَمَسْتَهَا وَلاَ قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهٗ»(صحيح مسلم)

"کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا وہ یہ کہ ہر تصویر کو مٹا دے اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دے۔"

نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ:

«إِنَّ الْمَلاَئِكَةَ لاَ تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ»(متفق عليه)

"جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

اس بناء پر مسلمانوں پر ایسے سونے کی خرید و فروخت اور استعمال سے بچنا واجب ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

حد سے بڑھے ہوئے دانتوں کا نکالنا

سوال ۴۴ دانتوں کے نکالنے کا کیا حکم ہے؟

جواب حد سے بڑھے ہوئے دانتوں کے نکلوانے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ ایسے دانت چہرے کی بدنمائی اور انسان کے لئے کوفت کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح ریتی وغیرہ سے انہیں برابر کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان میں فاصلہ پیدا کرنا اور انہیں باریک کرنا جائز نہیں ہے' اس لئے کہ

اس بارے میں نہی وارد ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

طالبات کو مارنے کا حکم

سوال ۴۵ ایسی طالبات جنھیں علم وادب میں راہنمائی کی ضرورت ہو تو انہیں مارنے کا کیا حکم ہے؟

جواب استاذ اور مدرس کا چھوٹے اور بڑے بچوں کے لئے شفیق اور نرم خو ہونا ایک مستحسن امر ہے۔ لیکن اگر حالات تعزیر اور مار پیٹ کا تقاضا کریں تو ایسا کرنا بھی جائز ہے لیکن سخت پٹائی نہ ہو اس لئے کہ بدمعاملگی اور عدم احترام بے وقوف لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت کے تحت سختی اور قوت کا استعمال نرم خوئی اور شفقت سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

ناخن اور بال اتارنے کے بعد دفن کرنا

سوال ۴۶ میں نے بعض لوگوں خاص طور پر عورتوں کو دیکھا ہے کہ وہ ناخن اور بال اتارنے کے بعد انہیں دفن کر دیتی ہیں اس اساس پر کہ ان کا کھلی جگہ پر چھوڑنا گناہ ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب بعض علماء کا کہنا ہے کہ بالوں اور ناخنوں کو دفن کر دینا افضل ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا منقول ہے۔ جہاں تک ان کے کھلی جگہ پڑے رہنے یا کسی جگہ پھینک دینے سے گناہ لازم آنے کا تعلق ہے تو ایسا نہیں ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

سونے کا تبادلہ کرنا

سوال ۴۷ اس بارے میں کیا حکم ہے کہ سونے کا کاروبار کرنے والے اکثر لوگ مستعمل سونا خریدتے ہیں پھر اسے سنار کے پاس لے جاتے ہیں اور تیار شدہ ہم وزن نئے سونے سے تبدیل کر لیتے ہیں وہ لوگ صرف نیا سونا تیار کرنے کی اجرت لیتے ہیں؟

جواب نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ»(رواه مسلم في كتاب البيوع۸۱)

"سونا سونے کے بدلے' چاندی چاندی کے بدلے' کھجور کھجور کے بدلے' جو جو کے بدلے' نمک نمک کے بدلے ہم مثل برابر برابر اور نقد ونقد ہو گا۔"

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

«مَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبٰى إِلاَّ مَا اخْتَلَفَتْ أَلْوَانُهُ»(حواله سابقه۸۳)

"جو شخص زیادہ دے یا زیادہ چاہے (طلب کرے) تو اس نے سود کا ارتکاب کیا۔"

آپ ﷺ کے پاس عمدہ کھجوریں لائی گئیں تو آپ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا' لوگوں نے کہا' ہم ایسی کھجوروں کا ایک صاع دو صاع کے بدلے' دو صاع تین صاع کے بدلے حاصل کرتے ہیں' تو آپ نے اس سے منع فرمادیا۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

نصیحت بار بار کرنا

سوال ۴۸ کیا کسی ایسے قریبی یا دوست کی شکایت کی جا سکتی ہے جو حرام کا ارتکاب کرتا ہو' مثلاً شراب پینا وغیرہ جبکہ میں نے اس سے قبل اسے کئی بار نصیحت کی؟ یا یہ اس کے حق میں رسوائی سمجھی جائے گی؟ دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ حق کے اظہار سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہوتا ہے؟

جواب ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اگر وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو کسی بھی قسم کا کوئی حرام و ناجائز کام کرتے ہوئے دیکھے تو اسے نصیحت کرے اور اسکو اللہ کی نافرمانی میں سرکشی کرنے سے ڈرائے اور اس پر یہ بات واضح کر دے کہ گناہوں کی سزا اور انکے اثرات دل' نفس' جوارح' فرد اور معاشرے پر ایک جیسے ہوتے ہیں' شاید وہ بار بار نصیحت کی وجہ سے اپنے مذموم کردار سے باز آجائے اور رشد وہدایت کی طرف واپس لوٹ آئے اور اگر پند ونصائح کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو پھر ناصح کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے معصیت سے نکالنے کیلئے کوئی قریب ترین راستہ اپنائے۔ اسکا

معاملہ ذمہ دار ایجنسیوں کے سامنے اٹھائے یا کسی ایسے شخص کو بتائے جس کی تعظیم اسکی نظر میں نصیحت کرنے والے سے زیادہ ہو۔ الغرض اسے ایسا قریب ترین راستہ اختیار کرنا چاہئے جس سے وہ اپنا مقصود حاصل کر سکے، حتیٰ کہ اگر معاملہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے ذمہ داران حکومت تک پہنچانا پڑے تاکہ وہ اسے اسکی حرکات سے روک سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

------شیخ محمد بن صالح عثیمین------

سمجھے بغیر قرآن کی تلاوت کرنا

سوال ۴۹ میں ہمیشہ تلاوت قرآن مجید کرتی رہتی ہوں لیکن اس کا مفہوم نہیں سمجھتی، کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا؟

جواب قرآن مجید بابرکت کتاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٢٩﴾ ﴾

(ص ۳۸/۲۹)

"یہ قرآن ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔"

ہر انسان تلاوت قرآن مجید پر اجر و ثواب کا مستحق ہے، وہ قرآنی مفاہیم سے آگاہ ہو یا نہ ہو لیکن عمل بالقرآن کے مکلف مومن انسان کے شایان شان نہیں کہ وہ قرآن مجید کے مفاہیم کو نہ سمجھے۔ اگر کوئی شخص مثلاً علم طب سیکھنا چاہتا ہے، اور اس کیلئے وہ طبی کتب پڑھنا چاہتا ہے تو جب تک وہ انکا مفہوم نہیں سمجھے گا ان سے استفادہ نہیں کر سکے گا۔ وہ انہیں بخوبی سمجھنا چاہے گا تاکہ عملی زندگی پر انکا اطلاق کر سکے، پھر آخر آپکا کتاب اللہ کے بارے میں کیسا رویہ ہے جو شفاء لما فی الصدور ہے، موعظۃ للناس ہے، کہ انسان بغیر تدبر اور فہم معانی کے اسے پڑھتا چلا جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو دس آیات سے آگے نہ بڑھتے جب تک کہ وہ انہیں اور ان میں موجود علم و عمل کو اچھی طرح سیکھ نہ لیتے۔ انسان چاہے قرآنی مفاہیم سے آگاہ ہو یا نہ ہو اسے بہرحال تلاوت قرآن کا ثواب تو ملے گا، لیکن اسے فہم معانی و مطالب کیلئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ اسے اس کیلئے قابل اعتماد علماء سے استفادہ کرنا چاہئے۔ مثلاً تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

مقدس آیات وعبارات

سوال ۵۰ ہم ایسے اخبارات ورسائل کا استعمال کرتے ہیں جو کہ مقدس آیات اور اسماء باری تعالیٰ پر مشتمل ہوتے ہیں' پھرانہیں کوڑا دان میں پھینک دیتے ہیں؟

جواب جس چیز میں قرآنی آیات یا احادیث نبوی موجود ہوں انہیں بے ادبی کی جگہ پر نہیں پھینکنا چاہیئے' اسلئے کہ کلام اللہ عظیم تر ہے اسکا احترام ضروری ہے۔ اسی احترام کے پیش نظر ایک جنبی (ناپاک) شخص قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا اور بہت سے بلکہ اکثر علماء کی رائے میں بے وضو شخص اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ مقدس آیات وعبارات پر مشتمل اخبارات ورسائل کو مکمل طور پر نذر آتش کر دینا یا بعض جدید آلات کی مدد سے اس طرح صاف کر دینا چاہیئے کہ جس سے کوئی چیز باقی نہ رہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

باطل وصیت کرنا

سوال ۵۱ میرے والد نے اپنی مملوکہ زرعی زمین اپنے مرنے کے بعد اپنے ایک بیٹے کے نام الاٹ کر دی' جبکہ اس بیٹے کے علاوہ اس کی چار بیٹیاں بھی ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر باپ کی زمین کو ایک بیٹے اور چار بیٹیوں میں تقسیم کیا جائے تو تقسیم کیسے ہو گی؟

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میت کی وراثت کی تقسیم کا اصول بیان فرما دیا ہے:

﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ﴾ (النساء ٤/ ١١)

"اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ فَلاَ وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ»(أبوداؤد وكتاب الوصايا، والترمذي وكتاب الوصايا)

"اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے' وارث کے لئے وصیت نہیں۔"

اس بناء پر ایک بیٹے کے نام باپ کی وصیت باطل ہے۔ لہٰذا اس کا نفاذ ناجائز ہے' ہاں اگر تمام شرعی ورثاء اس پر اپنی رضامندی اور موافقت کا اظہار کر دیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر شرعی ورثاء ایسا نہ کریں تو اس سے زرعی زمین کو واپس لینا اور تمام ورثاء میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اصول کے مطابق تقسیم کرنا ضروری ہے۔ یہ ترکہ تمام وارثوں پر تقسیم ہو گا اگر ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کے علاوہ اور کوئی وارث نہ ہو تو ﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ﴾ کے اصول کے تحت ترکہ تقسیم ہو گا۔ اس کھیت کی قیمت تقسیم کی جائے گی اور میت نے جو حصے ترکے میں چھوڑے ہیں تو ہر لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے ملیں گے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

علمی مجالس میں عورت کی شرکت کا حکم

سوال ۵۲ کیا مسلمان خاتون مساجد میں منعقدہ علمی اور فقہی مجالس میں شرکت کر سکتی ہے؟

جواب ہاں! عورت کے لئے علمی مجالس میں شرکت کرنا جائز ہے۔ یہ مجالس فقہ الاحکام سے متعلق ہوں یا فقہ العقیدہ والتوحید سے' شرط یہ ہے کہ عورت باپردہ ہو خوشبو کا استعمال نہ کرے' مردوں سے دور رہے اور ان سے اختلاط نہ کرے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا»(رواه مسلم ١٣٢ وأبوداؤد ٩٧ في كتاب الصلاة)

"عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین پہلی صف ہے۔"

اور یہ اس لئے ہے کہ پہلی صف آخری صف کے مقابلے میں مردوں سے قریب تر ہے' لہٰذا آخری صف پہلی صف سے بہتر ہو گی۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

مطالعہ کے بعد اخبارات

سوال ۵۳ اخبارات کے مطالعہ کے بعد ان کا کیا کریں؟

جواب اخبارات قرآنی آیات' اسماء باری تعالیٰ اور احادیث نبوی پر مشتمل ہوتے ہیں' لہٰذا ان کی

توہین نہیں ہونی چاہیئے۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ کھانا کھانے کے لئے دستر خوان کی بجائے اخبارات کو استعمال کرتے ہیں' یہ ان کی جہالت ہے اگر ایسے مقدس ناموں پر مشتمل اخبارات کو جلانا ممکن ہو تو یہ سب سے بہتر عمل ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو انہیں کسی تھیلے وغیرہ میں باندھ رکھنا چاہیئے تاکہ وہ دوسری متروکہ اشیاء سے الگ احترام کے ساتھ پڑے رہیں۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

خودکشی کا حکم؟

سوال ۵۴ خودکشی کا کیا حکم ہے؟

جواب خودکشی کا مطلب ہے انسان کا اپنے آپ کو کسی بھی ذریعہ سے عمداً قتل کرنا۔ خودکشی کرنا حرام ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ (النساء ٤/ ٩٣)

"اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً (دانستہ) قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو گا' اور اس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

خودکشی کی حرمت اس آیت کے تحت آتی ہے۔ دوسری طرف نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا' اسے اسی چیز کے ساتھ جہنم میں عذاب دیا جائے گا' وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا"۔ خودکشی کا ارتکاب کرنے والا عام طور پر تنگیٔ حالات کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ ایسے حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں یا لوگوں کی طرف سے وہ مصائب و آلام کو برداشت نہیں کر سکتا اور اپنی جان کا خاتمہ کر لیتا ہے۔ درحقیقت ایسا شخص گرمی سے بچنے کے لئے آگ کی پناہ میں آتا ہے۔ وہ چھوٹی برائی سے بڑی برائی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ صبر کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے مصائب برداشت کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا۔ اور جیسا کہ کہا جاتا ہے حالات کا ایک جیسا رہنا محال ہے' اس کے حالات بدل بھی سکتے تھے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

عورت کے لئے جائز کام

سوال ۵۵ عورت کے لئے ایسا جائز میدان عمل کون سا ہے جس میں وہ اپنی دینی تعلیمات کی مخالفت کے بغیر کام کر سکے؟

جواب عورتوں کا میدان عمل وہ ہے جو صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو، مثلاً تعلیم البنات کا شعبہ، اس کا یہ عمل فنی ہو یا اداری۔ اسی طرح وہ گھر میں کام کاج کر سکتی ہے، مثلاً خواتین کے کپڑے سینا وغیرہ وغیرہ۔ باقی رہا عورت کا ایسے شعبوں میں کام کرنا جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں تو اس کا وہاں کام کرنا جائز نہیں ہے، اس سے مرد و زن کا باہم اختلاط ہوتا ہے جو کہ بہت بڑا فتنہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔ ہمیں اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ، وَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ»(متفق عليه - مسلم وكتاب الذكر والدعاء)

”میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر خطرناک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ بنی اسرائیل کا فتنہ عورتوں کی وجہ سے تھا۔“

ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو ہر حالت میں فتنہ کے اسباب اور اس کے مقامات سے بچائے۔

---شیخ محمد بن صالح عثیمین---

حاملہ عورت سے جماع کرنا

سوال ۵۶ کیا حاملہ بیوی سے جماع کرنا جائز ہے؟ کیا کتاب و سنت میں اس کی حرمت یا حلت کے بارے میں کوئی نص موجود ہے؟

جواب آدمی کے لئے حاملہ عورت سے جماع کرنا جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ (البقرة ٢/ ٢٢٣)

”تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں ..... ۔“

مزید برآں ارشاد باری ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

﴿فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۵-۶)

"اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھنے والے ہیں' ہاں البتہ اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے نہیں' کہ اس صورت میں ان پر کوئی الزام نہیں ہے۔ (یعنی وہ ان سے جماع کر سکتے ہیں)"

اللہ تعالیٰ نے لفظ ﴿ علی ازواجھم ﴾ مطلقاً بیان فرمایا ہے اور یہ اس لئے کہ اصل میں آدمی کا اپنی بیوی سے استمتاع ہر حالت میں جائز ہے۔ کتاب و سنت میں عورت سے اجتناب کے بارے میں وارد احکام ہی اس عموم سے مانع ہو سکتے ہیں' اس بناء پر حاملہ عورت سے جماع کے جواز کے بارے میں کسی مستقل دلیل کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ جواز اصل ہے۔ آدمی کے لئے دوران حیض شرم گاہ میں جماع کرنا جائز نہیں ہے' اس کے علاوہ وہ کسی بھی حصے سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی کی دبر میں جماع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ گندگی اور نجاست کا محل ہے۔ نفاس کی حالت میں بھی خاوند بیوی سے جماع نہیں کر سکتا۔ جب وہ حیض اور نفاس سے پاک ہو جائے تو اس سے جماع کرنا جائز ہے۔ اگر عورت نفاس کے دوران چالیس دن سے پہلے ہی پاک ہو جائے تو جماع کرنا جائز ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

بے دین والدہ کی فرمانبرداری کرنا

سوال ۵۷ میری والدہ صراط مستقیم پر گامزن نہیں۔ میں نے اسے جب بھی نصیحت کی وہ مجھ سے ناراض ہو گئی۔ کئی کئی دن گذر جاتے ہیں وہ مجھ سے بات بھی نہیں کرتی۔ میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ وہ مجھ پر ناراض بھی نہ ہو کہ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے' یا پھر اسے ایسے ہی چھوڑ دوں تاکہ وہ مجھ سے راضی رہے اور پھر اللہ تعالیٰ بھی؟

جواب اپنی والدہ کو بار بار نصیحت کریں اور اسے بتائیں کہ اس کا عمل باعث گناہ و عقاب ہے۔ اگر وہ پھر بھی قبول نہ کرے تو اس کے خاوند' باپ یا ولی کو اس سے آگاہ کریں' تاکہ وہ اسے سمجھائیں۔ اگر آپ کی ماں کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتی ہے تو اس سے الگ ہو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی بد دعائیں یا آپ پر قطع رحمی اور نافرمانی کے الزامات آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے' کیونکہ آپ نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت اور منکر کا انکار کرنے کے پیش نظر کیا ہے' اور

اگر وہ کسی کبیرہ گناہ کی مرتکب نہیں ہوئی تو پھر آپ کو قطع تعلقی کا حق حاصل نہیں ہے۔
-----شیخ محمد بن صالح عثیمین-----

ضرورت کے لئے منع حمل کا حکم

سوال ۵۸ میری عمر ستائیس برس ہے، میں شوگر کی مریضہ ہوں، آخری حمل کے دوران شوگر نے مجھے بے بس کر دیا تو میں نے انسولین کا انجکشن لگوانا شروع کر دیا، بچے کی ولادت آپریشن کے ذریعے عمل میں آئی، بناء بریں میں نے نس بندی کرالی، کیا یہ حلال ہے یا حرام؟ میں آپ کو یہ بتاتی چلوں کہ میں اس وقت آٹھ بچوں کی ماں ہوں۔ (جزاکم اللہ احسن الجزاء)۔

جواب ضرورت کے علاوہ مستقل طور پر حمل روکنا یا اسے وقتی طور پر معطل کرنا ناجائز ہے۔ ضرورت کا پیمانہ یہ ہے کہ کوالیفائیڈ ڈاکٹر یہ فیصلہ دے دیں کہ ولادت بیماری میں اضافے کا باعث بن سکتی ہے، یا حمل اور پھر وضع حمل سے عورت کی ہلاکت کا ڈر ہے۔ علاوہ ازیں مستقل حمل روکنے یا وقتی طور پر معطل کرنے کے لئے خاوند کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ پھر عذر ختم ہوتے پر عورت گذشتہ حالت پر لوٹ آئے گی۔ بیوی کی بیماری، جسمانی کمزوری، وضع حمل کی تکلیف کا عدم برداشت اور مناسب طور پر بچوں کی تربیت نہ کر سکنا بھی ضرورت کے ضمن میں آتا ہے۔
-----شیخ ابن جبرین-----

میاں بیوی کے مابین کھیل خفیہ ہونا چاہیئے

سوال ۵۹ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے باہمی مسابقہ کو عورت کے لئے کھیل کود کو جائز قرار دینے کی اساس بنا سکتے ہیں؟

جواب یہ مسابقہ (دوڑ میں مقابلہ) کسی خاص جگہ پر ہوا تھا، بظاہر وہ رات کا وقت تھا، جبکہ لوگ سو رہے تھے۔ یہ مسابقہ مسجد میں یا اس کے قریب یا مضافات شہر میں ہوا، اور شاید اس سے مقصود اچھے انداز میں معاشرتی زندگی کی تکمیل تھا اور میاں بیوی کے درمیان محبت ومودت کا حصول تھا۔ اس بناء پر اس واقعہ سے اس جیسے عمل کے لئے ہی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ خاوند کے لئے بیوی کے ساتھ اس جیسا مسابقہ جائز ہے، بشرطیکہ وہ مخفی ہو اور فتنہ وغیرہ سے بچ کر پر امن ہو۔ باقی رہے کھیلوں کے اوپن مقابلے مثلاً دوڑ یا کشتی وغیرہ تو ان کے لئے اس واقعہ سے استدلال نہیں ہو سکتا،

ایسا مسابقہ صرف میاں بیوی کے درمیان ہی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

----شیخ ابن جبرین----

بیوی کا مال اور حق مہر

سوال ٦٠ کیا خاوند کے لئے بیوی کی رضامندی سے اسکا مال لینا اور اسے اپنے مال میں ضم کرنا جائز ہے یا ان کی اولاد کی رضامندی بھی ضروری ہے؟

جواب اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بیوی اپنے مہر اور مملوکہ مال کی حقدار ہے۔ وہ مال اس کا کمایا ہوا ہو' اس کے نام ہبہ شدہ ہو یا اسے وراثت میں ملا ہو' بہرحال وہ اس کا مال ہے اور اس کی ملکیت ہے وہ اس میں مکمل تصرف کا حق رکھتی ہے۔ اگر عورت اپنے کل مال یا اس کے ایک حصے پر خاوند کا تصرف قبول کر لے تو اس کے لئے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اس طرح وہ مال اس کے خاوند کے لئے حلال ہو گا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَءَاتُوا۟ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيٓـًٔا مَّرِيٓـًٔا ﴿٤﴾ ﴾ (النساء٤/٤)

"اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو اور اگر وہ خوش دلی سے تمہارے لئے اس کا کوئی حصہ چھوڑ دیں تو اسے مزے دار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۔"

اس میں شرط یہ ہے کہ عورت خوش دلی سے ایسا کرے۔ اگر عورت عاقلہ اور رشیدہ ہے تو اس کی اجازت کے بعد اولاد یا کسی اور سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن بیوی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کو ناز و نخرہ اور مدح سرائی کا سبب بنائے یا خاوند پر احسان جتلائے' اسی طرح خاوند کو بھی نہیں چاہیئے کہ وہ عورت کے انکار کی صورت میں اس سے بدسلوکی کرے' اسے تنگ کرے یا کسی طرح کا کوئی نقصان پہنچائے' کیونکہ وہ اپنے حق کی زیادہ حقدار ہے۔ واللہ اعلم۔

----شیخ ابن جبرین----

رسائل و جرائد اور فلموں میں عورتوں کی تصاویر دیکھنا

سوال ٦١ کیا کسی رسالہ یا فلم میں عورت کی ننگی تصویریں دیکھنا جائز ہے؟

جواب کسی اجنبی عورت کی ننگی تصویر دیکھنا جائز نہیں ہے۔ جن رسائل و مجلات اور فلموں میں ایسی تصویریں موجود ہوں ان کا خریدنا بھی ناجائز ہے' بلکہ ان کا تو جلانا واجب ہے تاکہ منکرات اور فواحش اپنے اسباب کے وجود کی بنا پر عام نہ ہو سکیں۔

----شیخ ابن جبرین----

گانے سننے اور بے ہودہ ٹی وی پروگرام دیکھنے کا حکم

سوال ٦٢ موسیقی اور گانے سننے کا کیا حکم ہے؟ نیز ایسے پروگرام دیکھنے کا کیا حکم ہے جن میں عورتیں بن سنور کر جلوہ گر ہوتی ہیں؟

جواب موسیقی اور گانا سننا حرام ہے اور ان کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور اس کا سننا لہو الحدیث سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ ﴾ (لقمان ٦/٣١)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی چیزیں خریدتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھکائیں اور اسے ہنسی بنائیں' ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن (ذلیل کرنے والے) عذاب ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اس اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس سے مراد غناء ہے" صحابی کی تفسیر حجت ہے اور وہ تفسیر کے تیسرے مرتبہ میں ہے' اس لئے کہ تفسیر کے تین مراتب ہیں۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے۔ قرآن کی تفسیر حدیث سے اور قرآن کی تفسیر اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے' یہاں تک کہ بعض علماء کا تو یہ کہنا ہے کہ صحابیؓ کی تفسیر مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ اگرچہ صحابیؓ کی تفسیر مرفوع کا حکم تو نہیں رکھتی لیکن وہ دیگر اقوال کے مقابلے میں اقرب الی الصواب ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ موسیقی اور گانا سننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ کے تحت آتا ہے:

«لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ» (صحيح البخاري، كتاب الأشربة باب٦)

"یقیناً میری امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زناء' شراب' ریشم اور آلات لہو ولعب کو حلال سمجھیں گے۔"

یعنی وہ بدکاری (زنا) کرنے' شراب پینے اور ریشم پہننے کو حلال سمجھیں گے حالانکہ وہ تو مرد ہیں ان کے لئے ریشم پہننا حرام ہے۔ المعازف سے مراد گانے بجانے کے آلات ہیں۔ اس بناء پر میری مسلمان بھائیوں کو نصیحت ہے کہ وہ گانے اور موسیقی سے پرہیز کریں اور ان لوگوں کے دھوکے میں نہ آئیں جنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے' اس لئے کہ اس کی تحریم کے دلائل واضح اور صریح ہیں۔ باقی رہا ایسے پروگراموں کا دیکھنا جن میں عورتوں کا کردار ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ وہ جب تک فتنہ کا باعث بنتی رہیں گی ایسے پروگرام حرام رہیں گے۔ ایسے پروگراموں اور عورتوں سے تعلق عام طور پر نقصان دہ ہی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر عورت یا مرد ایک دوسرے کو نہ بھی دیکھیں تب بھی نقصان دہ ہے' کیونکہ ایسے پروگراموں کے عمومی مقاصد میں اخلاقی طور پر معاشرے کا نقصان سرفہرست ہوتا ہے۔ میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھے اور مسلم حکمرانوں کی اصلاح فرمائے۔ (آمین)

-----شیخ محمد بن صالح عثیمین-----

عورت کا دستانے پہن کر مصافحہ کرنا

سوال ۶۳ کیا فطری منظر کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے؟ اگر عورت دستانے پہن کر مرد سے مصافحہ کرے تو کیا وہ گناہ گار ہو گی؟

جواب کسی خاتون کے لئے غیر محرم مردوں سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے' اگرچہ اس نے دستانے ہی کیوں نہ پہن رکھے ہوں اور اگرچہ وہ آستین یا عباء کے پیچھے ہی سے مصافحہ کیوں نہ کرے' یہ مصافحہ ہی ہے اگرچہ وہ پردے کے پیچھے سے ہو رہا ہو۔ اگر فطری منظر تصویری ہو اور نمازی کے دھیان کو مشغول کر دے تو ایسے منظر کے سامنے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

-----شیخ ابن جبرین-----

ہسپتال میں اختلاط

سوال ۶۴ میں ایک ہسپتال میں کام کرتا ہوں' میرا کام کچھ اس نوعیت کا ہے جو ہمیشہ اجنبی (غیر

محرم) عورتوں سے اختلاط اور ان سے بات چیت کا مقتضی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ اور خاص طور پر رمضان المبارک میں اجنبی عورتوں سے مصافحہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب عورتوں سے اختلاط ناجائز اور انتہائی خطرناک ہے۔ خصوصاً جب وہ زیب و زینت (میک اپ) کئے ہوئے ہوں اور بے پردہ بھی ہوں۔ لہٰذا آپ پر اس اختلاط سے دور رہنا ضروری ہے۔ کوئی ایسا کام تلاش کریں جس میں عورتوں سے اختلاط نہ ہو۔ الحمدللہ! کام تو بے شمار ہیں۔ آدمی کا غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا حرام ہے' کیونکہ یہ عمل باعث فتنہ اور شہوت بھڑکانے والا ہے۔ نبی ﷺ نے کبھی کسی اجنبی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ آپ عورتوں کے ساتھ صرف گفتگو کے ذریعے بیعت فرماتے۔

----شیخ ابن جبرین----

عورتوں کا اپنے بال کاٹنا' اونچی ایڑی والے جوتے پہننا اور میک اپ کرنا

سوال ۶۵ (الف) خوبصورتی کے لئے شادی شدہ یا کنواری نوجوان لڑکی کے لئے کندھوں تک بال کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

(ب) کم یا زیادہ اونچی ایڑی واں جوتی پہننے کا کیا حکم ہے؟

(ج) خاوند کے لئے میک اپ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب (الف) اگر کوئی عورت اپنے بال اس انداز سے کاٹے جس سے مردوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہو تو یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے اس لئے کہ نبی ﷺ نے ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور اگر مردوں سے مشابہت نہ ہوتی ہو تو اس کے متعلق علماء کے تین اقوال ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوسرا فریق اس کے حرام ہونے کا حکم لگاتا ہے' جبکہ تیسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ غیر مسلم لوگوں کی تمام عادات کو اپنا لینا ہمارے شایان شان نہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے تک عورتیں بالوں کی کثرت اور لمبائی پر فخر کیا کرتی تھیں۔ اب انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ غیر ممالک سے در آمد شدہ ایک عادت کی طرف بھاگے جا رہی ہیں۔ میں ہر نئی چیز کا منکر نہیں ہوں' لیکن میں اس چیز کا ضرور انکار کروں گا جو ہمارے معاشرے کو در آمد شدہ

عادات واطوار کے رنگ میں ڈھال دے۔

(ب) اونچی جوتی اگر معمول سے ہٹ کر ہو' بے پردگی' عورت کی نمائش اور لوگوں کو متوجہ کرنے کا باعث ہو تو ایسی جوتی کا پہننا ناجائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَـٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۳۳)

''اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگار کا اظہار نہ کرو۔''

ہر وہ چیز جو عورت کی بے پردگی' نمائش' اور مصنوعی حسن کی وجہ سے دوسری عورتوں میں سے امتیاز کا سبب ہو وہ حرام اور ناجائز ہے۔ باقی رہا میک اپ کرنا جیسا کہ ہونٹ اور رخسار وغیرہ کا سرخ کرنا تو خاص طور پر شادی شدہ عورت کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ مصنوعی حسن جو بعض عورتیں ابرو کے بال اکھاڑ کر یا انہیں باریک کر کے اپناتی ہیں تو ایسا کرنا حرام ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے بال اکھاڑنے والی اور ایسا کروانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ اسی طرح خوبصورتی کے لئے دانتوں کو باریک کرنا بھی حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔

-----شیخ محمد بن صالح عثیمین-----

متبرک اوراق کا حکم

سوال ٦٦ جو شخص اخباری کاغذات کو دستر خوان کے طور پر استعمال کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب عام طور پر ایسے اوراق اسماء باری تعالیٰ' قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے خالی نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان کی توہین کرنا' ان کے اوپر بیٹھنا اور انہیں دستر خوان کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ انہیں پڑھنے کے بعد جلا کر تلف کر دینا چاہیئے۔

-----شیخ ابن جبرین-----

خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا

سوال ۶۷ میں ایک شادی شدہ خاتون ہوں' بحمد اللہ میرا گھر ہے' خاوند ہے اور بچے ہیں۔ میں نماز روزے کی پابندی کرتی ہوں اور تمام فرائض دینیہ بجالاتی ہوں۔ میرا ایک چھوٹا سا سوال ہے' امید ہے کہ آپ جواب باصواب سے نوازیں گے۔ سوال یہ ہے کہ میں گھریلو اخراجات سے کچھ مال جمع کرتی رہتی ہوں جس کا میرے خاوند کو علم نہیں ہوتا' اسی طرح میں اس کے علم میں لائے بغیر اس کی جیب سے کچھ پیسے نکال لیتی ہوں' ویسے بحمد اللہ میں اس کے مال کو کسی ناجائز مصرف میں نہیں لاتی' اس کا سبب یہ ہے کہ ایک تو حالات کا علم نہیں ہوتا' پھر خاوند اور اولاد سے متعلق خوف بھی لاحق رہتا ہے۔ کیا اس طرح میں گناہ گار ٹھہروں گی؟ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے ڈرتی رہتی ہوں۔

جواب میں سمجھتا ہوں کہ جب تک خاوند بیوی بچوں کے جائز اخراجات ادا کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتا اسے بتائے بغیر اس کا مال لینا اور پھر اسے جمع کرتے رہنا جائز نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب تک آپ کے پاس گذشتہ جمع شدہ مال موجود ہے خاوند سے اخراجات کا مطالبہ ناروا ہے۔ خاوند خود حوادثات زمانہ کے لئے مال بچاتا' اسے بڑھاتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے' اس بناء پر جمع شدہ مال اسے واپس لوٹا دینا چاہئے کیونکہ یہ اس کا مال ہے جو اسے بتائے بغیر روک لیا گیا ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

ناخن بڑھانا جائز نہیں

سوال ۶۸ کیا زیبائش کے لئے ناخن بڑھانا حرام ہے؟

جواب ناخن بڑھانا ناجائز ہے بلکہ ہر ہفتے بعد یا زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک انہیں ترشوانے کا حکم ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

قضاء سے پہلے نفل پڑھنا

سوال ۶۹ اگر کسی عورت کے ذمے رمضان المبارک کے روزوں کی قضاء واجب ہو تو کیا وہ

واجب القضاء روزوں کی موجودگی میں نفلی روزے مثلاً یوم عرفہ کا روزہ رکھ سکتی ہے؟

جواب رمضان المبارک کے روزوں کی جلد قضاء دینی چاہیئے۔ قضاء سے پہلے نفلی روزے نہیں رکھنے چاہیں لیکن اگر وہ یوم عرفہ یا کوئی نفلی روزہ رکھے تو اس سے فرض ساقط نہیں ہو گا۔ اگر وہ اس نیت سے روزے رکھے کہ رمضان کے روزے اس کے ذمہ قرض ہیں تو روزے صحیح ہوں گے اور وہ انشاء اللہ اجر کی مستحق ہو گی۔

----شیخ ابن جبرین----

عورت کے مال میں خاوند کا تصرف کرنا

سوال ۷۰ کیا میرے خاوند کو اس بات پر اعتراض کا حق حاصل ہے کہ میں نے اپنی میراث اپنی ماں کو دے دی ہے؟ اور کیا اسے بیوی کے مال اور اس کی تنخواہ میں تصرف کا حق حاصل ہے؟

جواب عورت اپنے مال کی مالک ہے اور وہ اس میں تصرف کا حق رکھتی ہے' اس سے کسی کو تحفہ دے سکتی ہے' صدقہ کر سکتی ہے اپنا قرض اتار سکتی ہے' اپنے کسی عزیز یا غیر عزیز جس سے بھی وہ چاہے اپنے کسی حق مثلاً قرضہ یا وراثت سے دست بردار ہو سکتی ہے اس پر خاوند کو کسی بھی صورت میں اعتراض کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں اس میں یہ ضرور ہے کہ عورت عاقلہ رشیدہ ہو خاوند اس کی مرضی کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا لیکن اگر عورت کوئی ایسا کام کرتی ہے جس سے مرد کے کسی حق کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو تو وہ اسے اس کام سے کسی شرط کے تحت روک سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میاں بیوی اپنی اپنی تنخواہ ایک دوسرے کو تقسیم کرنے پر اتفاق کر لیں۔ خاوند اسے گھریلو کام کاج سے دستبرداری کی اجازت اور اسے لانے لیجانے کے عوض اس سے کچھ وصول کرے۔

----شیخ ابن جبرین----

کیا میں اپنے سسر کی خدمت کر سکتی ہوں

سوال ۷۱ میں خاوند کے باپ کی خدمت بجالاتی ہوں' میرے خاوند کے علاوہ اس کا کوئی نہیں کیا اسے نہلانا اور اس کی دیگر خدمات بجالانا میرے لئے درست ہے؟

جواب آپ کا خاوند کے باپ کی خدمت کرنا ایک ایسا کام ہے جس کے لئے آپ شکریہ کی مستحق

ہیں' کیونکہ یہ اس معمر شخص اور خاوند پر آپ کا احسان ہے۔ آپ شرمگاہ کے علاوہ اسے غسل بھی دے سکتی ہیں۔ اگر وہ شرم گاہ کو خود نہیں دھو سکتا تو آپ دستانے پہن کر اسے دھو سکتی ہیں تاکہ آپ کا ہاتھ براہ راست شرم گاہ سے مس نہ ہونے پائے۔ اسی طرح اس کی شرمگاہ کو دیکھنے سے بھی نگاہیں جھکالیں' کیوں کہ خاوند کی شرم گاہ کے علاوہ آپ کے لئے کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے اور یہی حکم خاوند کے لئے بھی ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین-----

امتحان میں ناجائز ذرائع استعمال کرنا

سوال ۴۲ کیا انگریزی زبان یا دیگر علوم مثلاً ریاضیات وغیرہ کے کورسز میں ناجائز ذرائع استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب کسی بھی مضمون میں ناجائز استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ امتحان کا مقصد متعلقہ مضمون میں طالب علم کی صلاحیت کو جانچنا ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں سستی وکاہلی اور دھوکہ دہی کے مرتکب کام چور کو ایک محنتی شخص پر ترجیح دینا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا»(رواه مسلم، كتاب الايمان، حديث ١٦٤)

"جو شخص ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

یہاں (غش) کا لفظ ہر چیز کے لئے عام ہے۔

----شیخ ابن جبرین-----

بال کاٹنا

سوال ۴۳ عورت کا اپنے بال کاٹنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب حنابلہ کے نزدیک عورت کا اپنے بال کاٹنا مکروہ ہے' ہاں ایسی کٹنگ جو مردوں کے بالوں سے مشابہہ ہو حرام ہے۔

اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ»(رواه البخاري وكتاب اللباس باب٦١)

"رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اپنانے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اپنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

اسی طرح اگر وہ کافر عورتوں کا سا انداز اختیار کرے تو یہ بھی حرام ہے' کیونکہ کافر اور بدکار عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»(رواه أبوداؤد، كتاب اللباس حديث ٤)

"جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ ان میں سے ہے۔"

اگر مردوں اور کافر عورتوں سے مشابہت نہ ہو تو حنبلی علماء رحمہم اللہ کے نزدیک ایسی کٹنگ کا حکم کراہت کا ہے۔

----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

کیا بیماریوں کی شدت گناہوں میں تخفیف کا باعث ہے؟

سوال ۳۷ کیا سکرات الموت کی شدت گناہوں میں تخفیف کا سبب بن سکتی ہے؟ اور کیا بیماری گناہوں میں تخفیف کا باعث ہے؟ برائے کرم آگاہ فرمائیں۔

جواب ہاں انسان کو لاحق ہونے والی ہر بیماری' سختی' غم' پریشانی یہاں تک کہ کانٹا چبھنا بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اگر وہ صبر سے کام لے اور ثواب کی امید رکھے تو گناہوں کے کفارہ کے ساتھ ساتھ صبر کے اجر کا بھی مستحق ہو گا۔ چاہے وہ مصیبت موت کے وقت آئے یا اس سے پہلے زندگی میں۔ مصائب ہر حالت میں مومن کے لئے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ ﴾

(الشورى ٤٢/ ٣٠)

"اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے تو تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سی چیزوں سے تو درگذر فرما دیتا ہے۔"

اگر مصائب و آلام ہماری ہی کمائی کا نتیجہ ہیں تو وہ ہماری بد عملی اور گناہوں کا کفارہ بھی ہیں' اسی طرح نبی ﷺ نے خبر دی کہ مومن کو جو بھی غم' پریشانی اور تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ

چبھنے والا کانٹا بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

چہرے کے داغ دھبے دور کرنا

سوال ۷۵ میری بعض سہیلیاں چہرے کے داغ دھبے اور پرچھائیاں دور کرنے کے لئے شہد' دودھ اور انڈے استعمال کرتی ہیں کیا ان کے لئے یہ جائز ہے؟

جواب یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ چیزیں اس خوارک کا حصہ ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے جسم کی غذا کے طور پر پیدا فرمایا ہے اگر انسان کو کسی مقصد مثلاً علاج وغیرہ کے لئے ان کے استعمال کی ضرورت پیش آئے تو وہ نجس نہیں ہیں ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا ﴾ (البقرة۲/ ۲۹) :۲۹)

"وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب۔"

اس آیت میں لفظ (لکم) عمومی فائدے کے لئے ہے جہاں تک زیبائش کے لئے ان چیزوں کے استعمال ' تعلق ہے تو ان کے علاوہ بھی کئی ایک چیزوں سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے لہٰذا ان کا استعمال یدہ بہتر ہے۔ حصول زیبائش میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے لیکن اس میں اس حد تک اسراف کرنا کہ یہ انسان کی سب سے بڑی آرزو بن جائے اور وہ صرف اسی کے اہتمام میں مگن رہے اور دیگر تمام دینی اور دنیوی تقاضوں سے غافل ہوجائے تو یہ ناروا بات ہے' کیونکہ یہ اسراف ہے اور اسراف اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

---- شیخ محمد بن صالح عثیمین ----

تالی اور سیٹی بجانے کا حکم

سوال ۷۶ تقریبات میں لوگ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اس بارے میں حکم یہ ہے کہ یہ بظاہر غیر مسلموں سے اخذ کردہ ایک عادت ہے لہٰذا اسے اپنانا مسلمان کے شایان شان نہیں۔ اگر اسے کوئی چیز پسند آئے تو اللہ اکبر کہے یا سبحان اللہ وہ بھی جتماعی طور پر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عمل ہے وہ انفرادی طور پر ایسا کرے گا۔ جہاں تک کسی

خوشی کے وقت اجتماعی تکبیر یا تسبیح کا تعلق ہے تو میرے نزدیک اس کی کوئی اساس نہیں۔
----شیخ محمد بن صالح عثیمین----

امتحان میں دھوکہ دہی

سوال ۷۷ میں دوران امتحان اپنی طالبہ ساتھی کو کسی سوال کا جواب مانگنے پر کسی بھی طریقے اور ممکنہ وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اسے جواب نقل کراتی رہتی ہوں۔ اس بارے میں دین کیا کہتا ہے؟

جواب دوران امتحان ناجائز ذرائع کا استعمال کرنا یا انہیں کرنے والوں کی کسی طرح اعانت کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسی اعانت خفیہ کلام سے ہو یا ساتھی کو نقل جواب کا موقعہ دینے کی صورت میں یا کسی بھی اور طریقے سے' اس لئے کہ یہ معاشرے کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس طرح وہ دھوکہ دہی سے ایسی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس کا وہ استحقاق نہیں رکھتا اور اس منصب پر فائز ہو جائے گا جس کا وہ اہل نہیں ہے اور یہ اجتماعی نقصان اور دھوکہ ہے۔ واللہ اعلم۔
----شیخ ابن جبرین----

استانیوں کا مذاق اڑانا اور انہیں برے القاب سے پکارنا

سوال ۷۸ بعض طالبات معلمات کا مذاق اڑاتی ہیں اور انہیں برے القابات سے پکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم تو صرف مذاق کر رہی ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب مسلمان کو ایسی چیزوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھنا چاہیئے جو کسی کی ایذاء اور بے عزتی کا باعث بنتی ہوں۔

حدیث شریف میں ہے:

«لاَ تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلاَ تَتَبَّعُوْا عَوْرَاتِهِمْ»(الترغیب والترھیب للمنذری ۳/ ۲۳۹ ومجمع الزوائد٦/ ۲٤٦)

''مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور ان کی پوشیدہ چیزوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴾ (الھمزۃ۱۰٤/ ۱)

"ہلاکت ہے پس پشت عیب جوئی کرنے والے کے لئے۔"
﴿ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ﴾ (القلم۶۸/۱۱)
"طعنہ باز (عیب گو) ہے، چلتا پھرتا چغل خور ہے۔"
﴿ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾ (الحجرات۴۹/۱۱)
"اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔"
مسلمان کی تنقیص اور ایذاء رسانی حرام ہے۔

----شیخ ابن جبرین----

استاذ کا طالب علم کو استحقاق سے کم نمبر دینا

سوال ۷۹ بعض معلمات طالبات کو ان کی سالانہ کارگردگی جانچتے وقت مناسب حق نہیں دیتیں وہ ایسا کرتے وقت اپنی پسند ناپسند کے تحت فیصلہ کرتی ہیں۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب استاذ کا طالب علم پر ظلم کرنا حرام ہے۔ اسے اس کے استحقاق کے مطابق پوزیشن نہ دینا یا اس کے استحقاق سے بڑھ کر خاص مقاصد کے پیش نظر اسے اچھی پوزیشن دینا حرام ہے۔ اسے عدل وانصاف اور برابری کا رویہ اپنانا چاہیئے اور ہر حقدار کو اس کا حق دینا چاہیئے۔

----شیخ ابن جبرین----

بیوی نے اچھا بھی کیا اور برا بھی

سوال ۸۰ ایک بیوی نے گھریلو اخراجات سے بچ جانے والے خاوند کے مال سے اس کے علم کے بغیر دو ہزار ریال سے زیادہ پس انداز کر لئے اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے خاوند کے ذمہ اس کے بھائی کا جو قرض ہے اس طرح وہ ادا ہو جائے گا۔ جب عورت نے اچانک خاوند کو اس بات سے آگاہ کیا تو وہ وقتی طور پر اس عمل سے خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ خاوند کچھ کبیدہ خاطر ہو رہا ہے۔ وہ بیوی پر شک بھی کرنے لگا اور اس پر اس کا اعتماد بھی ختم ہو گیا۔ حالانکہ وہ انتہائی دیندار اور مومنہ عورت ہے۔ اس کی نیت بھی اچھی تھی، لیکن بعض کینہ پرور لوگوں نے بیوی کے اس عمل کو خاوند کے سامنے غلط رنگ میں پیش کیا۔ اب عورت یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ کیا وہ اس عمل پر گناہ گار ٹھہرے گی یا نہیں؟

جواب اس عورت نے ایک اعتبار سے اچھا بھی کیا اور ایک اعتبار سے برا بھی۔ اچھا تو یوں کہ اس نے چاہا کہ کسی طرح اس کے خاوند کا دامن قرض سے پاک ہو جائے۔ وہ کسی شخص کے زیربار تھا اس کی بیوی اس سے یہ بوجھ اتارنا چاہتی تھی۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا چاہتی ہو اس لئے کہ اس کا خاوند دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے اور قدرت کے باوجود انہیں ادا نہیں کرنا چاہتا۔ اس نے چاہا کہ اس کے بھائی کو اس کا حق مل جائے کہ اسے اس کی ضرورت ہے اس کے لئے عورت نے یہ حیلہ اپنایا۔ دوسری طرف اس کا یہ عمل ایک طرح سے غلط بھی ہے وہ یوں کہ یہ عمل خیانت کے مترادف ہے۔ اس نے خفیہ طریقے سے خاوند سے کچھ مال حاصل کیا جسے وہ روزمرہ کی ضروریات کی تکمیل کے لئے وصول کیا کرتی تھی۔ ہم خاوند کو نصیحت کریں گے کہ وہ بیوی کو معذور سمجھے اور اس کے متعلق حسن ظن سے کام لے' اسے پھر سے امانت دار اور قابل اعتماد سمجھے۔

----شیخ ابن جبرین----

> ہو سکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں
> خیر کثیر پیدا فرمادے

سوال ۸۱ تقریباً پانچ سال قبل میں ایک کام سے منسلک ہوئی۔ میں اس دن سے ہی اس کام سے مطمئن نہیں ہوں' کیونکہ میں کما حقہ اس ڈیوٹی کے ادا کرنے سے قاصر ہوں لہٰذا چاہتی ہوں کہ یہ کام چھوڑ کر کوئی اور کام کروں۔ اس سے قبل کہ میں نئے میدان عمل کے بارے میں سوچوں میں نماز استخارہ ادا کرتی ہوں تاکہ میری کوشش صحیح خطوط پر آگے بڑھ سکے۔ اس کے بعد ترک عمل کے بارے مجھے شرح صدر ہو جاتا ہے اور میں عملی طور پر تبدیلیٔ عمل کے لئے کوشاں ہو جاتی ہوں لیکن جلد ہی معلوم ہوتا ہے کہ امید کی تمام کرنیں ماند پڑ گئیں ہیں اور ہر چیز پہلی حالت پر لوٹ آئی ہے۔ میں اس وقت سے یہ کام چھوڑنے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن ابھی تک کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس مقصد کے لئے نماز استخارہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو میرے پانچ سال اس کام پر لگے رہنے کی حکمت کیا ہے جبکہ میں اسے پسند نہیں کرتی اور کسی طرح کی تبدیلی بھی رونما نہیں ہوئی۔ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔

جواب آپ اس کام کو غیر پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھیں چاہے اس پر عرصہ دراز ہی کیوں نہ بیت جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کام دوسرے کام سے بہتر ہو اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ مقدور بھر اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کریں' اس کے باوجود اگر کوئی کمی رہ جائے تو وہ قابل معافی ہے' دوسرے کام کی جستجو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور نہ ہی قبولیت دعا کے لئے جلد بازی کا شکار ہوں' ممکن ہے اس میں بہتری ہو۔ نماز استخارہ سنت ہے اور فضیلت کی چیز ہے۔ عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہو کہ آپ کے لئے کسی اور کام کی نسبت یہ کام زیادہ بہتر ہے اگرچہ اس میں نفسیاتی کراہت ہی کیوں نہ ہو۔

----شیخ ابن جبرین----

فتاوىٰ برائے خواتین

روز مرہ زندگی میں خواتین کو بہت سے خصوصی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں سے بیشتر کا تعلق نسوانی تقاضوں، عبادات اور معاشرتی مسائل سے ہوتا ہے۔ عموماً خواتین ان مسائل کو پوچھنے میں جھجک محسوس کرتی ہیں۔

خواتین سے متعلق ایسے ہی مسائل پر مشتمل 350 سے زائد سوالات کے جوابات سعودی عرب کے

مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین اور فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن جبرین

نے دیئے ہیں۔

اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہے
اور ہر خاتون کے لیے اس کا مطالعہ
بہت مفید ہے۔

دارالسّلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
الرّیاض، ہیوسٹن، لاہور